وادیٔ سندھ کی تہذیب

محمد ادریس صدیقی

محکمۂ آثارِ قدیمہ، پاکستان

Marfat.com

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

Marfat.com

وادیٔ سندھ، ایران اور م

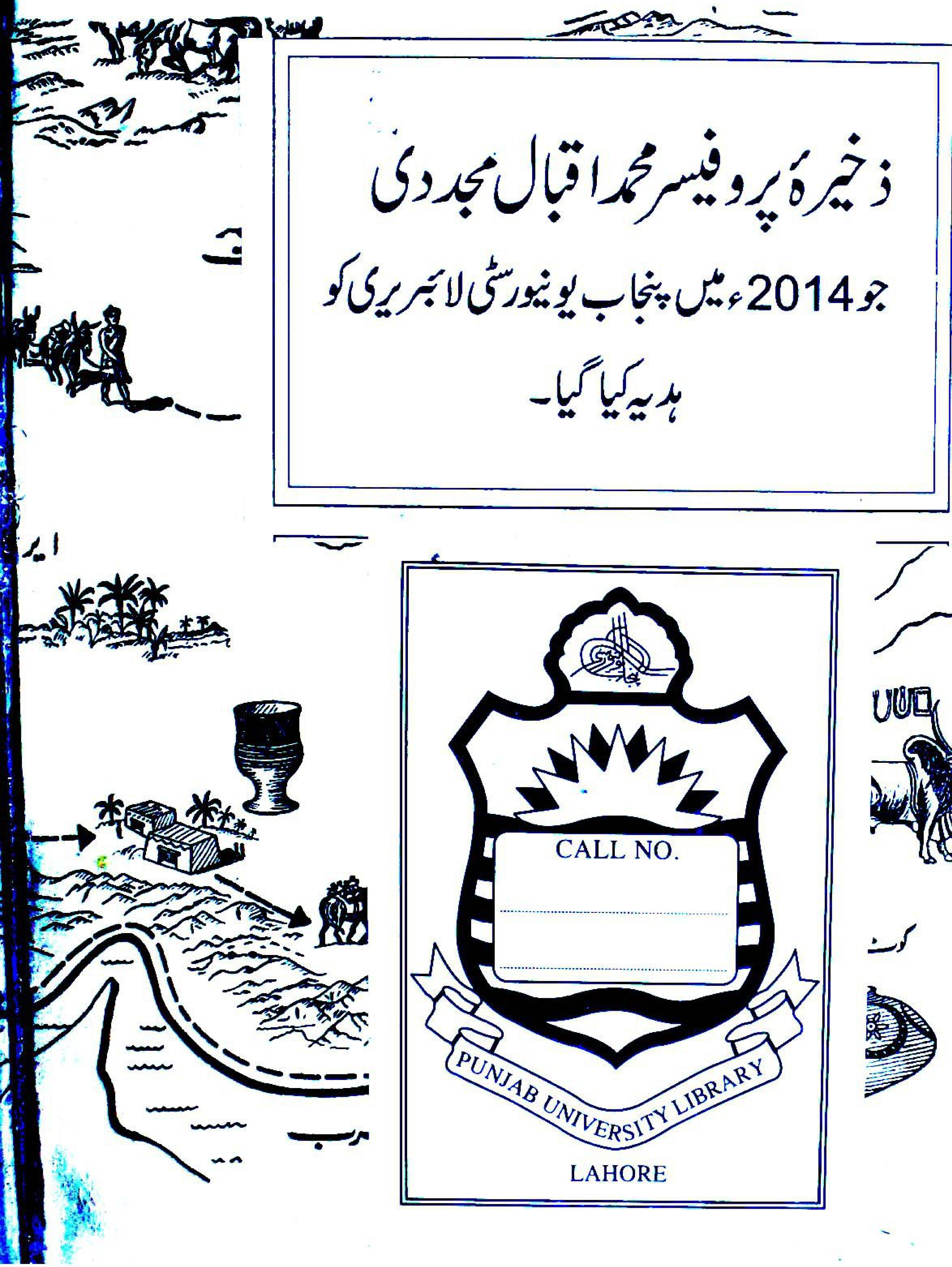

ذخیرۂ پروفیسر محمد اقبال مجددی
جو 2014ء میں پنجاب یونیورسٹی لائبریری کو
ہدیہ کیا گیا۔

CALL NO.

PUNJAB UNIVERSITY LIBRARY
LAHORE

Marfat.com

پوٹامیہ کی قدیم شاہراہیں

Marfat.com

Marfat.com

تِلْكَ آثَارُنَا تَدُلُّ عَلَيْنَا
فَانْظُرُوا بَعْدَنَا إِلَى الْآثَارِ

Marfat.com

Marfat.com

محمد اقبال مجددی
۲۸/ جون ۱۹۷۲ء
لاہور

وادیٔ سندھ کی تہذیب

محمد ادریس صدیقی

محکمۂ آثارِ قدیمہ، پاکستان

Marfat.com

۲۹ رمضان ۱۹۷۳ء کو ''وادیٔ سندھ کی تہذیب'' کا بالاستیعاب مطالعہ مکمل کیا۔ راقم محمد اقبال مجددی
۲۹ رمضان ۱۹۷۳ء

135571

جملہ حقوق محفوظ

پہلا ایڈیشن ... اکتوبر ۱۹۵۹ء

تعداد ... دو ہزار

مکتبۂ نیا راہی، کراچی ۲

Marfat.com

ترتیب

تصویریں اور خاکے ۱
تعارف ۵
پیش لفظ ط
تمہید س
داستانِ انکشاف ۱
باقیاتی تفتیش ــ تاریخ
جغرافیائی پس منظر ۱۶
بستیاں ۲۷
موہنجو دارو :ــ اسٹوپہ ـ بڑا حوض ـ جامعہ ـ نشیبی شہر
ہڑپہ :ــ کاریگروں کے کوارٹر ـ بھٹیاں ـ گول چبوترے ـ غلے کی کوٹھی
چنہو دارو ــ ستکاجن دور ــ علی مراد ــ آمری ــ دابر کوٹ
قصباتی منصوبہ بندی ۵۲
خشت سازی ـ مکانات ـ شاہراہیں اور گلیاں ـ کنوئیں ـ صفائی ـ غسلخانے ـ حمام
صنعت و حرفت ۷۷
کوزہ گری ـ تانبے اور کانسے کے ظروف ـ اسلحہ اور اوزار ـ سنگ تراشی ـ ہیرن ـ دوسری صنعتیں ـ منکے

Marfat.com

مواصلات وتجارت ۱۱۱

مواصلات۔ تجارت۔ اوزان و پیمائش

معاشرت ۱۲۳

بلدیاتی نظام۔ زراعت وخوراک۔ لباس۔ آرائش۔ زیورات۔ سنگھار
کھلونے۔ تفریح۔ شکار۔ پالتو جانور۔ جنگلی جانور۔ رقص وسرود۔ حکمت۔ پیشے

مذہب ۱۸۶

اصنام پرستی۔ اشجار پرستی۔ حیوان پرستی۔ دوسرے عقائد

تدفین ۱۹۱

مکمل تدفین۔ جزوی تدفین۔ خاکستری مدفن

نسلی جائزہ ۲۰۳

رسم الخط ۲۱۳

زمانہ ۲۲۷

خاتمۂ تہذیب ۲۳۹

بازگشت ۲۵۵

کتابیات ۲۶۹

فرہنگ ۲۷۵

Marfat.com

تصویریں اور خاکے

تصویریں

پلیٹ نمبر

۱ موہنجو دارو، کھدائی سے پہلے

۲ — الف موہنجو دارو، اسٹوپا

۲ — ب موہنجو دارو، بڑا حوض

۳ — الف موہنجو دارو، کنواں

۳ — ب موہنجو دارو، ایک کنواں جو سطح زمین بلند ہونیکے ساتھ ساتھ اونچا کیا جاتا رہا

۴ — الف موہنجو دارو، ایک گلی

۴ — ب موہنجو دارو، شاہراہ اول

۵ — الف موہنجو دارو، ایک زینہ

۵ — ب موہنجو دارو، ڈھکی ہوئی موریاں اورچہ بچہ

Marfat.com

۶ — الف موہنجو دارو، گندے پانی کی نکاسی کے پائپ اور بندموریاں
۶ — ب موہنجو دارو، گندہ پانی جذب کرنیکے کا مٹکا
۷ ظروف گلی
۸ — الف نقشیں ظروف گلی کے ٹکڑے
۸ — ب رنگین ظروف گلی
۹ بیلوں کے مجسمے
۱۰ تانبے اور کانسے کے اوزار اور ہتھیار
۱۱ ہڈی اور ہاتھی دانت کا سامان
۱۲ — الف سچی چینی کی بنی ہوئی اشیاء
۱۲ — ب سیپ اور گھونگھے کی بنی ہوئی اشیاء
۱۳ — الف زیورات
۱۳ — ب زیورات
۱۴ — الف موہنجو دارو، رقاصہ کا کانسے کا بنا ہوا مجسمہ
۱۴ — ب پتھر کے بنے ہوئے مجسمے کا سر
۱۵ ۱ - کنگھیاں ۲ - موباف ۳ - شطرنج کے مہرے
۱۶ کھلونے
۱۷ ۱- مٹی کی بنی ہوئی بیل گاڑیاں ۲- سر ہلانے والے کھلونے
۳- بیل گاڑی
۱۸ — الف ماتا کے مجسمے
۱۸ — ب ۱- موہنجو دارو، پروہت ۲- ہڑپہ سے دریافت شدہ مجسمہ
۳- ہڑپہ سے دریافت شدہ رقاص کا مجسمہ
۱۹ مہریں
۲۰ مہریں

Marfat.com

۲۱ مہریں

۲۲ مہریں

۲۳ — الف ہڑپہ، مدفن - آر - ۳۷

۲۳ — ب موہنجو دارو، چند لاشیں

خاکے

وادیٔ سندھ کی تہذیب کی بستیاں مقابل صفحہ ۸

ہڑپہ اور موہنجو دارو مقابل صفحہ ۹

کاریگروں کے کوارٹر صفحہ ۴۲

دیوار صفحہ ۶۳

موہنجو دارو، ایک کمرے کا خیالی خاکہ مقابل صفحہ ۷۳

بڑے حوض کا نقشہ مقابل پلیٹ نمبر ۳- الف

موہنجو دارو ، ایک گلدا مقابل صفحہ ۱۰۵

منکے صفحہ ۱۱۰

پتھر کا مجسمہ صفحہ ۱۲۴

Marfat.com

Marfat.com

تعارف

(ڈاکٹر فضل احمد خان، ناظم محکمہ آثار قدیمہ ، پاکستان)

علم الآثار بالخصوص حفریات کا یہ بڑا کارنامہ ہے کہ اس نے عہد عتیق کے ثقافتی ورثے سے دنیا کو روشناس کرایا ہے۔ حفریات کی پیہم کوششوں نے آج قدیم تاریخ کے مختلف ابواب میں اتنا اضافہ کیا ہے کہ اب مدون تاریخ کا دور اتنا اہم اور طویل نہیں رہا جتنا ماقبل تاریخ کا غیر مدون دور ہے۔ دنیا کی قدیم تہذیبوں میں وادیٔ سندھ کی تہذیب کا انکشاف بھی اسی سلسلے کی اہم کڑی ہے جو اس صدی کے ربع اول کا کارنامہ ہے۔ اس انکشاف کے بعد ہند و پاکستان کی تاریخ واضح طور پر پانچ ہزار سال پہلے کی بات ہوگئی ہے۔

زیر نظر کتاب میں وادیٔ سندھ کی تہذیب کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔ کتاب کی ترتیب و تدوین کے بعد اس

Marfat.com

قسم کی ایک اور زیر زمین اہم بستی کوٹ ڈیجی کی کھدائی ہوئی جو سندھ کی تمام قدیم بستیوں سے پرانی ہے۔ کوٹ ڈیجی موھنجو دارو کے مشرق میں تیس میل دور دریائے سندھ کے دوسرے کنارے پر واقع ہے۔ یہاں جو کھدائی ہوئی ہے اس سے تاریخ میں پہلی بار اس عظیم الشان تہذیب کے ابتدائی مرحلوں پر روشنی پڑتی ہے۔ یہ امتیاز اور فرق خاص طور پر ظروف گلی میں بہت نمایاں ہے جو علم حفریات کے جاننے والوں کے لئے نہایت اہم ہے۔ چنانچہ ان کا تفصیلی مطالعہ ہمیں بتاتا ہے کہ کوٹ ڈیجی اور وادئ سندھ کی تہذیب کے ظروف میں سب سے بڑا فرق یہ ہے کہ کوٹ ڈیجی کے ظروف زیادہ تر ہلکے پھلکے اور پتلے دل کے ہیں اور ان ظروف پر رنگوں کی ترتیب کا الگ الگ انداز اور منفرد آرائشی اسلوب بھی اس بات کا ثبوت ہے کہ کوٹ ڈیجی کے ظروف ایک ایسے تمدن کی نشانی ہیں جو وادئ سندھ کی تہذیب سے پہلے کی بات بھی ہے اور اس سے الگ بھی۔ یہاں کھدائی کرنے سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ وادئ سندھ کے ابتدائی نمائندے تقریباً فی الفور ہی کوٹ ڈیجی کے ان کھنڈرات پر آباد ہوگئے تھے جو یہاں کی زیریں تہ پر آباد اصلی باشندوں نے اپنے پیچھے چھوڑے تھے۔ کوٹ ڈیجی کے اصلی باشندوں سے ہڑپہ یا موھنجو دارو والوں نے بعض فنی اور دیگر تصورات حاصل کئے۔ ان میں شہر کی منصوبہ بندی، قلعہ بندی اور غالباً

Marfat.com

مذہبی شعائر اور عقائد بھی شامل تھے۔

کوٹ ڈیجی سے دریافت شدہ باقیات سے اندازہ لگایا گیا ہے کہ یہاں کا تمدن حجری انقلاب کے فوراً بعد ہی ظہور پذیر ہوا کیونکہ کوٹ ڈیجی کے لوگ یہاں اس وقت آباد ہوئے جب انکا فن ظروف سازی کافی ترقی پذیر ہو چکا تھا۔ یہ لوگ یہاں کافی عرصہ تک مقیم رہے۔ جیسا کہ اوپر تلے کی گیارہ آباد تہوں سے نظر آتا ہے۔ ان متواتر گیارہ آبادیوں کی مدت کا اندازہ کم سے کم پانچ یا چھ سو سال کیا جاسکتا ہے اور اسی اندازے کے مطابق ہم کہہ سکتے ہیں کہ کوٹ ڈیجی کے اصلی باشندے تقریباً تین ہزار سال قبل مسیح میں یہاں آئے اور چار یا پانچ سو سال تک یہاں آباد رہے حتیٰ کہ وادیٔ سندھ کے لوگوں نے ان کی جگہ لے لی۔

جہاں کوٹ ڈیجی کی کھدائی سے تاریخ کا سلسلہ موہنجو دارو کی تہذیب کے ابتدائی سلسلوں سے براہ راست مل جاتا ہے وہاں پاکستان کی قدیم تاریخ میں پانچ سو سال کا اضافہ بھی ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک ترقی یافتہ تمدن بھی آشکار ہوتا ہے جو پاکستان کی قدیم ترین تہذیب کا اہم جزو ہے۔

وادیٔ سندھ کی گم شدہ تہذیب کی دریافت انسانی تاریخ میں اہم اضافہ ہے اور دنیا کی تقریباً ہر بڑی زبان میں اس موضوع پر کچھ نہ کچھ لکھا گیا ہے لیکن اردو میں

Marfat.com

ابتک اس بارے میں کوئی مستند کوشش نہیں ہوئی تھی۔ زیر نظر کتاب اس کمی کو پورا کرتی ہے جس کے لئے محمد ادریس صدیقی صاحب قابل مبارکباد ہیں جنہوں نے اس تحقیقی اور تکنیکی موضوع کو دلچسپ پیرائے میں پیش کیا ہے۔

مجھے امید ہے کہ اردو دان حضرات کے لئے اس کتاب کا مطالعہ معلومات افزا اور دلچسپی کا باعث ہوگا۔

کراچی
۲۰ اکتوبر ۱۹۵۹ء

Marfat.com

پیش لفظ

'صاحب ! آپ یہ ٹیلہ کیوں کھد وا رہے ہیں ؟'

یہ سوال ایک بلوچ مزدور نے مجھ سے ریاست مکران کے شہر پنجگر سے تیس میل دور ایک ٹیلے کی کھدائی کے موقع پر پوچھا تھا۔ یہ مارچ سنہ ۱۹۵۴ کی بات ہے۔ میں اسوقت ڈاکٹر ہنری فیلڈ کے ہمراہ بلوچستان کی باقیاتی تفتیش کے سلسلے میں محکمہ آثار قدیمہ پاکستان کی جانب سے سرگرم عمل تھا۔ یہ ٹیلہ دریائے رخشاں کے کنارے واقع ہے جسکے دھارے میں اب پانی کی جگہ ہوا کی لہروں کے ہمراہ ریت بہتی ہے۔ اس سنسان علاقے میں میلوں تک آبادی کا نشان نہیں حتیٰ کہ یہ مزدور بھی پنجگر سے ٹرک پر لائے گئے تھے۔

سوال اس مزدور نے تین گھنٹہ کھدائی کے بعد پوچھا تھا۔ غالباً وہ اس کشمکش میں مبتلا تھا کہ اتنی محنت اور اتنے اخراجات برداشت کرنے کے بعد اس ویرانے میں کھدائی کرانے سے جہاں مٹی کی ٹھیکریوں کے سوا کوئی 'کار آمد' شے برآمد نہیں ہو رہی تھی آخر ہمیں کیا ملے گا ؟ میں نے چاہا کہ

Marfat.com

اسکے سوال کا جواب دوں۔ لیکن کیا میرا جواب اس ان پڑھ مزدور کو مطمئن کر سکتا تھا؟ میں ہنس کر ٹال گیا۔

اسی طرح جب ہم دوسرے ٹیلوں پر ٹھیکرے جمع کرتے تو اطراف و جوانب سے چرواھے اور دوسرے لوگ جمع ھوجاتے اور بڑے انہماک سے ہمیں ٹھیکرے اٹھاتے دیکھتے اور دلچسپ ساخت، انوکھی وضع اور نادر ظروف کے ٹکڑے ملنے پر ھماری خوشی کو دیکھکر آپس میں سرگوشیاں کرتے اور ھمیں دیکھ دیکھ کر زیرلب مسکراتے تھے۔ شاید وہ ھمیں سر پھرا اور دیوانہ سمجھتے تھے۔ انکی آنکھوں میں میں نے یہ سوال بارھا پڑھا لیکن انکے دل کی بات زبان تک نہ آسکی اور میں جواب دینے سے بچتا رھا۔

بلوچستان سے ہم بھاولپور گئے اور قدیم دریائے ھکڑا کی خشک گذرگاہ پر ٹیلوں کی تلاش شروع کی سوالیہ نظریں یہاں بھی ھمارا تعاقب کرتی رھیں۔ حتیٰ کہ ایک تعلیم یافتہ (؟) نوجوان کو بھی ھماری 'بے مصرف' صحرا نوردی پر تعجب ھوا اور اس نے پوچھا کہ ھم ان ٹھیکریوں کا کیا کریں گے؟ لیکن کیا اس سوال کا جواب اتنا مختصر ھوسکتا تھا کہ ایک راہ چلتے سوال کرنے والے کو مطمئن کیا جا سکے؟۔

بھاولپور سے ھم موھنجوداڑو پہنچے۔ یہاں آکر جب میں نے ستر فٹ بلند اسٹوپہ پر کھڑے ھوکر چاروں طرف نظر دوڑائی تو میرے دل نے کہا کہ کاش وہ متجسس و متحیر نگاھیں

Marfat.com

یہاں ہوتیں کہ میں انکے سوالات کا جیتا جاگتا جواب دے سکتا۔ موھنجوداڑو کا وسیع خرابہ آباد نما، ہمارے شاندار ماضی کی حسین تصویر، ہماری عظمت پارینہ کے وہ درخشاں نشانات جنہیں مادر وطن نے متبرک سمجھ کر اپنی آغوش میں صدیوں چھپائے رکھا اور جس کو بالآخر ماہرین آثار قدیمہ نے اپنی انتھک کوششوں سے صفحۂ ہستی پر پھر سے اجاگر کردیا اور اب یہی عظیم الشان کھنڈر ان سوالوں کا جواب اور اس کتاب کا موضوع ھیں۔

وادیٔ سندھ کی تہذیب برصغیر ھند و پاکستان کی تاریخ و ثقافت کی خشت اول کی حیثیت رکھتی ھے۔ لیکن بدقسمتی سے علم الآثار کو اردو دان طبقے سے روشناس کرانے کے لئے اب تک بہت کم کوششیں ھوئی ھیں اور سوائے چند مضامین کے جو اردو کے مختلف اخبارات اور رسائل میں وقتاً فوقتاً چھپتے رھے ھیں کوئی مستقل کام نظر سے نہیں گذرا۔ ان اوراق میں اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کی گئی ھے۔ ظاھر ھے کہ یہ موضوع بہت خشک ھے۔ علم الآثار کی ثقیل اصطلاحات میں سنگ و خشت اور حذف ریزوں کی گفتگو کوئی دلچسپ مشغلہ نہیں بالخصوص جب 'شاعری' کی مطلقاً گنجائش نہ ھو، پھر بھی میں نے کوشش کی ھے کہ بے جان باقیات کی زبان بے زبانی سے بیان کی ھوئی داستان کم از کم بے روح نہ ھو۔ اس سلسلے میں ابتک جو تحقیقات

Marfat.com

ہوئی ہیں انکو حتی الامکان ایک جگہ جمع کیا ہے اور اس سلسلہ میں جن کتابوں سے مدد لی ہے انکی فہرست شامل کردی ہے۔ بڑی نا انصافی ہوگی اگر ان محققین کی گران بہا خدمات کا اعتراف نہ کیا جائے جنہوں نے اس کام میں اپنی عمر کا بیشتر حصہ صرف کیا ہے۔

یہ میرا خوشگوار فریضہ ہے کہ اپنے کرم فرما ڈاکٹر فضل احمد خانصاحب، ناظم آثار قدیمہ، پاکستان، کا شکریہ ادا کروں جنہوں نے اپنی عدیم الفرصتی کے باوجود اس کتاب کو نہ صرف بالاستعاب دیکھا اور مفید مشورے دیئے بلکہ اسکی اشاعت کا بھی اہتمام کیا۔ میں محترم دلاور حسن صاحب، ڈپٹی سکریٹری، وزارت تعلیم، حکومت پاکستان اور مسٹر راؤل کیوریل، سابق مشیر آثار، حکومت پاکستان، کا بھی شکرگذار ہوں کہ انہوں نے کتاب کی اشاعت کے سلسلے میں بڑی مدد دی۔

محترم ممتاز حسن صاحب کی علم دوستی اور ادب پروری سے کون واقف نہیں۔ لیکن جو ذاتی شغف آپ کو اس کتاب کی اشاعت سے رہا ہے اور جس طرح اس سلسلے میں انہوں نے میری مدد اور ہمت افزائی فرمائی ہے اسکا شکریہ ادا کرنے کے لئے نہ تو میرے پاس الفاظ ہیں اور نہ انکی شفقت کا صحیح معنوں میں شکریہ ادا ہی کیا جا سکتا ہے۔

بابائے اردو ڈاکٹر عبدالحق، ڈاکٹر محمود حسین کراچی یونیورسٹی، ڈاکٹر احمد حسن دانی، ڈھاکہ یونیورسٹی،

Marfat.com

پیر سید حسام الدین صاحب راشدی، جناب قریشی محمد منیر صاحب، سابق ناظم محکمہ آثار قدیمہ، پاکستان اور مسٹر ولی اللہ خانصاحب مہتمم مغربی پاکستان سرکل آف آرکیا لوجی، لاھور کا شکریہ ادا کرنا میرا فرض ھے جنھوں نے تکلیف فرما کر کتاب کے مسودہ کا مطالعہ فرمایا اور اپنی بیش قیمت آرا سے نوازا۔

شکریے کی اس فہرست میں چند دوست بھی آتے ھیں۔ مرزا محمود بیگ لائبریرین محکمہ آثار قدیمہ، جنکے تعاون سے اس موضوع پر مواد فراھم کرنے میں مجھے بہت مدد ملی۔ احمد نبی خان صاحب اور ایس اے عزیز رسول آبادی جنھوں نے پروف دیکھنے اور طباعت کے صبر آزما کام میں ھاتھ بٹایا۔

آخر میں ع۔ س۔ مسلم صاحب، مکتبہ نیا راھی، کراچی، کا خاص طور سے شکریہ ادا کرنا چاھتا ھوں جن کی فنکارانہ مہارت نے کتاب کو چار چاند لگائے۔

ز دستم آستیں بردار و گوھر را تماشا کن

کراچی
۲۷ اکتوبر ۱۹۵۹ع

محمد ادریس صدیقی

Marfat.com

Marfat.com

تمہید

وادیٔ سندھ کی تہذیب اور اس کے مختلف موضوعات پر تفصیلی گفتگو کرنے سے پہلے چند مبادیاتی مسائل کا ذکر ضروری ہے۔ یعنی یہ کہ علم الآثار کا مقصد اور طریق کار کیا ہے اور اسنے تاریخ کے سنوارنے میں کیا مدد دی ہے۔

انسان اس جہان فانی میں تقریباً پانچ لاکھ سال سے رہ رہا ہے۔ پانچ لاکھ سال! اس مدت کا صحیح اندازہ لگانا کتنا دشوار ہے۔ یوں سمجھئے کہ اگر اس مدت کو ایک دن کے برابر تصور کر لیا جائے اور یہ فرض کیا جائے کہ اسوقت رات کے بارہ بجے ہیں تو حضرت عیسیٰ گویا اب سے صرف ساڑھے پانچ منٹ پہلے پیدا ہوئے تھے اور قدیم ترین تاریخ پندرہ منٹ پہلے شروع ہوئی تھی۔ گویا گیارہ بجکر پینتالیس منٹ پہلے کی ہر بات زمانہ قبل تاریخ کی بات ہے[1]۔

---

1 Robert, J. Braid Wood — Prehistoric Men, Chicago, USA, 1951, P,15.

Marfat.com

علم الآثار نسبتاً محدود عرصے سے متعلق ہے۔ اسکی تحقیقات چند ہزار سال کی مدت کے دائرے میں محدود ہیں۔ اسکا موضوع نہ تو 'تخلیق کائنات' ہے اورنہ 'نسل انسانی' بلکہ یہ موجودہ انسان سے بحث کرتا ہے۔ ہم یہ سوچتے اور کہتے ہیں کہ عجائب خانوں میں رکھے ہوئے ظروف گلی، منکے، زیورات اور دوسری باقیات تین ہزار سال یا چار ہزار سال قبل مسیح کی ہیں۔ دیکھنے والے انکی قدامت پر متعجب ہوتے ہیں۔ لیکن دراصل انکی دلچسپی اس بات میں مضمر ہے کہ وہ 'نئے' ہیں۔ اگر انکی قدامت ہی انکی اہمیت کا موجب ہوتی تو ہماری یہ ساری باقیات پتھرائے ہوئے[1] انڈوں، درختوں، جانوروں اور انسانوں کے سامنے بازیچہ اطفال سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتیں۔ دراصل ہماری باقیات کی اہمیت صرف اسی بات میں مضمر ہے کہ وہ ہمارے ہی جیسے انسانوں اور تقریباً ہماری ہی جیسی تہذیب رکھنے والوں پر روشنی ڈالتی ہیں۔ اور یہ سب چیزیں ہمارے ہی جیسے انسانوں کی انتہائی محنتوں کا نتیجہ ہیں جو اپنی کوششوں سے ایک عظیم تہذیب اور نئی زندگی کی داغ بیل ڈال رہے تھے اور جو خود عمرانی زندگی گذارنے کے عادی ہوکر آج کی دنیا کے لئے راستہ ہموار کر رہے تھے۔

---

1 Fossilised

Marfat.com

حجری دور کا ابتدائی انسان شکار اور خوراک کا متلاشی حیوان ناطق تھا ۔ یہ انسان چھوٹے چھوٹے گروہ میں بٹا ہوا تھا ۔ رفتہ رفتہ اسنے آگ جلانی سیکھی اور اپنے جسم کو موسم کے اثرات سے محفوظ رکھنے کیلئے کھال، درختوں کی چھال اور پتوں سے ڈھانپنا سیکھا ۔ علم الارضیات کے 'وقت' کے بموجب انسان کے رہن سہن میں یہ ساری تبدیلیاں تقریباً دس ہزار سال سے چھ ہزار سال قبل مسیح کے عرصہ میں واقع ہوئی ہیں ۔ گارڈن چائلڈ کے قول کے مطابق اس عرصہ میں انسان نے اپنے ماحول سے جنگ کرنا، فصل اگانا، جانور سدھانا، برتن بنانا اور کپڑے پہننا سیکھا اسکے علاوہ دھات دریافت ہونے سے پہلے پتھروں کے اوزاروں پر اس قسم کی پالش کرنا سیکھا جس سے یہ اوزار حجری عہد کے اوزاروں سے زیادہ مفید ثابت ہوئے[1] ۔ ترقی یافتہ کاشتکاری اور مستقل دیہی آبادی مشرق قریب میں تقریباً پانچ ہزار سال قبل مسیح میں شروع ہوئی ۔ پاکستان میں اس قسم کی بستیاں بلوچستان اور جنوبی سندھ میں تقریباً چار ہزار سال قبل مسیح سے موجود تھیں۔

علم الاثار کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایسے شواہد بہم پہنچائے جس سے زمانہ قبل تاریخ کی تاریخ متعین ہو

۱- ایسے اوزار برصغیر ہند و پاکستان بالخصوص شمالی مغربی صوبوں اور دکن میں پائے گئے ہیں ۔

Marfat.com

سکے۔ قبل تاریخ کے لوگوں نے ہمارے لئے کوئی تحریری مواد نہیں چھوڑا لیکن اسکے باوجود انھوں نے غیر شعوری طور پر ھی سہی اپنی زندگی کے بارے میں جو نشانیاں چھوڑی ھیں وہ آج ہمارے مقصد کے لئے کافی اھم اور بڑی معلومات افزا ثابت ھوتی ھیں۔ علم الاثار اسی مواد کے تجسس اور تحقیق کا نام ھے اور علم الاثار کے ماھرین کا یہ کام ھے کہ وہ قبل تاریخ عہد کے انسانوں کے بنائے ھوئے پتھر اور دھات کے سامان مٹی کے برتنوں، قبروں، غاروں اور مکانوں کی تلاش کریں لیکن یہ تلاش و تجسس ھی اصل کام نہیں ھے بلکہ علم الاثار کا بنیادی فریضہ یہ ھے کہ ھر قابل شناخت اثاثے کی مدد سے عمل انسانی کی تاریخ متعین کرے۔ یہاں یہ سوال بھی کیا جا سکتا ھے کہ قدیم تہذیبوں کی دریافت اور انپر تحقیق آیا علم الاثار کا مسئلہ ھے یا تاریخ کا؟ اور کیا ایک مورخ جستہ جستہ حاصل شدہ باقیات کی مدد سے اس دور کی تاریخ کی تدوین نہیں کر سکتا؟ نیز کیا ھر آدمی یہ چیزیں کھود کر نہیں نکال سکتا؟

عمل حفریات دراصل پرانی تہذیبوں کے مدفنوں کی کھدائی کا ایک سائنٹفک طریقہ ھے جسکی بنیاد اس اصول پر ھے کہ کسی چیز کی تاریخی اھمیت اس چیز کی ساخت، نوعیت اور ماھیت پر ھونے کے ساتھ ساتھ اس ماحول پر مبنی ھے جسمیں وہ دریافت ھوتی ھے۔ ایک عام کھدائی کرنے والے

Marfat.com

یا خزانہ کے متلاشی کا مقصد اسی وقت حاصل ہو جاتا ہے جب اسے کوئی نادر یا قیمتی چیز مل جاتی ہے اسکے برعکس ماہر آثار کاوی نادر اور خوبصورت اشیا کے دریافت ہو جانے پر ہی خوش نہیں ہو جاتا بلکہ وہ اسکا ہر زاویہ سے مشاہدہ کرتا ہے اور دیکھتا ہے کہ وہ کس جگہ اور کتنی گہرائی سے ملی ہے۔ کس عہد کی تہ میں، کس قسم کے سامان کے ہمراہ اور قرب و جوار میں دریافت شدہ اشیا سے کس تعلق کے ساتھ پائی گئی ہے اور یہ کہ یہ تمام مقامی شواھد اسکے بارے میں کسی نتیجے پر پہنچنے میں کس حد تک اور کیا مدد دیتے ھیں اور اسکی کیا کیا تعبیریں کی جا سکتی کیونکہ ان چیزوں کے جانے بغیر اس چیز کی حقیقی تاریخی اھمیت کا بمشکل ھی اندازہ کیا سکتا ہے اور اسی وجہ سے جہاں ابتدائی تہوں پر پھاؤڑوں، گینتیوں اور بیلچوں سے کھدائی شروع کی جاتی ہے وہاں ان تہوں میں جہاں باقیات ملنے لگتی ھیں چھرے چاقوؤں اور بعض اوقات تو برش تک سے مٹی ھٹائی جاتی ہے۔ بڑی احتیاط اور باریک بینی سے کام لیا جاتا ہے اور ھر چیز کا مکمل خاکہ تیار کرلیا جاتا ہے۔ یقیناً یہ بڑا صبر آزما کام ہے لیکن ایسی کھدائی بڑی دلچسپ بھی ھوتی ہے جہاں امید و بیم کی ایک کیفیت طاری رھتی ہے۔ یہی نہیں بلکہ ان کھدایوں سے مصر میں سونے اور جواھرات کے ذخیرے کریٹ میں منیاس کے محل کے خزائن، ٹیکسلا میں

Marfat.com

خوبصورت کندن کے زیورات، موھنجوداڑو اور ھڑپہ میں سونے چاندی، عقیق اور یشب کی بنی ھوئی ایسی باقیات دریافت ھوئی ھیں کہ کھودنے والوں کی آنکھیں خیرہ ھو ھوگئی ھیں۔

علم الآثار کے کھدائی کے طریقے زمانہ حال کی تحقیقات پر وضع کئے گئے ھیں۔ مورخ عموماً اپنی تحقیقات کی بنیاد ان تحریروں پر رکھتے تھے جو ان سے قبل کے لکھنے والوں نے چھوڑی تھیں۔ یہ لکھنے والے جس چیز کو چاھتے لکھتے جس کو چاھتے چھوڑدیتے ان کو عام طور پر امرا اور سلاطین کی سرپرستی میں کام کرنا پڑتا تھا چنانچہ عموماً یہ تحریریں انکے عہد کے فرمانرواؤں کے نام، انکے نسب ناموں، انکی عادات و اطوار، سیر و شکار، اور جنگ و جدال کے واقعات پر مبنی ھیں جس سے معلوم ھوتا ھے کہ شاید دنیا میں بادشاہ، راجے اور نواب ھی رھتے بستے چلے آئے ھیں۔ عام انسانوں کا ان تاریخوں میں گذر نہیں۔ البتہ اس عہد کے ادب کو کھنگالنے سے کبھی کبھی اس وقت کی سماجی زندگی پر ھلکی سے روشنی پڑجاتی ھے۔ لیکن ایک ماھر آثار کھدائی کرنے پر تحریری مواد کے ساتھ ساتھ عہد قدیم کے ایسے نوادرات بھی کھود کر نکالتا ھے جو اس عہد کے آرٹ، روز مرہ کے استعمال کی چیزیں، رھن سہن کے طور و طریق، معبد، اوزار و ھتھیار اور سیر و شکار اور رقص و سرود کی جیتی جاگتی تصویر ھمارے سامنے پیش کر دیتا ھے جنکو ھم دیکھ اور

Marfat.com

محسوس کر سکتے ہیں۔ اور 'شنیدہ کے بود مانند دیدہ' کے مصداق یہ معلومات کھدائی کے علاوہ کسی اور طریقہ سے حاصل نہیں ہو سکتیں۔

چنانچہ مصر کی قدیم تاریخ کے بارے میں ہماری ساری معلومات علم الاثار ہی کی رہین منت ہیں اور یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ہم چودھویں صدی عیسوی کے برطانیہ کی بہ نسبت چودھویں صدی قبل مسیح کے مصر کے بارے میں بہتر اور زیادہ با وثوق معلومات رکھتے ہیں[1]۔ کریٹ، بابل، اسیریا، نینوا، سمیری، حتی اور ایران کی سوس اور تخت جمشید کی تہذیب بھی اسی طرح منصہ شہود پر آئیں۔ خود وادی' سندھ کی تہذیب بھی ماہرین علم الاثار ہی کی کھدائی تفتیش و تحقیق کا نتیجہ ہے۔

یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ قدیم یادگاریں زیر زمین کیسے گئیں اور انہیں از سر نو ڈھونڈنے کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے اور مکانات اور پوری کی پوری بستیاں کیسے دفن ہو جاتی ہیں۔ در اصل یہ دفن نہیں ہوتیں بلکہ زمین یا مٹی کی سطح اونچی ہوکر انکو ڈھانک لیتی ہے۔ یہ بات روزانہ ہمارے گرد و پیش میں ہوتی رہتی ہے اور اتنی عام ہے کہ ہم کبھی اسکے بارے میں سوچنے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کرتے حالانکہ لاہور، ٹھٹھہ، 'اوچ' سہوان اور ملتان کی موجودہ بستیاں انکی قدیم بستیوں کے آثار پر آباد ہیں اور

1 Wooley - Sir Leonard, Digging up the Past, Pelican Series, P, 13.

Marfat.com

یہاں قدیم عمارات کے دفن شدہ آثار بہ آسانی دیکھے جاسکتے ہیں - پرانے زمانہ میں جب کوئی مکان گرتا تو نیا مکان کم و بیش اسی بنیاد پر نسبتاً زیادہ اونچائی پر بنایا جاتا تھا اور فرش پر ملبہ پھیلا کر زمین ہموار کرلی جاتی تھی- یہ عمل برابر جاری رہتا تھا- یہانتک کہ بعض اوقات جتنی دیوار زمین کے اوپر ہوتی اتنی ہی زمین کے نیچے دفن ہوجاتی تھی- مشرق قریب میں جہاں عموماً کچی اینٹوں کی دیواریں بنائی جاتی ہیں اور جنکو کافی موٹا رکھا جاتا ہے' یہ عمل زیادہ تیز ہوتا ہے- جب یہ دیواریں گرتی ہیں تو انکا ملبہ بہت زیادہ ہوجاتا ہے اور اسکا اٹھانا بھی مشکل ہوتا ہے چنانچہ مٹی کو اسی جگہ ہموار کرکے نیا مکان تعمیر کردیا جاتا ہے- اس طرح زمین کی سطح برابر اونچی ہوتی رہتی ہے- چنانچہ شام اور عراق میں بیشتر گاؤں اپنے ہی بنائے ہوئے ٹیلوں پر آباد ہیں اور بعض جگہ قدیم ترین آبادی کے آثار اب تقریباً ۱۰۰ فٹ زیر زمین ہیں- یہ دفن شدہ دیواریں مزید شکست و ریخت سے بچ جاتی ہیں-

اسی طرح جو بستیاں برباد ہوجاتی ہیں یا خالی کردی جاتی ہیں امتداد زمانہ سے انکی دیواریں ٹوٹ ٹوٹ کر اور چھتیں گر گر کر زمین کے اوپر انبار سا لگا دیتی ہیں جنکو تیز چلتی ہوئی ہوائیں ریت اور مٹی کے ذروں سے پاٹ دیتی ہیں اور بارش اس مٹی کو گیلا کر دیتی جو خشک

Marfat.com

ہونے کے بعد جم کر سخت ہو جاتی ہے اور جب ہزاروں سال کے عرصہ کے بعد یہ ٹیلے کھود کر پرانی بستی نکالی جاتی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے گویا زمین کے نیچے دفن شدہ شہر کھودا گیا ہے۔

بعض اوقات عارضی اسباب مثلاً سیلاب ، وبائیں آتشزدگی یا بیرونی حملوں کی وجہ سے آبادی ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقل ہو جاتی ہے، مکان ٹوٹ پھوٹ جاتے ہیں اور انپر مٹی کی ایک تہ جم جاتی ہے۔ کچھ عرصہ بعد اسی مقام پر پھر بستی بس جاتی ہے اسی طرح کئی دفعہ آباد ہونے اور اجڑنے سے مختلف تہیں بنتی رہتی ہیں ان تہوں کی اہمیت بہت زیادہ ہے کیونکہ یہ تہیں مختلف زمانوں میں بنتی ہیں اور ہر تہ ایک خاص عہد یا زمانہ کی نمائندگی کرتی ہے۔ یہ تہیں کسی مقام کے مختلف ادوار متعین کرنے اور ہر دور کی دوسرے دور سے مماثلت یا فرق اور ترقی و تنزل کے سمجھنے میں بہت معاون ہوتی ہیں۔

علم الاثار کی اہمیت اور طریق کار کے اس اجمالی خاکہ کے پس منظر میں وادیٔ سندھ یا کسی دوسری تہذیب کے منتشر اور بظاہر بے قیمت باقیات سے تمدن و معاشرت کا نقشہ مرتب کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

داستانِ انکشاف

Marfat.com

Marfat.com

دنیا کی تمام قدیم تہذیبیں دریاؤں کی وادیوں میں پیدا ہوئیں اور وہیں پروان چڑھیں۔ چنانچہ وادیٔ نیل کی تہذیب یا وادیٔ دجلہ و فرات کی تہذیب یا جنوبی ایران کے دریائے قارون کی تہذیب سب دریاؤں کی تہذیبیں ہیں۔ دریائے سندھ کی وادی بھی بلا شبہ ایسی تمام صلاحیتیں رکھتی تھی جو ایک تہذیب کو جنم دے سکتی ہوں لیکن اب سے چند سال پہلے تک وہ ماہرین آثار جو مصر اور ایران کا ایک عرصے سے جائزہ لے رہے تھے اس بات کو مانتے نہ تھے کہ اس سرزمین میں بھی متمدن زندگی کے آثار دفن ہوسکتے ہیں۔ برصغیر ہند و پاکستان کی قدیم تاریخ کی تدوین کے سلسلے میں پرانے کتبوں، سکندر اعظم کے حملہ کے وقت کے حالات، غیر ملکی سیاحوں مثلاً فاھیان اور ھوان سانگ وغیرہ کے تذکروں، اور مقدس ویدوں کی بے ربط تشبیہوں اور استعاروں سے بھرپور

Marfat.com

افسانوی روایات پر اعتماد کیا جاتا تھا اور ہمیں یہی بتایا جاتا رہا کہ آریوں کی آمد سے قبل یہاں ایسے لوگ آباد تھے جو وحشی اور غیر متمدن تھے۔ جنکا کوئی دھرم نہ تھا جو سیاہ فام تھے۔ جنکے چہروں پر چپٹی ناک تھی جو نہ ہونے کے برابر تھی اور جنھیں آریوں نے مغلوب کرکے 'داس' یعنی غلام کا لقب دے رکھا تھا۔ برصغیر ہند و پاکستان کے سوریہ عہد سے قبل کی تاریخ نا پید تھی۔ حتیٰ کہ سنہ ۱۹۰۵ء میں مشہور مورخ ونسنٹ اسمتھ نے اس سرزمین کی قدیم تاریخ کے بارے میں فرمایا تھا کہ 'ھندوستان میں کانسے کا عہد نا پید ہے۔ یعنی وہ تہذیب کے اس دور سے کبھی نہیں گزرا جسمیں کانسے (تانبہ اور قلعی کی ملی جلی دھات) کے بنے ہوئے ایسے اوزار ہوں جو عام طور پر عہد حدید میں پائے جاتے ہیں'[1] یہ بات غلط تو ہے مگر اس میں مسٹر اسمتھ یا دوسرے محققین کا کوئی قصور نہیں کیونکہ برصغیر ہند و پاکستان میں محکمہ آثار قدیمہ کی بنیاد سنہ ۱۹۰۲ء میں پڑی اور باقیاتی تفتیش کا کام اسکے کافی عرصے بعد ہی شروع ہوسکا۔

باقیاتی تفتیش

باقیاتی تفتیش کے ابتدائی دور میں ان تمام حوالوں کی بنیاد پر جو تاریخی دستاویزوں اور سفرناموں میں ملتے ہیں

[1]Smith, V.A.,—'The Copper Age and Prehistoric Bronze implements of India,' Indian Antiquary XXXIV (1905), p. 229.

Marfat.com

بدھوں کے آثار اور معبدوں کی تلاش ہوتی رہی اور اس سعی بے بہا کا نتیجہ ٹیکسلا ۔ پاٹلی پتر ۔ نالندہ ۔ سانچی اور سارناتھ وغیرہ کی اہم دریافتوں کی شکل میں ظاہر ہوا ۔ بدھوں کے مٹھوں اور معبدوں کی تلاش کے سلسلہ میں ہی سنہ ۱۹۲۳ء میں سندھ کے ضلع لاڑکانہ کے ایک دور افتادہ مقام پر ایک اسٹوپہ کی کھدائی میں ایسے حجرے برآمد ہوئے جو مٹھ کے چاروں طرف بنے ہوئے تھے ۔ ایک حجرے میں چند ایسے سکے بھی پائے گئے جو کشان عہد کے راجہ واسدیو کے دور حکومت کے تھے ۔ کھدائی جاری تھی کہ اسٹوپہ کی بنیاد کے قریب ایک ایسی مہر برآمد ہوئی جو شکل و شباہت میں ہڑپہ کی ان تصویری رسم الخط والی مہروں سے مماثلت رکھتی تھی جنھیں پچاس سال قبل سر الیگزینڈر کننگھم[1] نے دریافت کیا تھا اور جنکا تذکرہ اس نے اپنی رپورٹ میں سنہ ۱۸۷۵ء میں کیا تھا ۔ سنہ ۱۹۱۲ء میں ڈاکٹر فلیٹ کو بھی اسی قسم کی مہریں ملی تھیں[2] لیکن اس قدیم تہذیب کی نقاب کشائی کرنے والوں کو پتہ نہ تھا کہ اس پردۂ زنگاری میں کوئی ایسا معشوق چھپا ہوا ہے جسکا رخ انور تاریخ کے اس تاریک دور کو تابناک کردیگا ۔

انھیں دنوں ہڑپہ میں بھی عمل حفریات کا سلسلہ جاری تھا اور وہاں بھی اسی قسم کی مہریں ۔ مٹی کے ظروف اور

[1] Sir Alexander Cunningham.

[2] تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں ۔

Fleet, J.F.—'Seals from Harappa' J. R. A. S. 1912, p. 699.

Marfat.com

پکائی ہوئی مٹی کے مجسمے اور دوسری اشیا برآمد ہو رہی تھیں جو برصغیر ہند و پاکستان کے تمام دوسرے علاقوں سے دریافت شدہ باقیات سے قطعی مختلف تھیں ۔

سر جان مارشل اس وقت محکمہ آثار قدیمہ کے ناظم اعلیٰ تھے ۔ شیرین تہذیب کے فرہادوں کی 'کوہ کنی' سے حاصل شدہ سرمایہ جب سنہ ۱۹۲۴ء میں ایک جگہ جمع کیا گیا اور اسکی بے مثال یکرنگی اور مماثلت پر نظر ڈالی گئی تو یہ انکشاف ہوا کہ موسیٰ کو آگ ملنے کے بجائے پیمبری نصیب ہوئی ہے ۔ گویا اس بات کا پتہ چلا کہ موہنجوداڑو اور ہڑپہ جو ایک دوسرے سے چار سو میل کے فاصلے پر واقع ہیں یقیناً ایک ہی قسم کی تہذیب کے فرزندوں کے مسکن رہے ہونگے ۔ ان دونوں جگہوں کے باسیوں کا تمدن ان کی معاشرت' اعتقادات' رہن سہن سب ایک ہوں گے ۔

دریافت شدہ باقیات کی حیرت انگیز مماثلت ماہرین آثار کے لئے بڑی جاذب توجہ ثابت ہوئی ۔ اس نے غور و فکر کے لئے ایک زبردست مسئلہ اور سعی و عمل کے لئے ایک عظیم الشان میدان پیش کیا اور آئندہ اقدامات کی اساس اس بات پر رکھی گئی کہ روایات اور غیر مصدقہ قصہ کہانیوں کی نقاب کشائی کر کے اس بر صغیر کی قدیم تاریخ کو صحیح بنیادوں پر مرتب کیا جائے ۔ چنانچہ ہڑپہ اور موہنجوداڑو میں اعلیٰ پیمانے پر کھدائی کا کام شروع کیا گیا ۔

Marfat.com

ہڑپہ اور موہنجوداڑو کے درمیان چار سو میل کا فاصلہ ہے اور کوئی تہذیب ایک جگہ سے جست لگا کر دوسری جگہ نہیں پہنچتی بلکہ اسکے اثرات قرب و جوار کے علاقوں کو اثر انداز کرتے ہوئے پھیلتے اور بڑھتے ہیں اس لئے یہ تسلیم کیا گیا کہ عہد قدیم میں اس چار سو میل کے اندر ایک ہی تہذیب کی عملداری رہی ہوگی ۔ چنانچہ ان مقامات کی باقیاتی اہمیت کا اندازہ ہونے پر اسی قسم کے دوسرے خرابوں کی تلاش و جستجو شروع ہوئی ۔ سنہ ۱۹۲۵ ء میں موہنجوداڑو سے دریافت شدہ باقیات سندھ کے مختلف ضلع کلکٹروں کو روانہ کی گئیں تاکہ وہ اپنے علاقوں میں ان اشیا سے مماثلت رکھنے والی باقیات دریافت ہونے والے مقامات تلاش کرکے محکمہ آثار قدیمہ کو مطلع کریں ۔ محکمہ کے ایک افسر مسٹر این ۔ جی مجمعدار کو ان علاقوں کی باقیاتی تفتیش کے کام پر مامور کیا گیا اور انہوں نے سنہ ۱۹۲۷ ۔ ۳۱ ء کے درمیان چنہوداڑو[1] ۔ غازی شاہ[2] ۔ لوہری[3] ۔ علی مراد[4] ۔ آمری[5] ۔ جھکر[6] اور جھانگر[7] وغیرہ کے مقامات پر کانسے کے عہد کی اہم بستیاں دریافت کیں سنہ ۱۹۳۸ ء میں انہوں نے کرتھر پہاڑیوں کی وادی میں بھی نئے مقامات دریافت کئے ۔ انکی مرتب کی ہوئی رپورٹ[8] سے پتہ چلتا ہے کہ وادی سندھ سے تعلق رکھنے والے

---

[1]Chanhudaro. [2]Ghazi Shah. [3]Lohri. [4]Ali Murad. [5]Amri. [6]Jhukar. [7]Jhangar.

[8]Majumdar, N. G.—Explorations in Sind. Memoirs of Archaeological Survey of India No. 48. Delhi, 1934.

Marfat.com

علاقے شمالی سندھ اور جنوبی سندھ کے اسی قدیم راستہ پر آباد تھے جو لاکی کے قریب دریائے سندھ سے ملتا ہے - یہ تفتیش دریائے سندھ کے کناروں تک ہی محدود رہی -

سنہ ۱۹۲۹ ء میں مسٹر مادھو سروپ وتس نے مشرقی پنجاب کے ضلع انبالہ میں کوٹلہ نہنگ[1] اور سنہ ۱۹۳۰ء میں کاٹھیاوار میں رنگ پور[2] میں اسی قسم کی تہذیبوں کے مراکز دریافت کئے -

سنہ ۱۹۲۵ ء تک موھنجودارو اور ھڑپہ میں جو کھدائی اور تحقیقات کی گئی اسکے نتائج سر جان مارشل نے تین جلدوں میں شایع کئے[3] ان میں پہلی دو جلدوں میں دریافت شدہ باقیات پر سیر حاصل تبصرہ اور تیسری جلد میں باقیات کے عکس اور چربے چھاپے گئے- سنہ ۱۹۲۷ سے ۳۱ ء تک مسٹر ای - جے - ایچ میکے نے موھنجودارو میں مزید کھدائی کرائی اور اپنی تحقیقات کوشایع کیا[4] سنہ ۱۹۲۶ ء تک مسٹر مادھو سروپ وتس نے ھڑپہ پر کام کیا اور رپورٹ شایع کی[5] -

---

1Kotla Nihang. 2Rangpur.

3Marshall, Sir John, Mohenjodaro and Indus Civilization Vols. 1—3 London, 1931.

Marshall Mohanjodaro. آئندہ حوالہ جات میں اس کتاب کو مختصراً لکھا جائے گا -

4Mackay—E. J. H. Further excavations at Mohenjodaro 2 Vols. Delhi, 1937.

5Vats, M. S.—Excavations at Harappa, Vols. 1—2, Delhi, 1940.

Marfat.com

وادی سندھ کی تہذیب کا سندھ کے غربی جانب بسنے والے علاقوں اور خصوصاً مغربی پاکستان کی غربی سرحدوں کے اس پار کے ممالک کی تہذیب سے رابطہ بڑی اہمیت رکھتا ہے - کیونکہ سمیر اور بابلی تہذیبوں کے عہد متعین ہوچکے ہیں اور انکی مدد سے ہم یہاں کی تہذیب کی تاریخیں متعین کر سکتے ہیں - بلوچستان ان دونوں تہذیبوں کے علاقوں کے درمیان واقع ہونے کی وجہ سے کم وبیش ایک سنگم کی حیثیت رکھتا ہے اور اسی وجہ سے یہاں خاصا کام کیا گیا - شمالی اور جنوبی بلوچستان کے پہاڑی علاقوں میں سر آریول اسٹائن اور ہارگریوز نے بڑی محنت اور جانفشانی سے باقیاتی تفتیش کی ہے - مسٹر ہارگریوز نے سنہ ۱۹۲۵—۲۶ء میں نال میں ایک بہت اہم قبرستان دریافت کیا[1] - اور سر آریول اسٹائن[2] نے سنہ ۱۹۲۶—۲۸ء کے درمیان بہت سے اہم مقامات کا کھوج لگایا جسمیں ستکاجن دور[3]، شاہی تمپ[4]، مہی[5]، نندرا[6] دابرکوٹ[7]، پیرانو غندائی[8]، مغل غندائی[9]، شور[10] اور جنگل[11] قابل ذکر ہیں -

---

[1] Hargreaves, H. Excavations in Baluchistan M. A. S. I., No.35. Delhi, 1935.

[2] Stien, Sir. A., (I) An archaeological tour in Waziristan and Northern Baluchistan. M. A. S. I. No. 37—1929. (II) Archaeological tour in Gedrosia, M. A. S. I., No. 43 1931.

[3] Sutkagen-Dor. [4] Shahi Tump. [5] Mehi. [6] Nundara. [7] Dabarkot. [8] Perrano Ghundai. [9] Mughal Ghundai. [10] Shor. [11] Jungle.

Marfat.com

سنہ ۱۹۳۱ کے اقتصادی بحران کی وجہ سے عمل حفریات اور باقیاتی تفتیش کا کام معرض التوا میں پڑ گیا اور پندرہ سال کی طویل مدت کے بعد ڈاکٹر سر آر - ای - ایم وھیلر نے سنہ ۱۹۴۶ میں نئے اسلوب سے کھدائی کرائی اور ھڑپہ کی شہرہ آفاق شہر پناہ دریافت کی - قیام پاکستان کے بعد ڈاکٹر وھیلر نے حکومت پاکستان کے مشیر آثار قدیمہ کی حیثیت سے سنہ ۱۹۵۰ میں اس بات کا اندازہ لگانے کے لیے کھدائی کرائی کہ آیا موھنجودارو کی بستی شہر پناہ کے اندر تھی ؟ - اس شہر کے قدیم ترین باشندے کون تھے ؟ اور اس تہذیب کے عروج کی انتہا اور زوال کی ابتدا کیا تھی ؟

ھندوستان میں مسٹر اجئے گھوش نے سنہ ۱۹۵۱ء میں دریائے گھاگر کی خشک گذرگاہ کا جائزہ لیا اور جیسلمیر اور بیکانیر میں وادئ سندھ کے عہد کی تقریباً پچیس نئی بستیاں دریافت کیں -

حکومت کی سعی و عمل کے ساتھ ساتھ چند تحقیقی اداروں اور ماھرین آثار نے نجی طور پر اس سلسلہ میں کافی خدمات انجام دی ھیں - چنانچہ سنہ ۱۹۳۵ء سے ۴۰ء تک مسٹر میکے کی سرکردگی میں ایک امریکی ادارے کی اعانت سے چنہو دارو ضلع نواب شاہ میں کھدائی کرائی گئی[1] مسٹر ای - جے - راس نے ژوب اور لورا لائی میں قابل قدر

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں -

Mackay, E. J. H.—Chanhudaro Excavations, 1935-36.

Marfat.com

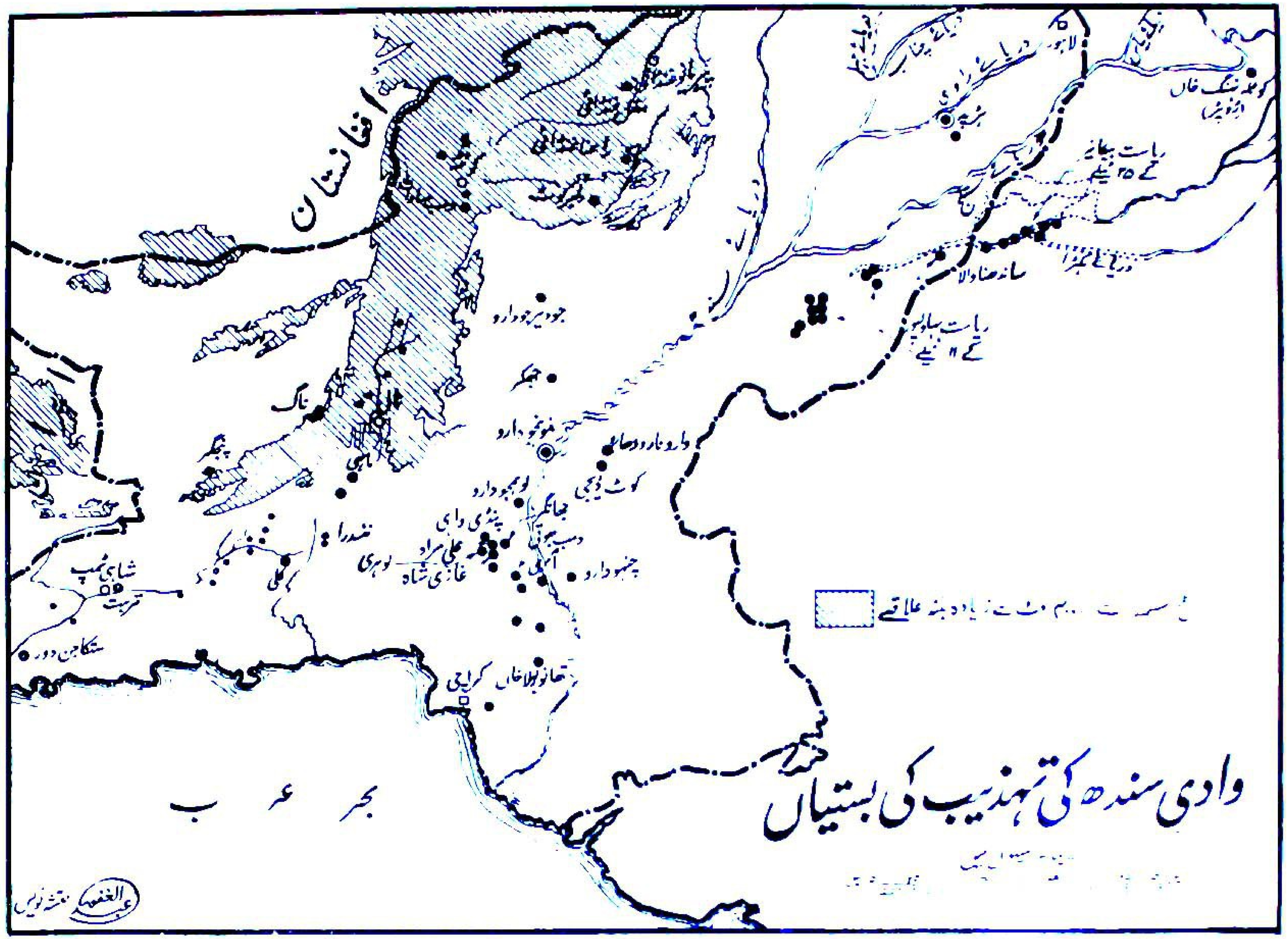
وادی سندھ کی تہذیب کی بستیاں
افغانستان
بحر عرب
موہنجو دارو
جودیر جو دارو
چنہو دارو
کوٹ ڈیجی
لوہری
غازی شاہ
علی مراد
پنڈی وای
کراچی
تھانو بولا خاں
ستکاجن دور
شاہی تمپ
تربت
نال
ہڑپہ
لاہور
کوٹلہ نہنگ خاں
ساندھنا والا
ریاست بہاولپور
عبدالغفور نقشہ نویس

Marfat.com

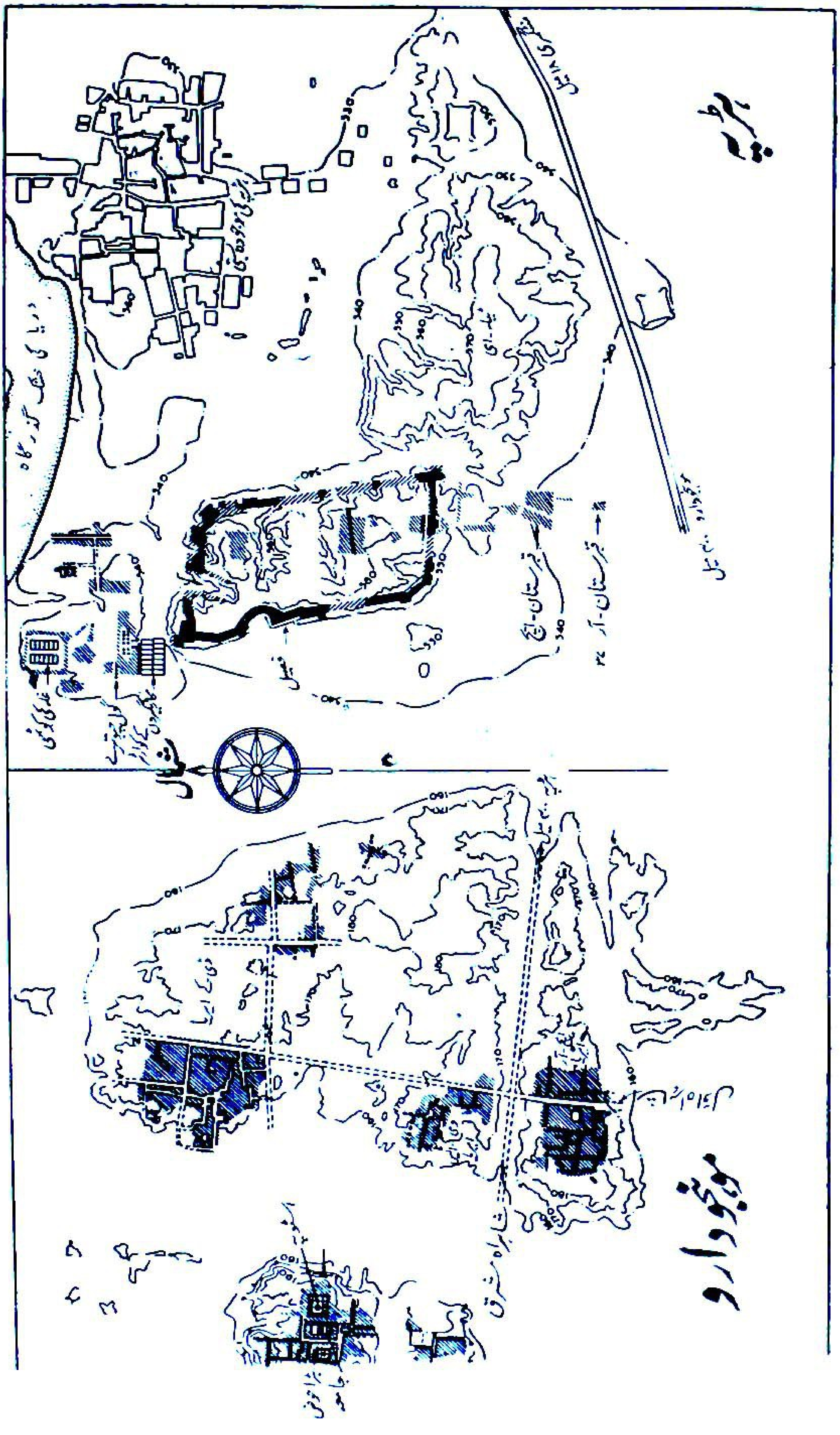

Marfat.com

باقیاتی تفتیش کی - پروفیسر اسٹورٹ پگٹ نے سنہ ۱۹۴۶ء میں کوئٹہ کے علاقہ سے نئی قسم کے ظروف گلی دریافت کئے اور اپنی کتاب 'پری ہسٹارک انڈیا' شایع کی[1] -

سنہ ۱۹۵۰ء میں مس بی - ڈی - کارڈی[2] نے حکومت پاکستان کی معاونت سے بلوچستان میں تفتیش کی اور ٹوگاؤ[3] کے مقام سے ایسی باقیات دریافت کیں جن کی تاریخ ایک ہزار سال قبل مسیح سے ۱۲۰۰ قبل مسیح تجویز کی گئی ہے اور جو سیالک دور دوئم[4] (ایران) اور سمیر کے نقشین ظروف گلی سے مماثلت رکھتی ہیں - سنہ ۱۹۵۱ء میں نیچرل ہسٹری میوزیم، نیویارک کی جانب سے مسٹر والٹر فیر سروس نے بھی بلوچستان میں باقیاتی تفتیش کی-انہیں کلی گل محمد[5] میں متاخر حجری عہد کے ابتدائی دور کی تہیں ملیں - اس دور کے لوگوں کو مٹی کے برتن بنانا نہیں آتا تھا - ایسی بستیاں عراق میں جرمو[6] اور اردن میں جریکو[7] کے مقامات پر بھی دریافت ہوئی ہیں[8] -

سنہ ۱۹۵۴ء میں هارورڈ یونیورسٹی (امریکہ) کے پی باڈی میوزیم کی جانب سے ڈاکٹر ہنری فیلڈ اور محکمہ آثار قدیمہ

---

1 Piggott, Stuart—Prehistoric India, Penguin Books, 1950.

2 Miss B. de Cardi.—On the Boarders of Pakistan—Recent Exploration—(Art and Letters, Royal India, Pakistan and Ceylon Society), No. 2, (1950)

3 Togao. 4 Sialk II. 5 Kili Gul Mohammad. 6 Jarmo. 7 Jerico.

8 Fairservis. W.A.—Preliminary Report on the Prehistoric Archaeology of Afghanistan-Baluch areas, NOVITATES, American Museum of Natural History, No. 1587, (1952)

Marfat.com

پاکستان کی جانب سے راقم نے جنوبی بلوچستان میں تربت[1] سے سند اور پھر تربت سے خوشاب[2] - پنجگر[3] - ناگ قلات[4] - سراب[5] اور کوئٹہ کے راستہ پر سفر کیا اور وادی کیچ اور وسطی مکران میں واقع تیئیس قدیم ٹیلوں پر سے باقیات جمع کیں - اسی مشن نے بہاولپور میں چولستان کے ریگزاروں میں قدیم دریائے ھکڑا کی خشک گذرگاہ کے کنارے کنارے مزید دس قدیم بستیاں دریافت کیں - اس مشن کی دریافت کی ہوئی باقیات پر ڈاکٹر فضل احمد خان ، ناظم محکمہ آثار قدیمہ پاکستان نے تحقیق کی ھے جسکی رپورٹ امریکہ میں شایع ھو رھی ھے -

افغانستان میں موسیو کزال اور موسیو راؤل کیوریل کی سرکردگی میں فرانسیسی ماھرین آثار کی ایک جماعت نے قندھار کے قریب منڈی گاک پر کھدائی کرائی جہاں وادئ سندھ کی باقیات سے مماثلت رکھنے والی اشیاء دریافت ھوئی ھیں - اسی طرح ایران میں وادئ سندھ کی باقیات سے مماثلت رکھنے والی باقیات ملی ھیں ان پر بھی ڈاکٹر فضل احمد خاں نے تحقیق کی ھے[6] -

سنہ ۱۹۵۵ ء میں ھندوستان کے محکمہ آثار قدیمہ نے ضلع احمد آباد (بمبئی) میں لوتھال کے مقام سے ایسی باقیات دریافت کی ھیں جو لوتھال اور وادئ سندھ کے گہرے تعلقات

---

1 Turbat. 2 Khushab. 3 Panjgur. 4 Nag Kalat. 5 Surab.

6 Khan, Dr. F. A.— Fresh Side-lights on Indus Valley and the Bronze Age Orient Annual report of the Institute of Archaeology, London, 1955, p. 55—68,

Marfat.com

کی نشاندھی کرتی ھیں اسی طرح ۱۹۵۶ ء اور ۱۹۵۸ ء میں پاکستان میں کوٹ ڈیجی (خیر پور) میں محکمہ آثار قدیمہ کی جانب سے ڈاکٹر فضل احمد خاں نے کھدائی کرائی جس سے بیش قیمت معلومات بہم پہنچیں[1] -

غرضیکہ گذشتہ نصف صدی سے اس قدیم تہذیب کے خدوخال اجاگر کرنیکی مسلسل کوششیں جاری ھیں - اس جدو جہد میں بہت سے ماھرین آثار کی تحقیق و تجسس کا حصہ ھے جنہوں نے اپنی انتھک کوششوں سے ھمارے ماضی بعید کے بہت سے گم شدہ حقائق سے ھمیں روشناس کرایا ھے -

تاریخ

وادئ سندھ کی تہذیب کے عہد اور زمانہ کے بارے میں تفصیلی گفتگو گیارھویں باب میں کی گئی ھے لیکن آگے بڑھنے سے پہلے چند ابتدائی باتیں ھماری رھنمائی کے لئے ضروری ھیں -

وادئ سندھ اور بلوچستان میں جو لا تعداد چقماقی اوزار دریافت ھوئے ھیں وہ غالباً رھڑی اور سکھر کے چقماق اوزاروں کی ترقی یافتہ شکل ھیں[3] اور ھوسکتا ھے کہ یہ اوزار اس گروہ

[1] Khan, Dr. F. A.—Kotdiji, Preliminary report on Kotdiji Excavations, 1956—58, Karachi.

[3] Terra, H. De and T. T. Paterson—Studies on the Ice Age in India and Associated Human Cultures. (Washington, 1939), pp. 331—336.

Marfat.com

کے استعمال میں رہے ہوں جو سب سے پہلے رہڑی میں آباد ہوئے اور جنہوں نے دوسرے مقامات پر بھی اپنے اثرات ڈالے۔

سنگ چقماق کے بنے ہوئے لمبے اور پتلے پھل وادئی سندھ میں ہڑپہ ، موہنجودارو ، آمری ، کوٹ ڈیجی اور اسی عہد کی دوسری بستیوں سے بھی حاصل ہوئے ہیں اور رہڑی سکھر کی پتھر کی صنعت کا جزو معلوم ہوتے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ حجری عہد اور کانسے کے عہد کی گم شدہ کڑی ہوں۔ فیر سروس نے کانسے کے عہد سے قبل کے دور کے بنے ہوئے اسی قسم کے حجری اوزار کلی گل محمد (بلوچستان) میں دریافت کیے ہیں یہاں کے باشندے کچی مٹی کے مکانوں میں رہتے ، بھیڑیں پالتے اور شاید کاشتکاری بھی کرتے تھے۔ کسی ٹھوس دلیل کی غیر موجودگی کی بنا پر انکا تاریخی عہد متعین کرنا تو دشوار ہے لیکن عام طور پر کلی گل محمد کلچر کو چار ہزار سال قبل مسیح کا کلچر کہا جاسکتا ہے۔ ژوب کی وادی میں ابتدائی آبادیوں کے شواھد ملتے ہیں۔ بلوچستان میں رانا گنڈائی کے ٹیلے میں آبادی کی پانچ تہیں دریافت کی گئی ہیں جن پر اسٹورٹ پگٹ نے تحقیق کی ہے ان تہوں کے نام آر ۔ جی ایک سے پانچ رکھے گئے ہیں۔ ان تہوں کی خصوصیات ایک دوسرے بالکل متمایز ہیں مثلاً آر ۔ جی ۔ ۱ کے لوگ ہاتھ کے بنے ہوئے سادے برتن اور چقماقی اوزار استعمال کرتے ، جانور پالتے اور جھونپڑیوں میں رہتے تھے مگر آر۔جی ۔ ۲ کے لوگ چاک پر برتن بناتے اور برتنوں کی سرخ اور زرد زمین

Marfat.com

پر کالے رنگ کے مصالحے سے نقاشی کرتے جو بیل ہرن اور سیاہ نر چیتل کی تصاویر کے مشابہ ہوتی تھیں اور یہ بات بڑی دلچسپ ہے کہ اسی قسم اور ایسے ہی نقوش والے برتن حصار کی تہ نمبر ۱ سے دریافت شدہ برتنوں پر بھی ملے ہیں اور بظاہر یہ ناممکن بھی نہیں معلوم ہوتا کہ چار ہزارویں سال قبل مسیح کی آخری نصف صدیوں میں یہ اثرات ایران سے بلوچستان پہنچے ہوں۔ بہر حال آر ۔جی ۳ میں تہذیب نے مزید ترقی کی اور پتھروں کے بنے ہوئے آثار پر کچی اینٹوں کی دیواریں بنائی گئیں اور تانبا استعمال ہونا شروع ہوا اور مٹی کی بنی ہوئی بھیانک چہروں والی نسوانی مورتیاں بنائی گئیں یہاں سے مختلف رنگوں والے مٹی کے برتن بھی دریافت ہوئے ہیں لیکن ایک رنگ سے رنگے ہوئے ظروف کی کثرت ہے ۔ اسی قسم کے ظروف گلی ہڑپہ کی شہر پناہ کی بنیاد میں بھی پائے گئے ہیں ۔ چوتھی اور پانچویں تہوں کی باقیات وادیٔ سندھ کی تہذیب کے بعد کے دور سے متعلق ہیں[1] ۔

دوسری اہم دریافت کوئٹہ سے حاصل شدہ ظروف گلی ہیں ان ظروف کی زمین سفیدی مائل سرخ ۔ خاکستری اور سبزی مائل ہے ۔ ان کے اوپر زرد اور بھورے رنگ کے مصالحہ سے ہند سی اشکال بنائی گئی ہیں جو پروفیسر پگٹ کے اندازے کے مطابق کوئٹہ کے ظروف تل باکون[2] ، سوسا تہ[3] ۱ ،

---

[1] Piggot, Stauart,—Prehistoric India, pp. 120—131.

[2] Tal-e-Bakun. [3] Susa I.

Marfat.com

گیان تہ ۵[1] اور سیالک تہ ۳[2] کے مماثل ھیں اور انکی تاریخ تقریباً تین ہزار پانچ سو سال قبل مسیح ھے - آمری کے ظروف باریک ھیں اور انکی زمین خاکستری اور ھلکے سرخ رنگ کی ھے جن پر ھندسی اشکال بنائی گئی ھیں - یہ وادئ سندھ کی تہذیب کے ظروف سے قدرے پہلے کی ھیں - اسی طرح ایک اور کلچر جو وادئ سندھ کی تہذیب سے پہلے معرض وجود میں آیا لیکن اس کے عہد تک موجود رھا ، نال کے قبرستان کا کلچر ھے - یہاں سے جزوی اور مکمل تدفین کے آثار ملے ھیں لیکن جزوی تدفین کے آثار زیادہ ھیں - ان مدفنوں میں زرد یا سبزی مائل خاکستری رنگ کے ظروف ملے ھیں جن پر مختلف ڈیزائنوں میں سیاہ - نیلا - زرد اور سرخ رنگ استعمال کیا گیا ھے - یہاں سے تانبے کی چپٹی کلہاڑیاں اور چاقو کے پھل بھی دریافت ھوئے ھیں - کلی ماھی[3] کے ظروف خاکستری رنگ کے ھیں ان پر جانوروں اور مناظر قدرت کی نقاشی کی گئی ھے - یہ ظروف عراق کے شاھی خانوادوں سے قبل کے عہد کے سرخ رنگ کے ظروف گلی سے مشابہ ھیں اور تقریباً دو ہزار چھہ سو سال قبل مسیح کے ھیں -

وادئ سندھ کی تہذیب کا وہ دور جسے ہڑپہ کلچر کہا جاتا ھے عراق میں سارغن یا سارگن کے عکادی عہد کا ھمعصر تھا - سارگن کا عہد تقریباً ۲۳۵۰ ق - م بیان کیا جاتا ھے کیونکہ دو ہزارویں سال قبل مسیح میں

---

1 Giyan. V 2 Sialk. III. 3 Kili Mehi.

Marfat.com

سارگن کے بیٹے نارام سن کی موت کے بعد گوتی اور دوسرے قبائل اس مملکت میں در آئے تھے -

موجودہ تحقیقات سے یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ دو ہزار تین سو سال قبل مسیح میں وادئ سندھ ایک عظیم حکومت کا گہوارہ تھی اور اس کے دو دارالحکومت تھے - ایک ہڑپہ جو راوی کے مشرقی کنارے پر واقع تھا دوسرا موہنجودارو جس کی عظمت کے آثار ضلع لاڑکانہ میں ڈوکری اسٹیشن سے چھ میل دور دریائے سندھ کے کنارے دیکھے جاسکتے ہیں - ہڑپہ اور موہنجودارو غالباً ایک مملکت کے دو ہم عصر پایہ تخت تھے[1] - بادی النظر میں یہ بات بڑی عجیب سی معلوم ہوتی ہے لیکن ایسی مثالیں تاریخی دور میں بھی ملتی ہیں چنانچہ پروفیسر پگٹ نے ان کی مثال دوسری صدی عیسوی کے کشان عہد کے دو ہمعصر پایہ تخت پشاور اور متھرا سے دی ہے - اسی طرح نویں صدی عیسوی میں عربوں کے زمانہ اقتدار میں مغربی پاکستان میں شمالی حکومت کا پایہ تخت ملتان (ہڑپہ کے قریب) اور جنوبی حصہ کا پایہ تخت منصورہ (موہنجو دارو کے قریب) موجود تھے[2] -

---

[1] Piggott, Stuart—Prehistoric India, p. 150.

[2] Wheeler, R.E.M.—Five Thousand Years of Pakistan, p. 30.

Marfat.com

جغرافیائی پس منظر

Marfat.com

وادئ سندھ کی تہذیب کے اہم مراکز شمالی مغربی سرحدی علاقوں اور کشمیر کو چھوڑ کر سارے مغربی پاکستان میں پھیلے ہوئے ہیں لہذا ان کا مطالعہ کرنے کے لئے اس علاقہ کے جغرافیائی پس منظر کا جائزہ لینا ضروری ہے ۔

وادئ سندھ کا علاقہ ایران اور افغانستان کی سطح مرتفع کے مشرق میں واقع ہے زمانہ قدیم سے بلوچستان کے چند دروں کے ذریعہ وادی سندھ اور اس سطح مرتفع کے مابین تہذیبی اور تجارتی تعلقات رہے ہیں ۔ اس علاقہ کے جنوب مغرب میں پاکستان کی ساحلی پٹی ، خلیج فارس کے ساحلی راستے اور بحر عرب کے ذریعہ وادئ سندھ کو دوسرے ممالک سے ملاتی ہے ۔ شمال میں ہمالیہ اور مشرق میں راجپوتانہ کے ریگستان نے اس علاقہ کو قدرتی طور پر ایک جغرافیائی وحدت بنا رکھا ہے جسے برقرار رکھنے میں دریائے سندھ کو زبردست اہمیت حاصل ہے ۔

Marfat.com

آجکل بلوچستان کا علاقہ بنجر پہاڑیوں ، بے برگ و گیاہ سطح سرتفع ، خشک ریگ زاروں اور ریتیلے ویرانوں پر مشتمل ہے اسی طرح مکران کے ساحل سے ایرانی سرحد کے آخری مقام گواڈر تک تین سو میل کا علاقہ ریتیلے ٹیلوں پر مشتمل ہے۔ اس ساحلی پٹی کے اوپر شمالاً جنوباً سات ہزار فٹ بلند پہاڑیوں کا گٹھا ہوا سلسلہ ہے جس کے درمیان نال' حب اور دوسرے دریاؤں کی وادیاں ہیں۔ پھر اس کے شمال میں خاران اور قلات کے بلند علاقے ہیں جن میں بال گتر گدر اور جھلاون کے خشک میدان اور رخشان اور سر چشمہ کی وادیاں ہیں اس کے شمال میں پشین' شبستان اور ہلمند کا نخلستان ہے۔ یہاں کوہ ماران اور دوسرے بلند پہاڑ بھی ہیں جو دس ہزار فٹ تک بلند ہیں۔ کچھ فاصلے پر شہر کوئٹہ درۂ بولان کے سرے پر اس قدیم کاروانی راستے پر واقع ہے جو قندھار کو وادئ سندھ سے ملاتا ہے۔

سندھ میں سکھر بیراج اور غلام محمد بیراج سے نکلی ہوئی نہروں کے ذریعہ سیراب ہونے والے علاقوں کو چھوڑ کر تقریباً سارا علاقہ خشک اور بے مصرف ہے۔ کراچی کی پشت پر کرتھر پہاڑیوں کے سلسلے ہیں جن کی وادیوں میں کہیں کہیں قدرتی چشموں کی وجہ سے نخلستان نظر آتے ہیں۔ شمال میں لاڑکانہ کے قریب زمیں میں بے انتہا کھار اور شورے کی آمیزش ہے۔ گرمی بے انتہا شدت کی پڑتی ہے حتی کہ درختوں کے سایہ کے نیچے درجہ حرارت ایک سو بیس ڈگری (۱۲۰°)

Marfat.com

ہوتا ہے۔ آفتاب کی تمازت سے زمین کی نمی اڑ جانے کی وجہ سے سطح زمین پر اکثر ایک پپڑی سی جم جاتی ہے جس کو کلر کہتے ہیں۔ کہیں کہیں جنگلی جھاڑیاں اور خاردار درخت بھی پائے جاتے ہیں۔

ایسی سرزمین اور ایسی آب و ہوا میں ہڑپہ اور موہنجودارو جیسے عظیم الشان شہروں کا وجود، جنکی آبادی تین تین میل کے رقبوں میں پھیلی ہوئی تجویز کی جاتی ہو قرین قیاس نہیں۔ اور یہ بات ماننی پڑتی ہے کہ ماضی میں اس سر زمین کی فضا سازگار اور حالات بدلے ہوئے ہونگے۔

آئیے دیکھیں کہ اس علاقے کا باقیاتی پس منظر اب سے پانچ ہزار سال پہلے کے جغرافیائی حالات کا اندازہ لگانے میں کس حد تک ہماری مدد کرتا ہے۔

وادئ سندھ کی بہ نسبت بلوچستان کی قدیم آب و ہوا کے بارے میں زیادہ شواہد ملتے ہیں آجکل مکران، خاران، اور جھلاون کے علاقے جو جنوبی بلوچستان میں واقع ہیں اور جہاں قبل تاریخ کی لا تعداد بستیوں کی نشاندھی کی گئی ہے بہت ہی غیر آباد ہیں۔ خاران میں تو ایک میل میں اوسطاً دو نفوس آباد ہیں اور اس آبادی کا بھی خاصا حصہ خانہ بدوشوں پر مشتمل ہے۔ آج یہ بستیاں غیر آباد ٹیلوں کی شکل میں پائی جاتی ہیں یہ ٹیلے جن پر آج ٹھیکریاں اور ملبے کے ڈھیر ملتے ہیں یقیناً ایک ہی جگہ پر صدیوں تک ایک بستی کی مستقل رہائش کی نشاندھی کرتے ہیں۔

Marfat.com

کولوا کے علاقے میں بھی اس قسم کی لاتعداد قدیم بستیاں دریافت ہوئی ہیں اور آجکل بھی یہ مکران کے زرخیز ترین علاقے خیال کئے جاتے ہیں جب کبھی یہاں بارش ہوجاتی ہے تو غلہ مقامی ضرورت سے زیادہ ہی پیدا ہوتا ہے لیکن ایسی بارشیں اب خال خال ہی ہوتی ہیں اور کاشتکاری کے ایسے عمدہ مواقع شاذ و نادر ہی حاصل ہوتے ہیں ۔ چونکہ انسان ہمیشہ فطرت کے رحم و کرم پر گذارہ کر کے زندہ نہیں رہ سکتا اس لئے یہاں کی اکثر آبادی خانہ بدوشی پر مجبور ہے۔ بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ خانہ بدوشی آج یہاں کا خاص پیشہ بن گیا ہے تو زیادہ غلط نہ ہوگا کیونکہ کاشتکاری کے لئے غیر یقینی اور ناسازگار حالات یہاں کے لوگوں کو اس بات پر مجبور کرتے ہیں کہ وہ جاڑوں میں سندھ کے میدانوں کی طرف روزی کی تلاش میں نکل جائیں جہاں وہ پیٹ بھرسکیں اور برف جیسی سرد ہوا سے نجات پائیں جب سندھ میں گرمی شروع ہوتی ہے تو یہ لوگ پس‌انداز کی ہوئی رقم سے سامان خورد و نوش اور دیگر ضروریات زندگی خرید کر واپس لوٹ جاتے ہیں۔ اگر یہ موسمی نقل سکونت نہ کی جائے تو چند برسوں میں یہاں غلہ کی قلت سے قحط کے آثار نمایاں ہوجائیں۔

ظاہر ہے کہ یہ موسمی نقل سکونت اور خانہ بدوشی وہ ٹیلے پیدا نہیں کرسکتی جو بعض بعض جگہ تو سو سو فٹ تک بلند ہیں ۔ اور جو اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ یہاں عرصہ دراز تک مستقل طور پر بستیاں آباد رہی ہونگی ۔ یہ

Marfat.com

بھی قیاس کیا جاسکتا ہے کہ قبل تاریخ عہد میں یہاں کی آبادی ضرور زراعت پیشہ رہی ہوگی اور ان علاقوں میں مستقل طریقہ پر رہتی ہوگی جہاں آج انسان کی شکل خال خال ہی نظر آتی ہے۔

بلوچستان کی باقیاتی تفتیش کے سلسلے میں سرآریول استائن اور دوسرے ماہرین آثار کے سامنے یہاں کی قدیم آب و ہوا اور آبادی کا مسئلہ بھی رہا ہے۔ چنانچہ انہوں نے پتھروں سے بنائے ہوئے بہت سے مصنوعی بند اور ڈھلواں چبوترے (جو جھلاوں کے علاقہ میں گبر بند کہلاتے ہیں) دریافت کئے مگر ان کا عہد تعمیر ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا اسٹائن نے انکی موجودگی سے یہ نظریہ قائم کیا ہے کہ یہ بند نہ صرف بارش کی زیادتی کی ضمانت ہیں بلکہ انکی تعمیر کیلئے کثیر آبادی بھی ضروری تھی کیونکہ گنے چنے لوگوں کے لئے اتنے بڑے بند نہیں بنائے جاتے۔ دریائے مشکئی میں پتھروں کا بنایا ہوا ایک بند پایا گیا ہے جو بلندی سے آنیوالے پانی کا رخ کھیتوں کی طرف موڑ دیتا تھا۔ اسی طرح مکوریاں پاس کے قریب ایک بہت بڑا بند پایا گیا ہے جو ۱۲ فٹ بلند اور ۳۴۸ گز طویل ہے اور اسطرح بنایا گیا ہے کہ پانی کے ایک بہت بڑے ذخیرے کو آگے بڑھنے سے روک سکتا ہے۔ اس بند کی رو بکار میں $2\frac{1}{4} \times 3 \times 4$ فٹ کے پتھروں کے بلاک استعمال کئے گئے ہیں ان بلاکوں کے پیچھے مٹی کی دھس ہے اسی طرح دریائے رخشاں کے کنارے پنجگر سے سات میل پر بھی

Marfat.com

ایک بہت بلند اور طویل بند تعمیر کیا گیا تھا ۔ اگرچہ ان تعمیرات کا عہد بھی معلوم نہیں ہے لیکن انکی موجودگی ظاہر کرتی ہے کہ یہاں کسی زمانہ میں زیادہ بارش ہوتی تھی ۔

دریائے سندھ سے نہر نکالکر آبپاشی کی جاتی ہے ۔ آجکل موسم بہار میں ھمالیہ پر برف پگھلنے کی وجہ سے دریاؤں میں پانی کافی بڑھ جاتا ہے اور جب بارش کثرت سے ہوتی ہے تو دریائے نیل اور دجلہ و فرات میں آتے رہتے تھے ۔ چنانچہ بندوں کی غیر موجودگی میں یہ دریا برابر اپنا رخ بدلتا رہا ہوگا ۔ وادئ سندھ کی مختلف قدیم بستیوں سے اس بات کے کافی شواہد ملتے ہیں کہ عہد قدیم میں یہاں مستقل سیلاب آتے رہتے تھے ۔

اس سلسلے میں جھیل مانچھر کا تذکرہ بھی ضروری ہے جو دریائے سندھ اور بلوچستان کی کرتھر پہاڑیوں کے درمیان جوھی کے قریب واقع ہے ۔ یہ جھیل آٹھ دس میل لمبی اور اتنی ہی چوڑی ہے لیکن چونکہ دریائے سندھ اور مغربی پہاڑیوں سے نکلنے والی ندیوں اور برساتی نالوں کا پانی بھی اسمیں آتا ہے اسلئے سیلابی زمانہ میں تقریباً دو سو میل تک پھیل جاتی ہے ۔ لیکن اس کی گہرائی کہیں بھی دس فٹ سے زیادہ نہیں ۔ مجمعدار نے اپنی باقیاتی تفتیش میں اس جھیل کے چاروں طرف سیلابی پانی کے بہاؤ کے حدود کے قریب بہت سی ماقبل تاریخ بستیوں کی نشاندھی کی ہے ۔

/13557/

Marfat.com

مندرجہ بالا شواہد سے کم از کم اس بات کا اندازہ ضرور ہوتا ہے کہ عہد قدیم میں یہاں بارش کثرت سے ہوتی تھی۔ پھر بارش کی زیادتی کا اندازہ ان لاکھوں پختہ اینٹوں سے بھی لگایا جاسکتا ہے جن سے ان شہروں کی تعمیر کی گئی ہے اور جنکے پکانے کی لئے لاکھوں من ایندھن کی ضرورت پڑی ہوگی۔ موجودہ خاردار جھاڑیاں اس مقصد کے لئے بیکار ہیں اور پتھر کا کوئلہ اس عہد میں دریافت نہیں ہوا تھا اس لئے یہ تسلیم کرنا ہی پڑتا ہے کہ اس قدر ایندھن آس پاس کے جنگلوں سے حاصل کیا جاتا ہوگا اور جنگلات جب ہی پیدا ہوسکتے ہیں جب بارش کی کثرت ہو۔ اگر تھوڑی دیر کے لئے ہم اس امکان کا تصور بھی کرلیں کہ یہ لکڑیاں ہمالیہ کی ترائی کے جنگلات سے کاٹ کر لائی جاتی ہونگی[1] تو اس خشک علاقہ میں اتنے مصائب برداشت کر کے پختہ مکانات بنانے کا کوئی جواز نہیں ملتا باالخصوص جب اسی عہد میں دوسرے علاقوں میں کچی اینٹوں، مٹی اور پتھر کے مکانات عام طریقہ پر استعمال ہوتے تھے۔ ظاہر ہے کہ پختہ مکانات ان ہی مقامات پر بنائے جائیں گے جہاں بارش کثرت سے ہوتی ہو۔

---

1 ایسے شواہد دریافت نہیں ہوئے جن سے یہ اندازہ لگایا جاسکے کہ اس عہد میں ہمالیہ کی ترائی میں کوئی ایسی قوم آباد تھی جو لکڑی کاٹ کاٹ کر دریائے سندھ کے دھارے کی مدد سے موہنجوداڑو یا ہڑپہ لاتی ہو۔

Marfat.com

بارش کی زیادتی کا ایک اور ثبوت وہ نالیاں ھیں جو تقریباً ھر مکان، ھر گلی اور ھر سڑک میں پائی گئی ھیں - اسی طرح تقریباً ھر مکان میں غسل خانوں کی موجودگی بھی پانی کی فراوانی کی نشاندھی کرتی ھے -

اس کے علاوہ وادئ سندھ کے علاقوں سے دریافت شدہ مہروں پر جن جانوروں کی تصویر کشی کی گئی ھے ان میں عام طور پر ھاتھی - گینڈا - بھینسے اور شیر بنے ھوئے ھیں - یہ سارے جانور گرم مرطوب آب و ھوا کے جانور ھیں اور خشک آب و ھوا میں نہیں پائے جاتے اور یہ قیاس کرنا کہ انکی تصویر کشی دوسرے ممالک کے جانوروں کو دیکھ کر کی گئی ھوگی صحیح نہیں معلوم ھوتا کیونکہ صناعوں نے جس چابک دستی اور کثرت سے انکی تصویریں بنائی ھیں اس سے یہ بات ثابت ھوتی ھے کہ یہ صناع ان جانوروں سے بخوبی واقف تھے اور وہ ان کے لئے اجنبی اور نئے نہیں تھے - حیرت تو اس بات پر ھے کہ ریگستان کا جانور اونٹ جو آج سندھ کا مفید ترین جانور ھے، ان لوگوں کی تصویر کشی کا مرکز نہ بن سکا -

بڑے بڑے شہر عموماً ایسے مقامات پر ملتے ھیں جہاں گرد و نواح میں زرخیز علاقے ھوں اور جن سے انکے باشندوں کو سامان خورد و نوش فراھم ھوسکے - پرانے زمانہ میں مواصلات کی مشکلات کی وجہ سے شہر بساتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھا جاتا ھوگا چنانچہ ھڑپہ اور موھنجودارو کی بستیاں

Marfat.com

ایسے ھی علاقوں میں بسائی گئی ھوں گی جو لاکھوں انسانوں کی خوراک مہیا کرسکتے ھوں ۔

مندرجہ بالا شواھد اس بات کی نشاندھی کرتے ھیں کہ سندھ کی آب و ھوا میں زبردست انقلاب آیا ھے ۔ تاریخ ھمیں بتاتی ھے کہ تبدیلی آب و ھوا کا یہ سلسلہ ھندوستان پر سکندر اعظم کے حملہ کے وقت اس حد تک آگے بڑھ چکا تھا کہ اسکی فوج کو واپسی کے وقت مکران کے ریگزاروں میں سخت مصائب کا سامنا کرنا پڑا اور اسی طرح جب ۶۴۵ ء میں حضرت عمر کے عہد خلافت میں عرب فاتحین مکران تک پہنچے تو صحار عبدی نے جو اس سر زمین کو دیکھ چکے تھے حضرت عمر کے استفسار پر بیان کیا [1] ۔

' امیرالمومنین ! وھاں پانی کی بے حد قلت ھے ۔ لوگ ڈاکو ھیں ۔ تھوڑی سی فوج جائے تو لوٹ لی جائے اور زیادہ جائے تو پیاسی مر جائے ' ۔

ظاھر ھے کہ آب و ھوا کے اس انقلاب نے اس تہذیب کی بربادی میں کافی حصہ لیا ھوگا ۔ لیکن آخر یہ تبدیلی کیوں ھوئی ؟ ھو سکتا ھے کہ یہ اوقیانوسی گرد بادوں (سائیکلون) کے شمال کی طرف مڑ جانے کی وجہ سے ھو جیسا کہ یہ کسی وقت جنوب کی جانب بھی مڑ گئے تھے اور افریقہ کے شمالی عرض البلاد سے لیکر عرب و ایران اور ھندوستان

---

1 ابن اثیر ۔ الکامل ۔ ج ۳ ص ۳۵ لیڈن ۔

Marfat.com

میں پھیل گئے تھے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اسوقت جنوب مغربی مانسونی ہواؤں کا رخ سندھ کی طرف ہو لیکن صرف یہی تبدیلیاں وادیٔ سندھ کی زراعتی حالت کی بربادی کا واحد سبب نہ رہی ہوں گی بلکہ یہ بھی قیاس کیا جاسکتا ہے کہ مکانوں کی اینٹیں پکانے اور دوسری ضروریات پوری کرنے کے لئے جنگلات بری طرح کاٹے گئے ہونگے جس سے بارش میں کمی ہوئی ہوگی کیونکہ جنگلات بارش کے لئے بڑے معاون ہوتے ہیں اور اسی خیال سے ہزاروں سال کے بعد پھر سے ان علاقوں کو سر سبز و شاداب بنانے کیلئے جنگلات اگانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

Marfat.com

بستیاں

موہن جودارو

اسٹوپہ

جامعہ

ہڑپہ

کاریگروں کے کوارٹر

بھٹیاں

گول چبوترے

چنہو دارو

شنکا جن دڑو

علی مُراد

آمری

دابرکوٹ

کوٹ ڈیجی

Marfat.com

Marfat.com

وادیٔ سندھ کی تہذیب ایک ہزار میل سے زیادہ وسیع علاقہ پر پھیلی ہوئی تھی اسکی عملداری بابل سے چار گنے اور مصر سے دو چند وسیع علاقہ پر تھی اور جتنی جتنی باقیاتی تفتیش آگے بڑھتی ہے اسکا دامن وسیع سے وسیع تر ہوتا جاتا ہے۔ اس وسیع علاقہ میں ہزاروں بستیاں آباد رہی ہوں گی جنمیں سے متعدد بستیوں کی نشاندھی کی جا چکی ہے۔ ان بستیوں میں باقیاتی دریافت کے اعتبار سے موھنجوداڑو۔ ھڑپہ۔ چنھو دارو۔ ستکاجن دور۔ علی مراد۔ آمری۔ دابر کوٹ اور کوٹ ڈیجی بہت اہم ہیں۔

موہن جودارو

موھنجودارو کا مقامی نام 'موئن جو دڑو' یعنی مرے ہوؤں کا ٹیلہ ہے۔ کھدائی کرانے والے افراد مقامی زبان سے نا آشنا تھے اور انکے لئے لفظ 'موھن' میں زیادہ جاذبیت تھی

Marfat.com

اسلئے انہوں نے 'سوئن' کی جگہ 'موھن' کا لفظ استعمال کیا اور اب یہ نام اتنا عام ہو چکا ھے کہ اصلی نام نے ثانوی حیثیت اختیار کرلی ھے اور باوجودیکہ سابق حکومت سندھ نے ایک سرکاری اعلامیہ کے ذریعہ اسکے اصلی نام کو قانونی حیثیت دیدی تھی لیکن غلط العام کا سکہ اب بھی رائج ھے اور اس نام کو بین الاقوامی شہرت حاصل ہو چکی ھے۔

موھنجودارو شمالی سندھ کے ضلع لاڑکانہ میں کراچی کوئٹہ ریلوے لائن پر ڈوکری اسٹیشن سے ۶ میل دور واقع ھے۔ ڈوکری سے موھنجودارو تک پختہ سڑک ھے۔ دریائے سندھ اسکے مشرق میں بہتا ھے۔ کسی بلند مقام پر کھڑے ھوکر اگر اس ساری بستی کا جائزہ لیا جائے تو ایسا معلوم ھوگا کہ اس بستی میں چھ یا سات محلے تھے اور ھر محلہ شمالاً جنوباً ۱۲۰۰ اور شرقاً غرباً ۸۰۰ فٹ علاقہ پر مشتمل تھا اور ان محلوں کو وسیع شاھراھیں ایک دوسرے سے جدا کرتی تھیں۔ یہ شہر شکل و صورت میں جزائر برطانیہ سے ملتا جلتا ھے اور جس طرح بحر آئرلینڈ انگلینڈ سے آئرلینڈ کو جدا کرتا ھے اسی طرح شاید دریائے سندھ کی کسی قدیم طغیانی نے اس کے اسٹوپہ ایریا کو دوسرے خطہ سے الگ کردیا ھے اور اب یہ کھنڈرات دو بڑے حصوں یعنی 'بالائی شہر' اور 'نشیبی شہر' میں تقسیم ھیں۔ بالائی شہر ایک بیضاوی ٹیلے پر قدیم آبادی کے مغربی سرے پر واقع ھے اور اسمیں اسٹوپہ، بڑا حوض، جامعہ یا درس گاہ اور ستونوں والا

Marfat.com

ھال خاص طور پر قابل ذکر ھیں۔ نشیبی شہر میں رھائشی مکانات، دکانیں، چوڑی سڑکیں اور گلیاں ھیں یہ علاقہ ایچ ۔آر۔ ایریا[1]، وی۔ ایس ۔ ایریا[2]، ڈی ۔کے۔ ایریا[3]، کے مختلف ناموں سے موسوم ھے۔

اسٹوپہ

اسٹوپہ بدھ عہد کی عمارت ھے اسکی بلندی اور جاذبیت نے ماھرین آثار کو اپنی طرف متوجہ کیا ۔ اس عظیم الشان تہذیب کی دریافت اسی عمارت کی رھین منت ھے۔ یہ زمین کی سطح سے ۷۰ فٹ بلند ھے۔ اسکا گنبد گر چکا ھے اور اب اسکے ڈھولے کا نصف حصہ باقی ھے جو بنیاد سے ۸ فٹ ۴ انچ اونچے چبوترے پر قائم ھے اس ڈھولے کا قطر جو اندر سے کھوکھلا ھے ۳۳ فٹ ۶ انچ ھے کسی زمانہ میں کسی خزانہ کے متلاشی نے زرو جواھر کی تلاش میں اسکے اندر چودہ فٹ گہرا گڑھا کھودا تھا اور شاید اسے سنگ جراحت کا بنا ھوا ایک خاکدان ملا تھا جسکے ٹکڑے اسنے بیکار سمجھ کر وھیں پھینک دئے جو بعد میں محکمہ آثار قدیمہ کے کھدائی کرانے والوں

---

1 ایچ۔آر۔ایریا کا نام اسکی کھدائی کرانے والے مسٹر ھار گریوز کے نام پر رکھا گیا تھا ۔

2 وی ۔ ایس ایریا کا نام اسکی کھدائی کرانے والے مسٹر مادھو سروپ وتس کے نام پر رکھا گیا تھا ۔

3 ڈی ۔ کے ایریا کا نام اسکی کھدائی کرانے والے مسٹر کے ۔ این ڈکشت کے نام پررکھا گیا تھا ۔

Marfat.com

کے ہاتھ لگے - یہیں سے کنول کے پھول کے آسن پر بیٹھے ہوئے پتھر کے بنے ہوئے بدھ کی سورت کے چند ٹکڑے بھی برآمد ہوئے تھے -

اسٹوپہ کی عمارت وادیٔ سندھ کی قدیم عمارات کے ملبے سے تیار کی گئی ہے چنانچہ جنوب کی طرف جہاں اس کی بنیاد دکھائی دیتی ہے یہ بات بخوبی نظر آتی ہے کہ بدھ مت کے ماننے والوں نے اسکی تعمیر وادیٔ سندھ کی قدیم عمارات کے آثار پر کی ہے -

وہار (سٹھ) کے چاروں طرف ایک چوڑا صحن ہے جسکے چاروں طرف بھکشوؤں کے رہنے کے لئے پختہ اینٹوں کے حجرے بنے ہیں ان حجروں میں دو حصے ہیں - اندرونی حصہ غالباً سونے کیلئے اور بیرونی حصہ بیٹھک اور دوسری ضروریات کے لئے استعمال کیا جاتا تھا - ان حجروں سے چوکور سکے بھی برآمد ہوئے تھے جو کشان عہد کے راجہ واسودیو (۱۷۳-۱۵۶ء) کے عہد کے ہیں اور غالباً سندھ میں ہی ڈھالے گئے ہیں کیونکہ جھکر (ضلع لاڑکانہ) اور موہنجودارو کے علاوہ ایسے سکے بر صغیر ہند و پاکستان میں کسی دوسرے مقام سے نہیں ملے -

بڑا حوض

اسٹوپہ کے شمال مشرقی کنارے سے ہم بڑے حوض کے علاقہ میں نیچے اترتے ہیں - ان دونوں کے بیچ میں ایک گلی

Marfat.com

ہے جسکو شاہراہ الہیہ[1] کہا جاتا ہے۔ یہ حوض وسطی عہد کی عمارت ہے اور اسکا نقشہ بہت سادہ ہے۔ اسٹوپہ کے شمال مشرقی کنارے سے ہم بڑے حوض کے علاقے میں پہنچتے ہیں یہ حوض وادیٔ سندھ کی تہذیب کے وسطی عہد کی عمارت ہے اور ۲۹ فٹ لمبا اور ۲۳ فٹ چوڑا ہے۔ اس میں اترنے کیلئے شمالاً جنوباً سیڑھیاں بنائی گئی ہیں۔ حوض میں پانی کی نکاسی کا انتظام نہایت باقاعدہ تھا۔ چنانچہ ایک زیر زمین نالی حوض کے جنوب مغربی کونے میں واقع ہے جسکی اونچائی تقریباً ۶ فٹ ۶ انچ ہے۔ اس حوض کے چاروں طرف ایک برآمدہ ہے جسکے شمال، جنوب اور مشرق میں مختلف کمرے اور دالان ہیں۔ جنوب کی لمبی گیلری کے دونوں کناروں پر اور مشرق جانب کے کمرے چھوٹے ہیں۔ ان کمروں کے درمیان کے کمرہ نمبر ۱۶ میں ایک کنواں ہے جس پر دوہری منڈیر تعمیر کیگئی ہے۔ قیاس کیا گیا ہے کہ اس کنویں کے پانی سے حوض بھرا جاتا تھا۔ ممکن ہے اور کنویں بھی ہوں جن سے اس کو بھرا جاتا ہو۔

بڑے حوض کے جنوب میں تھوڑے فاصلے پر ایک دو فٹ چوڑی گلی کے دونوں طرف آٹھ غسلخانے بنے ہیں جو ساڑھے نو فٹ لمبے اور چھ فٹ چوڑے ہیں غسلخانوں کے بنانے میں یہ اہتمام کیا گیا ہے کہ آمنے سامنے ہونے کے باوجود انکے

1. Divinity Street.

Marfat.com

دروازے اسطرح کھولے گئے ہیں کہ بے پردگی نہیں ہوتی اور گلی کے ایک طرف کے غسلخانوں کے دروازے میں کھڑے ہوکر گلی کے دوسری طرف کے غسلخانوں کے اندر دیکھا نہیں جا سکتا۔ ہر غسل خانہ میں بالائی منزل پر جانے کیلئے زینہ بنایا گیا ہے۔ ان غسل خانوں کے فرش نہایت احتیاط اور مضبوطی سے بنائے گئے ہیں اور چونکہ انکی دیواریں بہت موٹی ہیں اسلئے یہ خیال کیا گیا ہے کہ عمارتیں دو منزلہ تھیں۔ ان غسلخانوں کا گندہ پانی گلی کے اندر ایک نالی میں جمع ہوکر متذکرہ بالا پٹاؤ دار نالی میں جاتا تھا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ غسلخانے بڑے حوض کے سلسلے کی ایک کڑی ہیں اور غالباً ان میں خاص لوگ یعنی پجاری اور پروہت وغیرہ غسل کیا کرتے تھے یہ بھی ممکن ہے کہ یہ پروہت اوپر کی منزل میں رہتے ہوں موہنجوداڑو میں تقریباً ہر بڑے مکان میں غسلخانے ملتے ہیں جس سے قیاس کیا گیا ہے کہ یہ لوگ نہانے کے بڑے پابند تھے بلکہ بعض محققین کی تو یہ رائے ہے کہ ہندوؤں کی روزانہ اشنان کی رسم بھی وادئ سندھ کی تہذیب ہی کا ورثہ ہے۔

جامعہ

مندرجہ بالا آٹھ غسلخانوں اور اسٹوپہ کے درمیان ایک بہت بڑی عمارت ہے جو بڑے حوض کی عمارت سے

Marfat.com

زیادہ وسیع ہے۔ اسکی لمبائی ۲۳۰ فٹ ۷ انچ اور چوڑائی ۸۷ فٹ ۵ انچ ہے۔ اسکا صدر دروازہ مغرب میں تھا۔ قیاس کیا گیا ہے کہ یہ یا تو بڑے پنڈت یا پروہت کا مکان تھا یا کوئی بڑی جامعہ یا درسگاہ تھی۔ اسکے لاتعداد کمرے خاص' شہ نشینوں کی بہت موٹی دیواریں اور خصوصاً بیرونی دیواریں جو بعض بعض مقامات پر چار فٹ موٹی ھیں اس بات پر دلالت کرتی ھیں کہ یہ عمارت دو منزلہ یا سہ منزلہ رہی ہوگی۔ صدر دروازہ سے داخل ہونے پر ایک ھال ملتا ھے جو ۲۳ فٹ لمبا اور چار فٹ چار انچ چوڑا ہے۔ اسکے چاروں طرف بہت سے کمرے ھیں جو شاید کسی زمانہ میں صدر درسگاہ کے اقامتی کمرے رہے ہوں گے۔ ھال کے بائیں جانب دو گلیاں ایک چھوٹے صحن میں جاتی ھیں جسکے چاروں طرف چھوٹے چھوٹے دو منزلہ کمرے ھیں اسی طرح کئی اور صحن اور کمرے ھیں۔ خیال کیا گیا ھے کہ ان چھوٹے کمروں میں طالب علم رہا کرتے ہوں گے۔ بالائی منزل پر جانے کیلئے دو زینے بنائے گئے ھیں اور خیال ھے کہ پروہت کے آنے جانے کیلئے جنوبی اور مغربی جانب دروازے رہے ہونگے۔

نشیبی شہر

اسٹوپہ ایریا سے ایک راستہ جنوب مشرق کی طرف جاتا ھے جو تھوڑے فاصلے پر مشرق کی سمت مڑ کر شاھراہ مشرق سے مل جاتا ھے۔ شاھراہ مشرق کے دونوں طرف دو دو

Marfat.com

حصوں میں تقسیم کرتی ہے۔ سڑک کے جنوب اور شمال میں جو علاقے ہیں ان کو بالترتیب ایچ۔آر اور وی۔ایس کہا جاتا ہے شاہراہ مشرق کو شاہراہ اول زاویہ قائمہ پر کاٹتی ہے اور وی ایس اور ایچ۔آر۔ایریا کو شمالاً جنوباً دو حصوں میں تقسیم کرتی ہوئی ڈی۔کے۔ایریا تک جاتی ہے۔

ان علاقوں میں ہزاروں مکان لاتعداد گلیاں اور بے شمار کنویں ہیں یہ مکانات خاص وضع کے ہیں ایچ۔آر۔ایریا کے مکان نمبر ۸ کی ساخت تعمیر بڑی دلچسپ ہے یہ مکان موہنجو دارو کے وسطی عہد کی تعمیر ہے اور ہائی لین[1] پر واقع ہے۔ یہ مکان درمیانی درجے کا ہے اور اسکی لمبائی ۸۰ فٹ اور چوڑائی ۷۹ فٹ ہے بیرونی دیواریں ۴-۵ فٹ موٹی ہیں اور بیرونی جانب مخروطی ہیں۔ اسکا صدر دروازہ ابتداً دس فٹ چوڑا تھا لیکن بعد میں اسکے مشرقی کونے میں ایک ستون کھڑا کر دیا گیا تھا جسکی وجہ سے اسکی چوڑائی ۷ فٹ ۲ انچ رہ گئی ہے۔ صدر دروازہ سے اندر داخل ہوتے وقت مغربی دیوار میں مٹی میں بھوسا ملا کر پلاستر کیا ہوا ایک چھوٹا سا ٹکڑا اب بھی باقی ہے۔ دروازے کے عین سامنے تھوڑے فاصلہ پر ایک کمرہ ہے جسکا دروازہ باہر والے صدر دروازہ کے بالکل مقابل ہے۔ اسکے اندر داہنی جانب ۳۲ فٹ مربع صحن ہے جسکا فرش

---

1 چونکہ یہ گلی کافی بلند ہے اسلئے ماہرین آثار نے سمجھنے سمجھانے کیلئے اسکا نام ہائی لین (High Lane) رکھا ہے۔

Marfat.com

اینٹیں جوڑ کر بنایا گیا ہے۔ فرش کے کنارے پر شمال سے جنوب کی سمت ایک زمین دوز نالی ہے جسکے شمالی سرے پر بالائی منزل کا گندہ پانی لانے والی نالی آکر ملتی ہے۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ اسکا پانی کسی گلی کی نالی میں نہیں جاتا بلکہ صحن کے نیچے مٹی کا ایک بڑا مٹکا اس مقصد کیلئے دفن کیا گیا ہے تاکہ سارا گندا پانی اس مٹکے میں جمع ہوجائے جنوب مغربی کنارے کے کمرے سے گزر کر جب ہم آگے بڑھتے ہیں تو چاروں طرف کمروں کی قطاریں ملتی ہیں ان کمروں میں سے کمرہ نمبر ٦ میں ایک کنواں ہے اور ساتھ والے کمرے کی درمیانی دیوار میں ایک کھلا ہوا طاق ہے جس سے پانی کا برتن ایک طرف سے دوسری طرف نکل سکتا ہے نیچے کے تمام کمرے غالباً سامان رکھنے، باورچی خانہ اور اسی قسم کے دوسرے کاموں کیلئے استعمال ہوتے ہونگے بالائی منزل کے کمرے سونے اور آرام کرنے کے کام آتے ہونگے۔ جنپر جانے کیلئے زینہ بھی بنایا گیا ہے۔

شاہراہ اول کی دوسری جانب سات فٹ لمبی اور پانچ فٹ چوڑی بیضاوی بھٹی ہے جس کا دہانہ جنوبی سرے پر ہے جو ١٣ انچ چوڑا ہے۔ ایچ۔ آر۔ ایریا کے شمال میں شاہراہ مشرق کی دوسری جانب وی ایس ایریا ہے۔ یہاں سڑک کے کنارے ایک فرش پر پختہ اینٹوں کے گول تھالے بنے ہوئے ہیں جنمیں V شکل کی اینٹیں جڑی ہوئی ہیں۔ یہ تھالے نوکیلے

Marfat.com

پینڈے والے مٹکوں کے رکھنے کیلئے بنائے گئے تھے بعض لوگوں کا خیال ھے کہ یہ سے خانہ تھا اور بعض کہتے ھیں کہ یہ سبیل تھی۔ اس مقام سے آگے ۳۰ فٹ گہرا کنواں ھے جس کا قطر ۶ فٹ ۸ انچ ھے۔ اسمیں بھی V شکل کی اینٹیں استعمال کی گئی ھیں اس کنویں کی جگت بڑے سلیقے سے بنائی گئی ھے اورچنائی میں اینٹیں مضبوطی اور خاص اھتمام سے لگائی گئی ھیں ۔ گھاٹ پر عرصہ تک پانی کھینچنے کی وجہ سے رسیوں کی رگڑ سے پڑے ھوئے نشانات آج بھی دیکھے جا سکتے ھیں ان کے ساتھ وہ نشانات بھی نظر آتے ھیں جو جگت پر گھڑے رکھنے سے بن گئے ھیں۔ کنویں سے پانی بھرتے وقت جو پانی چھلک کر گر جاتا تھا وہ جگت کے نیچے ایک پختہ حوض میں جمع ھوتا تھا اور وھاں سے ایک نالی کے ذریعہ باھر جاتا تھا۔

وی۔ایس۔ایریا کے تھوڑے فاصلے پر شمال میں ڈی۔کے۔ ایریا ھے۔ یہ علاقہ غالباً یہاں کے رؤسا کی بستی تھی جسکی تعمیر تین مختلف ادوار میں ھوئی کیونکہ ان میں ابتدائی درمیانی اور آخری دور کے آثار صاف نظر آتے ھیں ان ادوار کی تعمیرات کا بغور مطالعہ دلچسپ بھی ھے اور تعجب خیز بھی چنانچہ جب ھم ابتدائی دور اور آخری دور کی تعمیرات کامقابلہ کرتے ھیں تو ھمیں ان میں بین فرق نظر آتا ھے اور اندازہ ھوتا ھے کہ ابتدائی فن تعمیر آھستہ آھستہ روبہ انحطاط ھوتا گیا ھے اس وسیع رقبہ میں متعدد وسیع عمارات ھیں ان عمارات کو

Marfat.com

اجاگر کرنے کے لئے یہاں بالائی سطح سے تقریباً ۳۰ فٹ تک گہری کھدائی کی گئی ہے جس سے بہت سی بلند دیواریں اور گلیاں نکل آئی ہیں۔ اس علاقہ میں لاتعداد پختہ کنویں ہیں ان کنوؤں کے چاروں طرف کی مٹی کھدائی کرتے وقت نکالی گئی تھی اور اب وہ زمین سے باہر کارخانوں کی چمنیوں کی طرح کھڑے نظر آتے ہیں۔

ہڑپّہ

یہ مقام ضلع منٹگمری سے پندرہ میل دور دریائے راوی کی تلہٹی میں واقع ہے اور کراچی ۔ لاہور ریلوے لائن کے اسٹیشن ہڑپہ روڈ سے چار میل کے فاصلہ پر آباد ہے۔ آج کا ہڑپہ پرانے ٹیلوں کے اوپر اور ان کے جوار میں آباد ہے در اصل اسی آبادی کی وجہ سے یہاں کے پرانے کھنڈرات لوگوں کی نظروں میں آتے رہے اور خزانہ کے متلاشیوں نے ان ٹیلوں کو کھود کھود کر برباد کر دیا ۔ سنہ ۱۹۱۲ء میں جب نارتھ ویسٹرن ریلوے کی پٹڑی بچھائی جا رہی تھی تو اس کام کے ٹھیکیداروں نے یہاں کی پختہ اور مضبوط اینٹیں توڑ توڑ کر پٹڑیوں کے نیچے روڑی کی طرح استعمال کیں ۔ اسی روڑی پر بچھی ہوئی ریلوے لائن پر آج بھی ہم تقریباً سو میل تک سفر کرتے ہیں ۔ اگر موہنجوداڑو کی طرح ہڑپہ بھی محفوظ ہوتا تو وادی سندھ کی تہذیب سے متعلق آج ہماری معلومات بہت وسیع ہوتیں۔

Marfat.com

ہڑپہ میں بارہ موسموں میں کھدائی ہوئی لیکن نتائج زیادہ حوصلہ افزا ثابت نہ ہوئے اور یہاں ایک سڑک بھی پوری طرح دریافت نہ ہوسکی البتہ زمین کے نیچے مدفون عمارات نظر نہ آنے کی وجہ سے خشت چوروں کی دست برد سے محفوظ رہ گئیں جن کی کھدائی میں ایسی باقیات کا پتہ چلا ہے جس سے وادیٔ سندھ کی تہذیب پر کافی روشنی پڑتی ہے۔

قیاس کیا گیا ہے کہ ہڑپہ کا موجودہ نام رگ وید میں بیان کئے ہوئے 'ہاری یوپویا[1]' کا مخفف ہے 'ہاری یوپویا' وہ مقام تھا جہاں 'ابھی ورتن کیا منانے'[2] 'وارسی ونت'[3] کو شکست دی تھی 'وارسی ونت' ایک قوم تھی جسکا تذکرہ رگ وید میں صرف اسی واقعہ کے سلسلے میں ملتا ہے۔ یہ بھی قیاس کیا گیا ہے کہ وارسی ونت شاید وارسن[4] قوم کا دوسرا نام ہو[5] جو آریاؤں کے دیوتا اندر کے دشمن بتائے گئے ہیں اور غالباً یہ غیر آریہ وادیٔ سندھ کے اصلی باشندے ہوں اور آریاؤں اور غیر آریاؤں کی کشمکش ہڑپہ کی بربادی کا سبب بنی ہو لیکن مزید دلائل کے بغیر محققین کے ایک خاص گروہ کی ان تاویلوں پر اعتماد کرنا بہت مشکل ہے[6]۔

---

1. Hari-Yupuya. 2. Abhya Vartin Cayamana. 3. Varcivant.
4. Varcin.
5. Journal of the Bihar and Orissa Research Society, Patna, March, 1928. P.p. 129-3. and R.C. Majumdar and others, An Advanced History of India, London, 1946 P. 26.
6. Wheeler, R.E.M, Indus Civilization. P. 18.

Marfat.com

ھڑپہ کی کھدائی سے چند اور دلچسپ چیزیں معلوم ھوئی ھیں جنھوں نے ھماری معلومات میں خاصا اضافہ کیا ھے۔ ان میں سے غلہ کی کوٹھی۔ مزدوروں کے کوارٹر شہر پناہ اور دو قبرستانوں کی دریافت بہت اھم ھے اور ان کی روشنی میں یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ھے کہ اس شہر کے چاروں طرف ایک شہر پناہ تھی جس کے آثار اس وقت نہ ھونے کے برابر ھیں۔ اس شہر پناہ اور راوی کے قدیم دھارے کے درمیان ایک ٹیلہ ھے جسے ماھرین حفریات نے آسانی کیلئے ٹیلہ ایف[1] کا نام دیا ھے فصیل کے جنوب میں جی ایریا[2] ھے جس میں ھڑپہ کا مدفن ایچ پایا گیا ھے۔

فصیل کے قریب جنوب کی طرف بارکوں کی طرح دو رویہ رھایشی مکانوں کی قطاریں ھیں اس سے ذرا پرے شمال کی طرف پانچ قطاریں چبوتروں کی ھیں اور اس کے پیچھے غلہ کی کوٹھی کی دوھری قطار ھے۔ ایسا معلوم ھوتا ھے کہ یہ سب تعمیرات ایک خاص منصوبے کے تحت بنی ھیں اور ایک ھی عہد کی تعمیریں ھیں۔

کاریگروں کے کوارٹر

یہ مخروطی طرز کے دو رویہ مکانوں کی قطاریں ھیں جو دونوں سروں پر نامکمل ھیں۔ شمالی قطار میں سات اور جنوبی قطار میں آٹھ مکانوں کے آثار دریافت ھوئے ھیں۔ انکے سامنے پیچھے اور بغل میں چار چار فٹ کی تین گلیاں تھیں انکے چاروں طرف احاطہ

1 Mound F. 2 Area G. 3 Cemetry H.

Marfat.com

بند دیوار تھی جس کے آثار اب بھی شمال اور جنوب میں نظر آتے ہیں۔ ہر مکان ۵۶ فٹ چوڑا تھا اور اس میں داخل ہونے کے دروازے ترچھے رکھے گئے تھے۔ جسکی وجہ سے مکانوں میں پردہ رہتا تھا۔

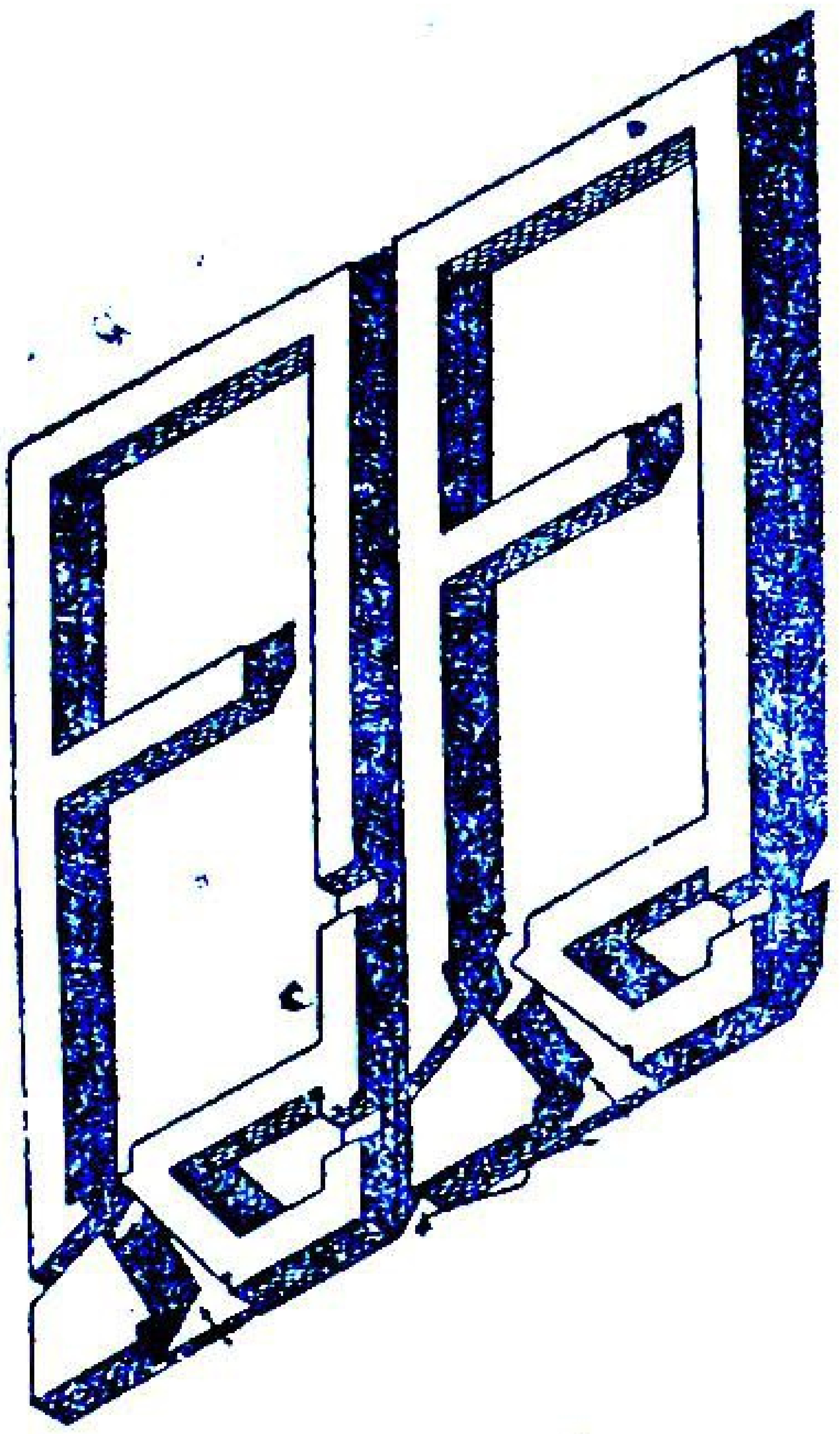

کاریگروں کے کوارٹر

ہر مکان میں یا تو دو کمرے تھے یا ایک کمرہ اور ایک دالان تھا۔ کوارٹروں کے فرش پختہ تھے۔ یہ کوارٹر بلدیاتی منصوبہ بندی کے تحت بنائے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔

بھٹیاں

ان کوارٹروں کے قریب ھی تھوڑی اونچائی پر سولہ بھٹیاں پائی گئی ہیں یہ بھٹیاں ناشپاتی کی شکل کی ہیں اور ۳ فٹ ۴ انچ

Marfat.com

سے لیکر ٦ فٹ ۲ انچ تک لمبی ہیں انمیں کوئلہ اور گوبر ایندھن کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا اور دھونکنی سے ہوا دیکر آگ سلگائی جاتی تھی۔ ان بھٹیوں کا صحیح مصرف معلوم نہیں لیکن دریافت شدہ شواہد سے اندازہ کیا گیا ہے کہ شاید ان میں کانسہ گلایا جاتا تھا۔

گول چبوترے

بھٹیوں کے شمال میں شکستہ دیواروں اور ٹوٹے ہوئے فرش کے آثار کے درمیان ایک ہی طرز کی اینٹوں کے بنے ہوئے سترہ گول چبوترے بھی ملے ہیں اگر اور کھدائی کی جائے تو ممکن ہے کہ ایسے ہی اور چبوترے ملیں۔ دو چبوتروں کے مرکزوں کے درمیان ۲۱ فٹ کا فاصلہ ہے۔ ان کا قطر ۱۰ فٹ ۹ انچ سے لیکر ۱۱ فٹ تک ہے اور کناروں پر گولائی میں کھڑی اینٹوں کے چار دائرے بنے ہیں۔ ان دائروں کا اندرونی فرش اینٹوں کے ٹکڑوں اور خزف ریزوں کو کوٹ کر بنایا گیا ہے ان کے مرکزوں میں ایک گڑھا ہے جس میں کبھی لکڑی کا ستون نصب رہا ہوگا جو اس طویل مدت میں گل گیا ہے۔ ان گڑھوں میں بھوسے کے ٹکڑے اور چبوتروں پر گیہوں اور جو کے جلے ہوئے دانے ملے ہیں۔ ان شواہد سے یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ ان چبوتروں پر جو اور گیہوں کے خشک پودوں پر بیل کی جوڑی چلا کر یا انہیں کوٹ کر غلہ نکالا جاتا ہوگا۔

Marfat.com

غلے کی کوٹھی

متذکرہ بالا چبوتروں کے شمال میں ۱۰۰ گز کے فاصلے پر دریا کی خشک گذرگاہ کے کنارے ۵۰ فٹ لمبی اور ۲۰ فٹ چوڑی غلہ کی بارہ کوٹھیاں ھیں۔ یہ ایک ۲۳ فٹ چوڑی سڑک کے دونوں جانب واقع ھیں ان میں غلہ رکھنے کا رقبہ ۹۰۰ مربع فٹ ھے اور یہ کوٹھیاں چار فٹ اونچی کرسی پر تعمیر کی گئی ھیں۔

ڈاکٹر وھیلر نے اس علاقہ کے بارے میں بڑی دلچسپ باتیں بتائی ھیں۔ ان کے بیان کے مطابق مندرجہ بالا کوارٹروں کو دیکھ کر مصر کے تل الاسرنا[1]، دائر المدینہ[2]، کاھون[3]، اور غیزہ[4] کی قدیم مزدور بستیوں کی یاد تازہ ھوتی ھے جہاں قطاروں میں بنے ھوئے اور احاطوں میں گھرے ھوئے چھوٹے چھوٹے ھم وضع مکانات ھیں[5]۔ لیکن یہ مماثلت کچھ زیادہ اھمیت نہیں رکھتی کیونکہ تل الاسرنا میں ۱۳۰۴ - ۱۳۶۹ قبل مسیح میں ان مکانوں میں سمی بنانے والے رھتے تھے جنکو شہر سے ایک میل دور آباد کیا گیا تھا۔ دائرالمدینہ کا گاؤں (سولھویں صدی قبل مسیح) بادشاھوں کی وادی[6] کے مقبرے بنانے والوں کی بستی تھی اور آبادی سے الگ

1 Tell-el-Amarna. 2 Deir-el-Medinah. 3 Kahun. 4 Gizeh.
5 Wheeler - Indus Civilization. P.p. 22-24.
6 Valley of Kings.

Marfat.com

بسائی گئی تھی اسی طرح کا ھون اور غیزہ میں بھی اھرام مصر بنانے والے رہتے تھے۔ ان تمام بستیوں کو شہر سے دور بسانے میں حکام وقت کی مصلحت یہ تھی کہ ان کے مکین لاشوں پر کام کرتے تھے اور لاشوں کی ممی بنانے کا مشکل اور کریہہ کام بستیوں کے اندر نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ظاھر ہے کہ ھڑپہ کے کاریگروں کی یہ بستی ایسے لوگوں پر مشتمل نہ تھی جو تجہیز و تکفین سے متعلق ھوں انکا تعلق معاملات زیست سے تھا نہ کہ کاروبار مرگ سے۔ ویسے بھی فصیل سے اس قدر قریب ھونے کی وجہ سے بظاھر یہ لوگ عوام کی نظروں سے دور نہ تھے اور نہ ھی ایسا کام کرتے تھے جس پر لوگوں کی نظریں پڑنا مناسب نہ ھو۔ البتہ ھو سکتا ہے کہ یہاں کا آجرانہ نظام بھی انہیں اصولوں پر مبنی رھا ھو جو سمیر کے مذھبی نظام میں رائج تھا جہاں آر کے چاند کے دیوتا ننار[1] کے مندر کے احاطے کے اندر دیوتا اور حکومت کے نام سے ایک پارچہ بافی کا کارخانہ تھا جس میں ۹۸ عورتیں اور ۶۳ بچے کام کرتے تھے یا جس طرح لاغاش[2] میں باو کے مندر میں ۲۱ باورچی ۲۷ دیو داسیاں، ۲۵ شراب کشید کرنے والے اور ۶ غلام زنانہ کپڑا بننے اور سوت کاتنے والے، ایک مرد آھنگر اور دوسرے دستکار اور حکام رہتے تھے۔ بہرحال یہاں کاریگروں کی کسی نہ کسی طرح کی تنظیم ضرور تھی کیونکہ اس علاقہ میں غلہ نکالنے کے چبوترے اور غلہ کی کوٹھیاں ان

1 Moon god Nanuar. 2 Lagash.

Marfat.com

لوگوں کے پیشے اور کارکردگی کی طرف رہنمائی کرتی ہیں۔

غلہ یہاں کی سب سے بڑی سماجی دولت تھا جو لین دین اور کاروبار میں سکہ کی جگہ استعمال ہوتا تھا مالگزاری بھی غلہ کی شکل میں وصول کیجاتی تھی جو ان کوٹھیوں میں جمع کی جاتی تھی یہاں ہی سے غلہ درآمد اور برآمد بھی کیا جاتا تھا جس کیلئے یقینی طور پر منشی اور مزدور نوکر رکھے جاتے ہونگے۔ ایک ایسے عہد میں جب کہ سکہ کا رواج نہ تھا اور غلہ ہی ایک ایسا ذریعہ تھا جس سے اشیاء تبدیل کی جاتی تھیں غلہ کی کوٹھیوں سے ہی ملک کی دولت کا اندازہ لگایا جاتا ہوگا۔ دوسرے ملکوں میں بھی اسی عہد میں ان کے نشانات ملتے ہیں چنانچہ اس عہد میں وادیٔ دجلہ و فرات میں ہر اہم بستی کے قریب غلہ کی کوٹھیاں ملی ہیں۔ ان میں بعض کوٹھیاں معبدوں سے ملحق تھیں اور بعض دریا اور نہروں کے کنارے واقع تھیں۔ آر سے دریافت شدہ ایک کتبے میں ایک ایسی ہی کوٹھی کا ذکر کیا گیا ہے جسمیں اتنا جو جمع ہوتا تھا جس سے ۴۰۲۰۰ دنوں کی محنت کی اجرت دی جا سکتی تھی۔ ایک دوسری تحریر میں ایک ایسی ہی کوٹھی کے مہتمم کے فرائض اور ذمہ داریوں کا ذکر ہے یعنی وہ اس بات کا خیال رکھے کہ اس کوٹھی کے غلہ سے ۱۰۹۳۰ آدمیوں کی واجبات ادا کی جا سکیں۔ ان آدمیوں میں ناظر، گلہ بان اور آب پاشی کا کام کرنے والے بھی شامل

Marfat.com

تھے۔ یہ تمام تحریریں ۲۱۳۰ سے ۲۰۰۰ قبل مسیح کی ہیں اور کم و بیش وادیٔ سندھ کی ہمعصر ہیں بدقسمتی سے ہڑپہ یا موہنجوداڑو سے اس قسم کی تحریریں اب تک دریافت نہیں ہوئیں[1]۔

چنہوداڑو

موہنجوداڑو سے ۸۰ میل جنوب میں سکرنڈ کے قریب جمال کیراو سے آدھ میل کے فاصلے پر تین ٹیلے ہیں جو چنہوداڑو کہلاتے ہیں۔ ابتداً یہ تینوں ٹیلے ملے ہوئے تھے اور دریائے سندھ کے بالکل کنارے پر واقع تھے لیکن سیلابوں نے ان کو تین حصوں میں تقسیم کردیا ہے۔ دریائے سندھ اب یہاں سے تقریباً بارہ میل کے فاصلے پر بہتا ہے۔

یہ مقام ۱۹۳۱ء میں دریافت ہوا اور تین ہفتوں کی ابتدائی کھدائی کے بعد یہاں سے موہنجوداڑو اور ہڑپہ کے عہد کی باقیات ملیں۔ لیکن اسی اثنا میں چند ایسی نوادرات بھی برآمد ہوئیں جن سے یہ اندازہ لگایا گیا کہ اسکا تعلق موہنجوداڑو اور ہڑپہ کے برباد ہوجانے کے بعد کے عہد سے بھی رہا ہے بعد میں ۳۶-۱۹۳۵ء میں مسٹر میکی نے یہاں وسیع پیمانے پر کھدائی کرائی اور کھودتے کھودتے اس تہ تک پہنچ گئے کہ زمین سے پانی نکل آیا۔ اس کھدائی سے بڑے دلچسپ نتائج اخذ کئے گئے ہیں۔

1 Wheeler - Indus Civilization, P.p. 22-23.

Marfat.com

یہاں کے خاص ٹیلے کو کھدائی کرنے والوں نے ٹیلہ نمبر۔۲ [1] کا نام دیا ہے۔ اسمیں ھڑپہ عہد کی تین مختلف تہیں موجود ھیں جن سے اندازہ لگایا گیا ھے کہ یہ جگہ کم از کم دو بار سیلاب سے تباہ ھوئی اور دوبارہ از سر نو بسائی گئی۔ یہ جگہ اس عہد کے بعد کچھ دنوں غیر آباد رھی اور پھر اس علاقے کو سیلاب کی زد سے بچانے کے لئے مٹی کی کچی اینٹوں سے اونچا کیا گیا اور ان کے اوپر مکانات بنائے گئے۔ کھدائی کئے ھوئے علاقہ کی عمارات ۲۰ فٹ چوڑی سڑک پر واقع ھیں۔ دوسری گلیاں اس سڑک سے زاویہ قائمہ بنائی ھوئی ملتی ھیں۔ انمیں بہت عمدہ پٹاودار نالیاں بنائی گئی ھیں جنکو برابر صاف کیا جاتا تھا۔ یہاں سے کانسے، مونگے، سیپ اور ھاتھی دانت کا کام بنانے کا سامان بھی کافی تعداد میں دریافت ھوا ھے۔ تانبے کے بہت سے اوزار اور دھات کے غیر مکمل ڈھلے ھوئے کچھ ٹکڑے بھی ملے ھیں۔

ٹیلہ نمبر۔ ۲ کی بالائی تہ پر ایک ایسے عہد کی باقیات بھی دریافت ھوئی ھیں جو سندھ کے علاقہ جھکر کی قدیم تہذیب سے مماثلت رکھتی ھیں۔ ایسا معلوم ھوتا ھے کہ جھکر عہد کے لوگوں نے ھڑپہ کلچر کے خاتمے کے بعد چنہودارو پر قبضہ جمایا اور پرانے خالی اور شکستہ مکانات کی اینٹوں کو بے ترتیبی سے چن کر اپنی اقامت گاھیں بنائیں۔ یہ لوگ غالباً مربع یا

---

1 Mound II.

Marfat.com

مستطیل جھونپڑیوں میں رہتے تھے۔ ان جھونپڑیوں کے فرش کچے ہوتے تھے اور چولھے جھونپڑیوں سے باہر ہوتے تھے جہاں ہوا سے بچنے کے لئے نیچی ناہموار دیواریں کھڑی کرلی جاتی تھیں۔ باقیاتی شواھد اس بات کا اندازہ دلاتے ھیں کہ ان لوگوں نے ہڑپہ کلچر کے خاتمہ کے کافی عرصہ بعد یہاں سکونت اختیار کی تھی۔

ستکاجن دور

ستکاجن دور کراچی سے تین سو میل مغرب کی جانب بحر عرب کے ساحل سے ۲۵ میل شمال میں واقع ھے۔ سر آریول اسٹائن نے یہاں چند خندقیں کھدوائی تھیں جنمیں آٹھ اور نو فٹ زیر زمین تک ٹھیکریاں پائی گئی تھیں۔ یہاں ایک ٹھوس فصیل کے آثار بھی دریافت ہوئے تھے جس کے اندر کا مستطیل احاطه شمالاً جنوباً ۱۷۰ گز لمبا اورشرقاً غرباً ۱۲۵ گز چوڑا تھا۔ شہر پناہ پتھر کی چوکور سلوں کو مٹی کے گارے سے جوڑ کر بنائی گئی ھے اس کے جنوب مغربی گوشے میں ایک دروازے کے آثار ھیں جو غالباً آٹھ فٹ چوڑا تھا۔ اس دروازے کے دونوں کناروں پر مستطیل برج بنائے گئے تھے۔ کھدائی میں ایک بڑا خاکدان بھی دریافت ھوا تھا جس میں راکھ بھری ہوئی تھی اس سے یہ قیاس کیا گیا ھے کہ انسانی لاشوں کو جلانے کے بعد اس کی راکھ دفن کی جاتی تھی۔ اسی

Marfat.com

قسم کے خاکستر سے بھرے ہوئے دوسرے برتن بھی ملے ھیں یہاں کی دریافت شدہ باقیات میں سے پتھر کے چاقو- پتی کی شکل کا پتھر کا بنا ھوا تیر کا پھل، تانبے کی ایک چپٹی کلھاڑی، جس کے کنارے پٹے ھوئے ھیں، مٹی کی چوڑیاں، سنگ جراحت کے بنے ھوئے برتن کا ایک ٹکڑا، لا تعداد ظروف گلی جس میں وہ سوراخ دار برتن بھی شامل ھیں جو ھڑپہ میں عام طور پر ملتے ھیں، کچھ نقشین برتن، سیٹی دینے والی مٹی کی چڑیاں اور پختہ اینٹیں شامل ھیں -

علی مراد

علی مراد دادو کے ۲۰ میل جنوب میں واقع ہے یہاں ریتیلے میدان میں ایک ٹیلہ دریافت ھوا تھا جس کے چاروں طرف پتھر کی چوکور فصیل تھی- اس فصیل کی لمبائی اور چوڑائی ۲۵۰ گز ہے اور اس میں پتھر کے ۲ فٹ لمبے ۱ فٹ چوڑے اور ۵ فٹ موٹے ٹکڑے جوڑے گئے ھیں- اسکا دروازہ جنوب کی سمت تھا- فصیل کے اندر ایک کنواں اور چند مکانوں کے آثار پائے گئے ھیں- یہاں سے دریافت شدہ باقیات میں سرخ رنگ کی زمین پر سیاہ نقوش اور ھڑپہ عہد سے مشابہ پیپل کے پتوں کے ڈیزائن والے ظرف گلی، پکائی ھوئی مٹی کے بنے ھوئے بیلوں کے مجسمے، پتھر کے چاقو، کانسے یا تانبے کی چپٹی کلھاڑی اور عقیق کے منکے شامل ھیں -

Marfat.com

آمری

دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر موھنجو دارو سے ۸۰ میل جنوب اور چنھو دارو سے ۲۰ میل مغرب میں آمری گاؤں کے قریب دو ٹیلے ھیں- یہاں مجمعدار نے دو خندقیں کھدوائی تھیں جنمیں پتھر کی چند دیواروں اور کمروں کے آثار پائے گئے تھے- یہاں دو تہذیبوں کے نشانات ملتے ھیں- بالائی تہ میں وادیٔ سندھ کے عہد کی باقیات اور اسکے نیچے بلوچستان کی دیہی ثقافت کے آثار پائے گئے ھیں-

دابرکوٹ

دریائے سندھ سے ۱۲۵ میل مغرب میں لورالائی کے جنوبی جانب دابرکوٹ کا ٹیلہ واقع ھے جو ۱۱۳ فٹ بلند ھے اور جسکا قطر ۱۲۰۰ فٹ ھے یہ قندھار جانے والی قدیم شاھراہ پر واقع ھے- اس ٹیلے کی بالائی سطح پر وادیٔ سندھ کے عہد کی باقیات ملی ھیں- اگر یہاں مزید کھدائی کی جائے تو نیچے کی تہوں میں اس عہد سے قبل کے باشندوں کی باقیات ملنے کی توقع کی جا سکتی ھے-

Marfat.com

Marfat.com

قصباتی منصوبہ بندی

خشت سازی

مکانات

شاہراہیں اور گلیاں

کنوئیں

صفائی

غسل خانے

حمام

Marfat.com

Marfat.com

پچھلے برسوں کی مسلسل کھدائی اور تحقیق و تفتیش کے نتیجہ میں وادیٔ سندھ کے قدیم باشندوں کا کافی اثاثہ دریافت ہوا ہے اس اثاثے کی روشنی میں اس قدیم تہذیب کے متعدد پہلو اجاگر ہوئے ہیں۔ خصوصاً ان کے فن تعمیر کے اکثر پہلو آج ہماری معلومات کا حصہ ہیں اور ان جزیات پر غور کرنے کے بعد ہم بآسانی کہہ سکتے ہیں کہ یہ لوگ تعمیرات کے معاملے میں بڑی سوجھ بوجھ رکھتے تھے ان کے مکانات، دکانیں، درسگاہیں، کنویں، سڑکیں، غرضیکہ تمام تعمیرات باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت عمل میں آئی تھیں۔ لطف یہ ہے کہ ان کھنڈرات میں جدید طرز تعمیر کی جھلک بھی نظر

Marfat.com

آتی ہے۔ چنانچہ ان آثار کو دیکھکر ایک انگریز صاحب قلم کہہ اٹھا کہ وہ ایسا محسوس کرتا ہے گویا آج کے لنکا شائر کے کھنڈرات میں کھڑا ہے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ موہنجوداڑو کی شاہراہ اول اور شاہراہ مشرق کا اتصال تو 'آکسفورڈ سرکس' کا چوراہا معلوم ہوتا ہے[1]۔

بادی النظر میں یہ باتیں صریحاً قیاسی معلوم ہوتی ہیں لیکن ان کا عمیق مطالعہ بتاتا ہے کہ اس قسم کی تشبیہیں سراسر بے بنیاد نہیں۔ ذرا تفصیل میں جائیے تو یہ تشبیہ حقائق کا لبادہ پہنے سامنے نظر آئے گی، ذرا سی دیر کیلئے اس عہد کی تعمیر کا اہم جزو اینٹوں ہی کو لیجئے ۔ یہ اینٹیں برصغیر ہند و پاکستان کی دوسری قدیم یا جدید اینٹوں کی بہ نسبت انگلستان کی اینٹوں سے زیادہ مشابہ ہیں یہی نہیں بلکہ ان اینٹوں اور عمارات میں اس نقش و نگار کا کلی فقدان ہے جو ہمارے قدیم فن تعمیر کا طرۂ امتیاز ہیں۔ حتیٰ کہ گپتا عہد میں نقش و نگار اور تراش خراش والی اینٹوں کے استعمال میں اس قدر مہارت پیدا ہو چکی تھی کہ یہ اسلوب تعمیر اپنی مثال آپ تھا۔ ہو سکتا ہے کہ موہنجوداڑو میں بھی نقاشی کی بہتات رہتی ہو اور یہ نقاشی لکڑی پر کی گئی ہو لیکن نقشین لکڑیاں امتداد زمانہ کی

---

1 Vedic Age — Vol. 1 of the History and Culture of Indian People, P. 169.

Marfat.com

نظر ہوگئیں اور اس قسم کے نقش و نگار کا کوئی عینی ثبوت ہمارے پاس نہیں ہے البتہ یہاں سنگ جراحت اور پکائی ہوئی مٹی کی بنی ہوئی جالیاں ضرور دریافت ہوئی ہیں لیکن وہ اتنی کم ہیں کہ یہ خیال نہیں کیا جا سکتا کہ ہر مکان میں استعمال کی جاتی ہونگی۔

ہڑپہ میں خشت چوروں کی سرگرمیوں کی وجہ سے تعمیراتی آثار بہت کم دریافت ہوئے ہیں۔ لیکن موہنجوداڑو دور افتادہ علاقہ میں ہونے کی وجہ سے اس قسم کی دستبرد سے محفوظ رہا یہاں سے برآمد کئے ہوئے آثار کی روشنی میں مختلف شاہراہوں۔ گلیوں۔ مکانوں۔ گندی نالیوں کنوؤں اور غسلخانوں سے یہاں کی قصباتی منصوبہ بندی، بلدیاتی نظام اور صحت عامہ کے اصولوں کا بڑی حد تک اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

باقاعدہ منصوبہ پر تعمیر شدہ شہر کی پہلی بنیادی ضرورت اسکے محل وقوع کا خارجی اور داخلی رکاوٹوں سے پاک ہونا ہے۔ دوسری اہم ضرورت ایک ایسی مرکزی باختیار قوت یعنی انتظامیہ کا وجود ہے جو سڑکوں اور گلیوں کی دیکھ بھال گندے پانی کی نکاسی مکانوں کی کرسیوں کی مناسب بلندی اور عوامی کنوؤں کا معقول انتظام کرے اور پھر ان اصولوں پر عوام سے پابندی کرا سکے۔

Marfat.com

موہنجوداڑو میں یہ دونوں چیزیں موجود تھیں یہ علاقہ اس زمانے میں وسیع کشادہ اور ہموار رہا ہوگا اور یہاں کے باشندے فارغ البال اور سماجی قوانین کے پابند رہے ہونگے۔ لیکن شہر کے قریب دریا کی موجودگی سے پانی اور مٹی کی سطح برابر بلند ہوتی رہی جسکی وجہ سے یہاں کے باشندوں کو تھوڑے عرصے کے بعد اپنے مکانات کو بلند تر سطح پر بنانا پڑا۔ چنانچہ ڈی۔ کے۔ ایریا میں اس قسم کی سات تہوں کی نشاندھی کی گئی ہے اور اس بستی کی نچلی تہوں میں بعض مقامات پر سیلابی پانی کے ٹھہرنے کے نشانات بھی نظر آتے ہیں۔ اسطرح پرانے مکانات پر نئے مکانات تعمیر ہوتے ہوتے شہر کی سطح بلند اور تنگ ہوتی گئی جس کے باعث وہ قوم جو ابتدائی دور میں عمارات کی جزوی ضروریات تک کا خیال رکھتی تھی بعد کے عہد میں بلدیاتی اصولوں کو نظرانداز کرنے لگی اور آخری ایام میں تو شہر کے حکمراں زمین کے تنگ ہونے کیوجھ سے لوگوں کو سڑکوں اور گلیوں پر بھی قبضہ کرنے سے باز نہ رکھ سکے۔

خشت سازی

برصغیر ہندو پاکستان کے فن تعمیر کی تاریخ میں وادیٔ سندھ کی اینٹیں اپنی نظیر آپ ہیں۔ یہاں غالباً کسی دور میں بھی ان اینٹوں سے زیادہ کارآمد اینٹیں نہیں بنائی گئیں۔ ان اینٹوں کا

Marfat.com

حجم تقریباً $\frac{1}{3}$: $\frac{1}{2}$: 1 کی نسبت میں ہوتا تھا۔ تاریخی دور میں خشت سازی کے فن کی ترقی شہنشاہ اشوک کے زمانہ سے شروع ہوتی ہے۔ لیکن اس عہد کی اینٹیں بھی وادیٔ سندھ کی اینٹوں سے دوگنے حجم کی ہوتی تھیں۔ کشان۔ گپتا اور وسطی عہد میں ان کا حجم کم ہوتا گیا اور انکی لمبائی چوڑائی اور موٹائی میں اس تناسب کا خیال نہیں رکھا گیا جو وادیٔ سندھ کی اینٹوں میں نظر آتا ہے اور بعض ماہرین تعمیرات کا تو یہ خیال ہے کہ وادیٔ سندھ کی یہ اینٹیں اپنے اعلی تناسب کے لحاظ سے نہ صرف بہترین بلکہ سمیر، مصر (رومی عہد سے پہلے تک) اور دوسرے ممالک کی اینٹوں سے بھی برتر ہیں۔ مصر میں پتھر کی کثرت اور سمیر میں قیر ایسے گارے کی موجودگی کی وجہ سے اینٹوں کی ساخت پر زیادہ توجہ صرف کرنے کی ضرورت نہ تھی اس لئے انہوں نے ان اینٹوں کے سائز کے تناسب کا خیال نہیں رکھا لیکن وادیٔ سندھ کے فرزندوں کو تو دریا کی لائی ہوئی مٹی سے ہی واسطہ تھا جس سے اینٹیں بنانے میں انہوں نے اپنی اعلی صلاحیت کا ثبوت دیا ہے[1]۔

موہنجودارو اور ہڑپہ میں چند مقامات کے علاوہ جہاں کچی اور پکی اینٹیں تواتر سے بچھائی ہوئی ملتی ہیں یا کہیں کہیں ان کی بنیادیں بنائی گئی ہیں عام طور پر پختہ اینٹیں

1 Dikshit, K.N., Prehistoric Civilization of Indus Valley, P. 61.

Marfat.com

استعمال کی گئی ہیں۔ اینٹوں کی لمبائی چوڑائی کی دو گنی اور موٹائی چوڑائی کی نصف ہے۔ یہ اینٹیں 15.25 x 5 x 2.25 انچ سے لیکر 25.25 x 8.5 x 2.5 انچ تک کے مختلف سائز میں بنائی گئی ہیں ان کے علاوہ بڑے سائز کی اینٹیں بھی ہیں جو خاص خاص مواقع مثلاً نالیوں کو پاٹنے کیلئے استعمال کی گئی ہیں۔ یہ اینٹیں بالکل اسی طریقے سے بنائی گئی ہیں جو آج بھی رائج ہے یعنی دریا کی لائی ہوئی چکنی مٹی گوندھ کر لکڑی کے کھلے سانچوں میں ڈالی جاتی تھی بعد میں سانچے کے او پر کی زائد مٹی لکڑی کے تختے سے کاٹ کر الگ کر دی جاتی تھی اسطرح سے کونے صاف اور سطح ہموار ہو جاتی تھی۔ ان اینٹوں کو سکھانے کے بعد ایک زمین دوز آوے میں پکا لیا جاتا تھا۔ زیادہ پکی ہوئی اینٹوں کو یا تو بنیاد میں استعمال کیا جاتا تھا یا انکی روڑی بنالی جاتی تھی زیادہ پکنے کی وجہ سے بعض اینٹوں کی سطح پر ہرے رنگ کی ایک ناہموار تہ جم جایا کرتی تھی۔

چوکور اینٹوں کے علاوہ دوسری شکل کی اینٹیں بھی بنائی جاتی تھیں۔ چنانچہ کنویں بنانے کیلئے V شکل کی گاؤدم اینٹیں خاص طور سے بنائی جاتی تھیں انہیں اینٹوں کو محراب بنانے کے لئے بھی استعمال کیا جا سکتا تھا لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ محراب بنانے کے فن سے واقف نہ تھے ان کے علاوہ دوسرے مقاصد کے لئے عام اینٹوں کو کاٹ چھانٹ اور تراش کر استعمال کیا جاتا تھا۔ یہ

Marfat.com

اینٹیں اس قدر مہارت سے بنائی جاتی تھیں اور اتنی احتیاط سے جوڑی جاتی تھیں کہ انکے نیچے پانی رستا نہ تھا۔ غسلخانوں کے فرش عام طور سے اسی طرح گھسی ہوئی اینٹوں سے بنائے گئے ہیں۔ فرش کی چنائی میں کسی قسم کی نقاشی یا ڈیزائن کا اہتمام نہیں کیا جاتا تھا البتہ غسلخانوں کے کونوں پر کہیں کہیں L شکل کی اینٹیں استعمال کی گئی ہیں۔

اینٹوں کی چنائی مٹی کے گارے سے کی گئی ہے اور ہزاروں سال کی یہ لمبی لمبی دیواریں آج بھی نہایت مضبوطی سے قائم ہیں۔ خاص خاص مقامات مثلاً نالیوں۔ حمام۔ اور سنڈ اس وغیرہ کے بنانے میں چونا اور قیر کا گارا استعمال کیا گیا ہے مٹی کا گارا اینٹوں میں جذب ہو کر سیمنٹ یا دوسرے مصالحوں کے گاروں کی طرح چپک نہیں جاتا چنانچہ یہ قرین قیاس ہے کہ یہاں کی اینٹیں ایک جگہ سے نکال کر دوسری جگہ بھی استعمال کی جاتی رہی ہیں اور اسٹوپہ کی عمارت جو تاریخی دور کی تعمیر ہے انہیں استعمال شدہ اینٹوں سے بنائی گئی ہے۔ اس بات کے مزید ثبوت میں مختلف سائزوں کے ایک بار استعمال شدہ اینٹوں کے وہ چٹے بھی پیش کئے جا سکتے ہیں جو کھدائی کے وقت اس طرح لگے ہوئے ملے تھے جیسے کسی دوسری جگہ لے جا کر ان سے عمارت تعمیر کیجانے والی تھی۔ اس قسم کے نظارے آر میں بھی دیکھنے میں آئے تھے[1] اگر کھریا یا چونے کا گارا استعمال

1 Mackay - Earnest., The Indus Civilization, P. 30.

کیا جاتا تو اس طرح اینٹوں کو ایک جگہ سے نکال کر دوسرے جگہ استعمال کرنا دشوار ہوتا۔

مکانات

موہنجوداور کے مکانات سادے اور آرام دہ ہیں جنمیں خوبصورتی اور ظاہری ٹیپ ٹاپ سے زیادہ پائداری کا خیال رکھا گیا ہے۔ یہاں نفاست اور نزاکت کے بجائے زندگی کو آرام دہ اور فراغت مند بنانے پر زیادہ زور دیا جاتا تھا چنانچہ ہمیں یہاں ایسی شاندار اور مزین عمارات نہیں ملتیں جو مصر، سمیر اور دوسری قدیم تہذیبوں میں پائی گئی ہیں یہاں چند باتوں کا خاص طور سے خیال رکھا گیا ہے مثلاً ان تعمیرات کی بنیادیں کافی گہری اور مضبوط رکھی گئی ہیں ارو ان میں کھڑنجے اور روڑے بھر کر اچھی طرح کٹائی کی گہ ہے۔ عمارتوں کو سیلاب سے محفوظ رکھنے کے لئی مٹی کے چبوتروں کی اونچی کرسی بھی بنائی جاتی تھی۔ اکثر دیواریں اینٹوں کو علی الترتیب کھڑی اور پڑی یعنی انگلش بانڈ[1] کے طرز پر چن کر بنائی جاتی تھیں[2]۔

---

1 English Bond 2 Vedic Age, P. 171

Marfat.com

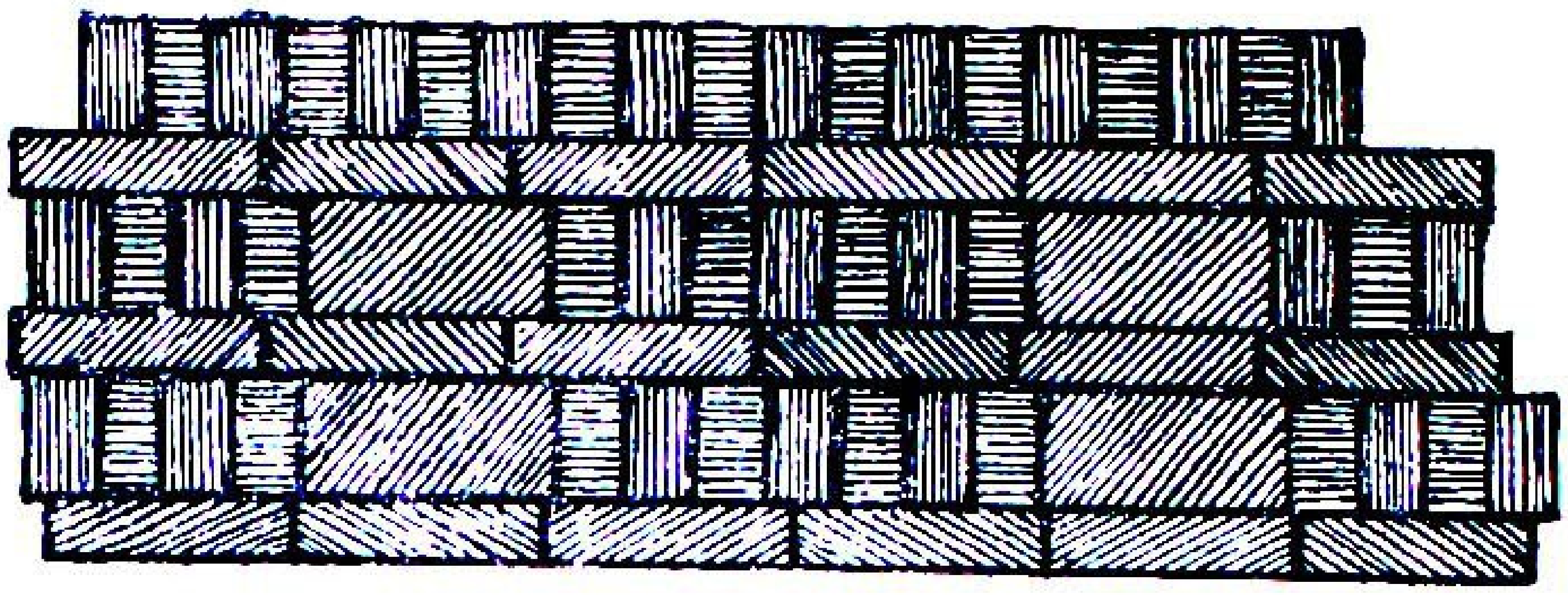

زیادہ موٹی دیواریں بنانے کیلئے باھر اور اندر کی طرف اینٹوں کی اکہری دیوار کھڑی کر کے انکے اندر مٹی گارا ٹھیکریاں اور ٹوٹی ہوئی اینٹیں بھر دی جاتی تھیں۔

کھدائی کے بعد جو عمارتیں دریافت ہوئی ہیں، ان کو تین قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے یعنی ۱۔ رھایشی مکانات، ۲۔ بڑی عمارات جنکا مصرف صحیح طور پر متعین نہیں ہو سکا ہے، ۳۔ غسل خانے اور حمام۔

رھایشی مکانات کم سے کم دو کمروں پر مشتمل ہیں لیکن بعض کافی وسیع و عریض ہیں ان مکانات کی بیرونی دیواریں بالکل سادہ ہیں اور ان میں داخل ہونے کے دروازے چوڑی سڑکوں کے بجائے گلیوں میں کھلتے ہیں عام مکانات کا رقبہ ۲۷×۳۰ فٹ تھا جنمیں ۴ یا ۵ کمرے ہوتے تھے۔ بڑے مکانات اس کے دوگنے رقبہ پر مشتمل ہوتے اور اسی مناسب سے ان میں

Marfat.com

زیادہ کمرے بنائے جاتے تھے حتیٰ کہ بعض مکانات میں ۳۰ کمرے تھے۔ موہنجوداڑو کا سب سے بڑا مکان ۲۴۲ فٹ لمبا ۱۱۲ فٹ چوڑا ہے اس میں کئی صحن ہیں جنکے اطراف میں رہایشی کمرے اور گودام وغیرہ بنے ہوئے ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس مکان میں رہنے والا یقیناً ایک ایسا صاحب حیثیت خاندان تھا جو کافی افراد پر مشتمل تھا۔

وادیٔ سندھ کے مکانوں کے کمروں کی وسعت موجودہ دور کے مکانات کے کمروں سے کچھ کم ہوتی تھی اسکا سبب وہ موٹی دیواریں تھیں جو سیلابوں سے حفاظت کے خیال اور بالائی منزلوں کا بوجھ اٹھانے کے لئے موٹی بنائی جاتی تھیں ان دیواروں پر بھوسہ ملی ہوئی مٹی کا پلستر کیا جاتا تھا جسکے نشانات اب بھی کئی مقامات پر نظر آتے ہیں۔ چند مکانات کی دیواروں کے بالائی حصہ میں چوکور کھانچے ملے ہیں جنمیں غالباً وہ شہتیر رکھے جاتے ہوں گے جنپر چھت ڈالی جاتی تھیں۔ ان شہتیروں کے اوپر لکڑی کی پتلی کڑیاں ڈالی جاتی ہونگی جن پر نرکل اور سرکنڈوں کی چٹائی بچھا کر مٹی چڑھا دی جاتی ہوگی۔ قیاس ہے کہ چھتیں چورس اور ہموار ہوتی تھیں اور ان کے کناروں پر حفاظت کے لئے منڈیر بنا دی جاتی تھی بارش کا پانی نکالنے کے لئے پختہ مٹی یا لکڑی کے پرنالے لگائے جاتے تھے۔

ان مکانات کا نقشہ مجموعی طور پر مشرقی ممالک کے

Marfat.com

مکانوں بالخصوص بابل اور بر صغیر هند و پاکستان کے شمالی علاقوں کے شہروں کے مکانات سے ملتا جلتا ہے۔ یعنی هر مکان کے وسط میں صحن هوتا تھا اور صحن کے چاروں طرف کمرے بنائے جاتے تھے صحن کے کسی ایک گوشے میں دودھ دینے والے جانور باندھے جاتے تھے اور کسی دوسرے گوشے میں باورچی خانہ هوتا تھا۔ بڑے مکانوں میں مشترک خاندان رھا کرتے تھے بعض مکانات میں پردے کی ایسی دیواریں بھی پائی گئی هیں جو مکان کو دو حصوں میں تقسیم کرتی هیں اور ایسا معلوم هوتا ہے کہ گویا دو بھائیوں کی بیویوں کی کھٹ پٹ یا کسی دوسرے خاندانی اختلاف کی وجہ سے مکان دو حصوں میں تقسیم هو گیا ہے۔ چند مکانوں کی بیرونی دیوار ملحقہ مکان کی دیوار سے ذرا هٹ کر بنائی گئی ہے اور اس طرح دونوں مکانوں کے درمیان ایک بہت تنگ گلی سی بن گئی ہے یہ شاید مشترکہ دیوار میں کیل گاڑنے الماری لگانے یا یا پڑوسیوں کی اسی قسم کی کسی چپقلش سے بچنے کیلئے کیا گیا هوگا۔ دروازے غالباً لکڑی کے بنائے جاتے تھے جو چوکھٹ کے بیچ میں فٹ کئے جانے کے بجائے اوپر کے پٹاؤ اور دهلیز میں پھنسا دئے جاتے تھے۔ بیرونی دیواروں میں کھڑکیاں شاز و نادر هی هوتی تھیں۔

اوپر کی منزلوں پر جانے والی سیڑھیاں اونچی، پتلی اور تنگ هیں بعض سیڑھیوں کی اونچائی پندرہ انچ اور

Marfat.com

چوڑائی صرف پانچ انچ ہے جن پر چڑھنے کیلئے کافی احتیاط برتنا پڑتی ہوگی۔ لیکن چند زینے ایسے بھی ملے ہیں جو کافی باقائدہ اور مناسب بنائے گئے ہیں۔ ایک بڑے مکان میں تو یہ سوا دو انچ اونچے اور سوا آٹھ انچ چوڑے ہیں، بعض مکانوں میں اوپر والی منزل پر جانے کے لئے بیرونی گلی سے زینے نکالے گئے ہیں۔

ان مکانوں میں فرنیچر بہت سادہ ہوتا ہوگا نرکل اور سرکنڈے کی چٹائیاں اور سرکنڈوں کے سونڈھے اور تپائیاں جن کی مہروں پر تصویر کشی کی گئی ہے بیٹھنے کیلئے استعمال ہوتی ہونگی۔ غلہ رکھنے کیلئے کھٹلیاں یا بڑے مٹکے نصب تھے بعض جگہ دیواروں میں گہرے طاق یا کھانچے ملے ہیں جو شاید الماریوں کا کام دیتے ہوں گے۔

شاہراہیں اور گلیاں

سوھنجودارو کی سڑکیں اور گلیاں شمالاً جنوباً اور مشرقی اور مغربی سمتوں میں بنائی گئی ہیں۔ یہ سڑکیں ایک دوسرے کو زاویہ قائمہ بناتی ہوئی کاٹتی ہیں۔ غالباً یہ سمتیں ہواؤں کے رخ کو مدنظر رکھتے ہوئے تجویز کی گئی ہونگی اور شمال یا جنوب سے چوڑی شاہراہوں پر چلتی ہوئی تازہ ہوا گلیوں اور کوچوں کی ٹہری اور گھٹی ہوئی ہوا کو کھینچ لیتی ہوگی اسطرح ہر جگہ ہوا کا گذر ہوجاتا ہوگا۔ ہوسکتا ہے کہ سمتوں کا یہ انتخاب ایک اتفاقی بات ہو اور اسکا ہواوں کے رخ سے کوئی تعلق نہ ہو لیکن ہوا کی بہم رسانی کا ایسا ہی

Marfat.com

انتظام بابلی تہذیب کے چند شہروں میں بھی پایا گیا ہے۔

سڑکیں کافی کشادہ ہیں۔ شاہراہ اول جو نصف میل سے زیادہ لمبائی تک دریافت کی جا چکی ہے شمالاً جنوباً واقع ہے اور اس علاقہ کے سب سے اہم ٹیلے کو دو حصوں میں تقسیم کرتی ہے۔ یہ شاہراہ یہاں کی سب سے اہم شاہراہ رہی ہوگی کیونکہ بعض جگہ یہ ۳۰ فٹ سے زیادہ چوڑی ہے اور کئی بیل گاڑیاں اسپر ایک ساتھ گذر سکتی ہیں (پلیٹ نمبر ۴-ب) شاہراہ مشرق جو شاہراہ اول کے جنوبی سرے پر زاویہ قائمہ بناتی ہوئی گذرتی ہے بظاہر اس سے زیادہ چوڑی ہے لیکن ابھی تک اسکا ایک حصہ ہی صاف کیا جا سکا ہے۔ وسطی شاہراہ بھی شاہراہ اول کو زاویہ قائمہ پر کاٹتی ہے اور بالائی حصہ پر، جہاں تک اسکی کھدائی ہوئی ہے۔ ۱۸ فٹ چوڑی ہے۔ سٹوپہ ایریا کی سب سے اہم شاہراہ ساڑھے تیرہ فٹ چوڑی ہے اور شمال سے جنوب کی طرف جاتی ہے۔ دوسری گلیاں ۹ فٹ سے ۱۲ فٹ تک اور کوچے ۴ فٹ اور اس سے زیادہ چوڑے ہیں۔ ان سڑکوں اور گلیوں میں سے کوئی بھی پختہ نہیں ہے البتہ شاہراہ اول پر اینٹوں اور پتھروں کی روڑی ڈال کر ان کو کسی وزن دار چیز سے کوٹ کر ہموار کرنے کی کوشش کی گئی تھی لیکن شاید یہ تجربہ زیادہ کامیاب نہ ہوا اور اسی وجہ سے دوسرے مقامات پر ایسی کوشش نہیں کی گئی۔

1. Mackay; Indus Valley Civilization P.p. 23-24

Marfat.com

سوھنجودارو کی تمام سڑکیں اور گلیاں کافی کھدائی کے بعد دریافت ھوئی ھیں اور بعض مقامات پر تو بالائی سطح سے ۳۰ فٹ نیچے تک کھدائی کی گئی ھے۔ چوڑی شاھراھوں کی بہ نسبت گلیاں زیادہ صحیح و سالم ھیں کیونکہ چھوٹی گلیاں چوڑی شاھراھوں کی بہ نسبت کم استعمال کی گئی ھونگی اور شہر کی بربادی کے وقت جلد ھی تہ خاک ھو گئی ھوں گی۔ ان گلیوں کی چوڑائی نیچے سے اوپر کی جانب بڑھتی چلی ھے اس کی وجہ یہ ھے کہ دو رویہ مکانات کی بیرونی دیواریں مخروطی شکل کی ھیں۔ (پلیٹ نمبر ۴ الف)

یہاں کی چوڑی سڑکیں رونق اور دلچسپی کے تمام لوازمات سے عاری ھیں۔ کیونکہ عام دستور کے برعکس نہ تو ان سڑکوں پر مکانات کے بیٹھکے کھلتے ھیں جنمیں محفلیں جمیں خوش گپیاں ھوں اور رات کے وقت روشنی چھن چھن کر سڑکوں کو روشن کرے اور نہ مکانوں کے دروازے ھیں جن سے لوگ مکانوں میں آئیں جائیں اور چہل پہل ھو۔ کشادہ سڑکوں اور گلیوں کے اتصال پر ایسے کمرے عام طور پر پائے گئے ھیں جن سے مکانات میں آمدورفت ھو سکتی ھے۔ ان کے دروازے بھی گلیوں میں ھیں اور خیال کیا گیا ھے کہ یہ چوکیداروں اور دربانوں کے لئیے بنائیے گئیے ھونگے۔ چند شواھد سے یہ بھی اندازہ لگایا گیا ھے کہ چوروں سے محفوظ رکھنے کے لئے موھنجودارو کے سارے علاقے

Marfat.com

کو مختلف چوکیوں میں تقسیم کیا گیا ہوگا۔

بعض گلیوں کے موڑ پر انسانوں کے کپڑوں اور گذرنے والے جانوروں کے اوپر لادے ہوئے سامان کی رگڑ کے نشانات بھی ملتے ہیں۔ کچھ مقامات پر گلی کے موڑ پر ایسی اینٹیں استعمال کی گئی ہیں جنکے کونے گولائی سے تراشے گئے ہیں تاکہ سامان لے جانے والے جانور انکے نوکیلے کونوں میں نہ الجھیں۔ اس قسم کے موڑ آرکے مکانوں کی دیواروں میں بھی پائے گئے ہیں[1]۔

کنوئیں

کنویں موہنجودارو کی ایک امتیازی خصوصیت ہیں اور ہزاروں سال پرانے ہونیکے باوجود کیچڑ اور ملبہ نکالنے کے بعد آج بھی نہایت صاف و شفاف اور ٹھنڈا پانی بہم پہنچاتے ہیں۔ جس وقت یہاں کھدائی کی جاری تھی تو محکمہ آثار قدیمہ کے عملے اور مزدوروں کے پینے کے لئے ۳ میل کے فاصلے پر سے پانی لانا پڑتا تھا۔ اس دقت سے بچنے کے لئے قدیم کنوؤں کی کھدائی کی گئی اور صفائی کے بعد ان کنوؤں سے صاف ٹھنڈا پانی برآمد ہوا۔

یہ کنویں ہر بڑے گھر میں پائے گئے ہیں۔ بعض لوگوں نے کنویں بنواتے وقت اس بات کا خیال رکھا تھا کہ

1. Mackay Earnest — The Indus Civilization, P. 26

Marfat.com

گھر میں پردہ بھی رہے اور باہر کے لوگ بھی اس سے فائدہ اٹھا سکیں چنانچہ مکان کی بیرونی دیوار کے قریب کنواں بنوا کر اس پر اسطرح دیوار کھڑی کی گئی ہے کہ کنواں دو حصوں میں تقسیم ہو گیا ہے اور مکان کے اندر اور باہر گلی سے پانی بھرا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ جگہ جگہ سڑکوں اور گلیوں کے کنارے بھی کنویں بنائے گئے ہیں ۔ یہ کنویں اوپر سے نیچے تک پختہ ہیں اور سب کنویں گول ہیں لیکن دو ایک مقامات پر بیضاوی کنویں بھی بنے ہوئے ملے ہیں۔ یہ اپنی وضع میں منفرد ہیں اور کسی دوسری جگہ نہیں دیکھے گئے ایک کنواں اتنا تنگ ہے کہ اسکا قطر صرف ایک فٹ دس انچ ہے کنوؤں کی جگت [1]۔ پر رسی کی رگڑ سے پڑے ہوئے نشانات جگہ جگہ نظر آتے ہیں ۔ کئی مقامات پر اینٹوں پر گول گہرے نشانات بھی پائے گئے ہیں جو بار بار گھڑے رکھنے کی رگڑ سے پڑے ہیں ۔ کھدائی میں بچوں کے کھیلنے کی مٹی کی بنی ہوئی چھوٹی چھوٹی گراریاں بھی ملی ہیں جن سے یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ پانی کھینچنے کے لئے بڑی گراریاں بھی لگائی جاتی ہونگی۔

ہزاروں سال کی اس پرانی بستی کی سطح برابر اونچی ہوتی رہی ہے۔ اور دریائے سندھ میں متواتر سیلاب آنے اور زیر زمین پانی کی سطح میں تبدیلی کی وجہ سے یہ کنویں بار بار اونچے

---

1 کنویں کی منڈ

Marfat.com

کئے جاتے رھے ھیں ۔ چنانچہ چند کنوؤں میں یہ دور صاف نظر آتے ھیں جہاں انہیں کنوؤں کے اوپر کے حصہ کو بنیاد بنا کر کئی بار اونچا کیا گیا ھے (پلیٹ نمبر ۳۔ ب)

موھنجودارو کے آخری دور میں نئے کنویں نہیں بنائے گئے بلکہ پرانے کنویں ھی استعمال کئے جاتے رھے۔ بعد کے عہد کے لوگوں نے اپنے اجداد کے بنوائے ھوئے کنوؤں کی مرمت پر کوئی خاص توجہ نہیں دی اسکا اندازہ اس بات سے ھو سکتا ھے کہ ان کے زیرین حصوں میں اینٹیں نہایت صفائی اور ھمواری سے جوڑی گئی ھیں اور اوپری حصوں میں یہ چنائی بے ترتیب اور نہایت بھدے طریقہ سے کی گئی ھے۔ چونکہ کنوؤں کے پانی کی ابتدائی سطح اور آخری سطح میں تقریباً بیس فٹ کا فرق ھے اسلئے ابھی تک کسی کنویں کی ابتدائی تہ تک نہیں پہنچا سکا ھے۔

صفائی

وادیٔ سندھ کے باشندے صفائی کا بہت خیال رکھتے تھے۔ شاھراھوں، کنوؤں اور گلیوں سے پانی نکالنے کا جو اھتمام موھنجودارو میں نظر آتا ھے اس کے پیش نظر اگر یہ دعویٰ کیا جائے کہ ھمعصر تہذیبوں میں کوئی قوم بھی اس بارے میں انکے پاسنگ بھی نہ تھی تو غلط نہ ھوگا۔

Marfat.com

تقریبا ہر گلی میں پختہ اینٹوں کی بدروین اور گلی کے دونوں جانب سے مکانوں کا گندہ پانی لانے والی نالیاں اپنی مثال آپ ھیں یہ نالیاں بڑی نالیوں میں ملتی ھیں جو ۱۹ انچ گہری اور ۸ انچ چوڑی ہوتی تھیں لیکن پانی کی مقدار کے اعتبار سے انکی گہرائی اور چوڑائی بھی مختلف ھے چنانچہ بعض نالیاں انکی دوگنی ھیں یہ نالیاں معمولی پختہ اینٹوں سے بنائی جاتی تھیں اور مٹی کے گارے سے جوڑی جاتی تھیں لیکن بعض بعض نالیوں میں قیر کا گارا استعمال کیا گیا ھے تاکہ پانی مٹی میں جذب نہ ہوسکے اور آسانی سے بہ جائے ان نالیوں کو اینٹوں سے ڈھک دیا جاتا تھا۔ اور ان میں گارا اسلئے استعمال نہیں کیا جاتا تھا کہ ان کو اٹھا کر نالیوں کو آسانی سے صاف کیا جا سکے۔ زیادہ چوڑی نالیاں پتھر کی سلوں سے بند کی جاتی تھیں۔ کہیں کہیں اس مقصد کے لئے چوڑی پختہ اینٹیں بھی استعمال کی گئی ھیں لیکن چونکہ بڑی اینٹیں وزن پڑنے سے ٹوٹ جاتی تھیں اسلئے پتھر کی سلوں کو ترجیح دیگئی ھے۔

گھروں کا گندہ پانی یا بارش کا پانی نالیوں میں براہ راست نہیں آتا تھا بلکہ موریاں پہلے ایک چھوٹے حوض میں گرتی تھیں جہاں کوڑا کرکٹ تہ میں بیٹھ جاتا تھا اور پانی بہ جاتا تھا۔ اس طریقہ سے بڑی نالیاں کوڑے سے پاک رہتی تھیں اور پانی کی نکاسی میں رکاوٹ نہ ہوتی تھی۔ ان

Marfat.com

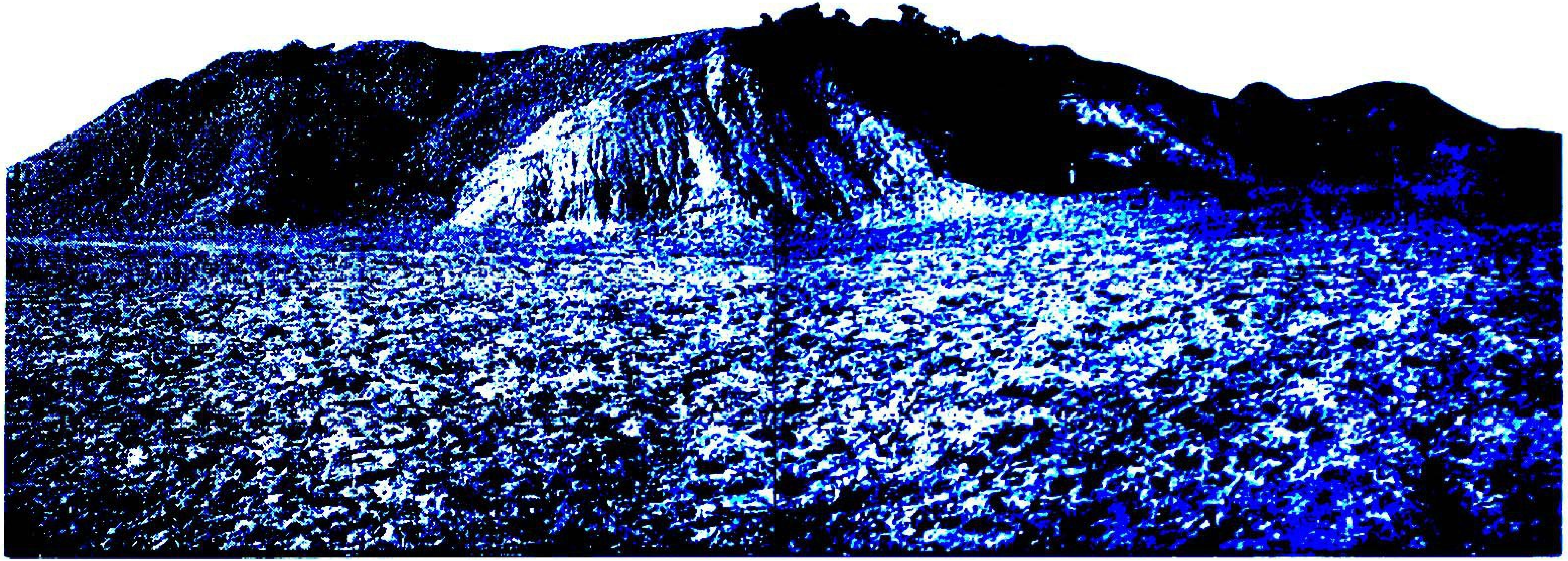

پلیٹ نمبر ۱ ۔ موہنجوداڑو ۔ کھدائی سے پہلے

Marfat.com

پلیٹ نمبر ۲ - الف - موہنجودارو — اسٹوپہ

Marfat.com

پلیٹ نمبر ۲ - ب - موہنجودارو — بڑا حوض

Marfat.com

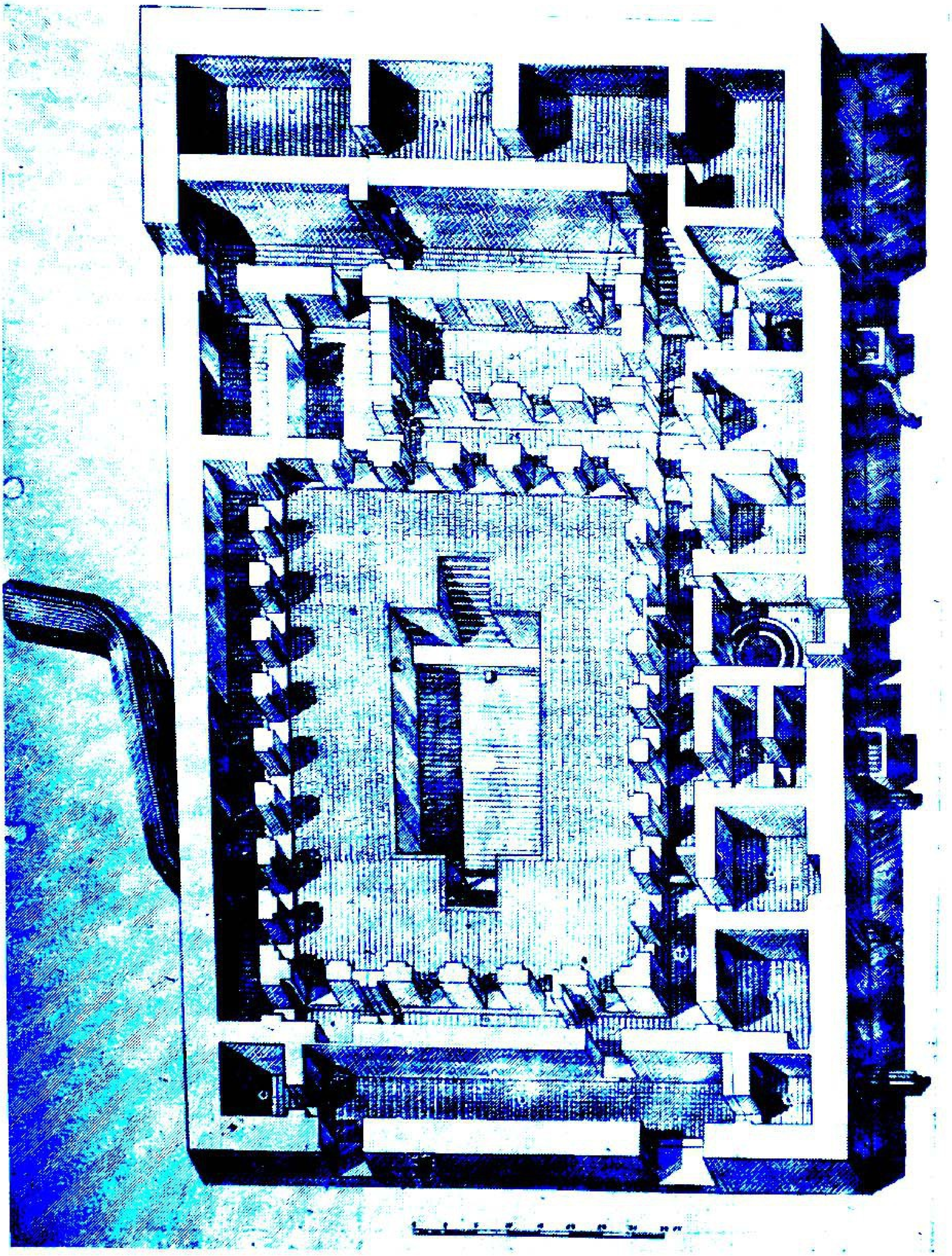

سوھنجودارو - بڑے حوض کا نقشہ

Marfat.com

پلیٹ نمبر ۳ ۔ الف ۔ موہنجوداڑو — کنواں

Marfat.com

پلیٹ نمبر ۳ - ب - موہنجودارو — ایک کنواں جو سطح زمین
بلند ہونے کے ساتھ ساتھ اونچا کیا جاتا رہا

Marfat.com

پلیٹ نمبر ۴ - الف - موہنجودارو - ایک ڈی

Marfat.com

پلیٹ نمبر ۴ - ب - موہنجودارو — شاہراہ اول

Marfat.com

پلیٹ نمبر ٥ - الف - موہنجوداڑو ایک زینہ

Marfat.com

پلیٹ نمبر ٥ - ب - موہنجودارو - ڈھکی ہوئی موریاں اور چہ بچہ

Marfat.com

پلیٹ نمبر ٦ ـ ب ـ گندہ پانی جذب کرنے کا مٹکا

پلیٹ نمبر ٦ ـ الف ـ موہنجوداڑو ـ گندے پانی کی
[illegible]

Marfat.com

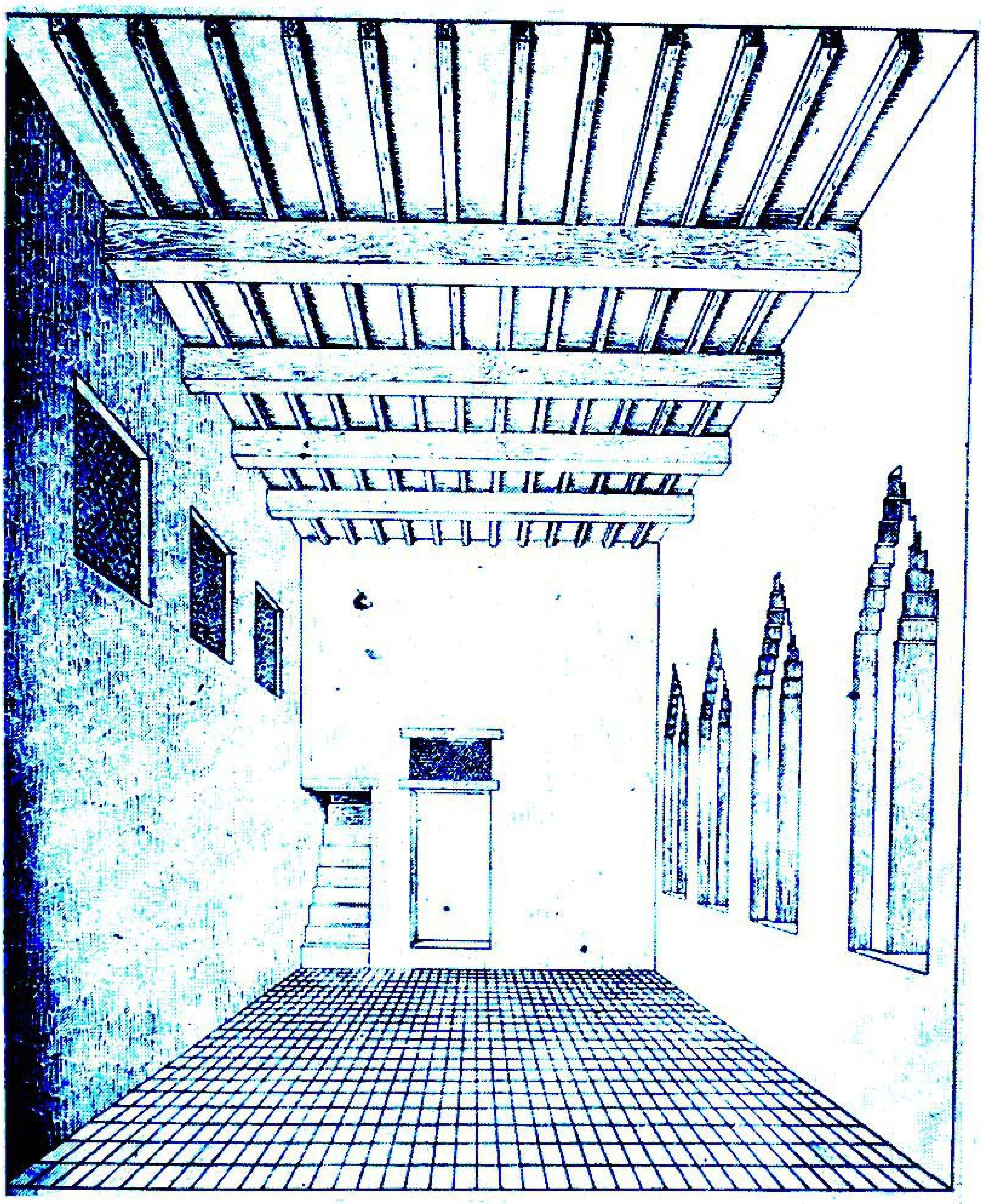

موھنجوداڑو کے ایک خیالی کمرے کا خاکہ

Marfat.com

حوضوں کو برابر صاف کیا جاتا تھا۔ بعض مکانوں کے رھنے والے جو گندے پانی کے لئے حوض نہیں بنوا سکتے تھے موریوں کے منہ پر مٹی کے بڑے گھڑے دفن کر دیتے تھے جسمیں غلاظت جمع ہو جاتی تھی ان مٹکوں کے پیندوں میں سوراخ ھوتا تھا جس سے دھیرے دھیرے پانی زمین میں جذب ھوتا رھتا تھا۔ (پلیٹ نمبر ۔ ٦ ب)

بعض لمبی نالیوں میں تھوڑی تھوڑی دور پر پختہ اینٹوں کے چہ بچے بنائے گئے ھیں۔ انمیں اترنے کیلئے باقاعدہ زینے ھیں جنکو لکڑی کے موٹے تختوں سے پاٹ دیا جاتا تھا ان کی سطح برابر یا اس سے کچھ نیچی رکھی جاتی تھی ان حوضوں کو بڑی آسانی سے صاف کیا جا سکتا تھا اور انکے اندر کھڑے ھو کر ان نالیوں کو جنکا پانی انمیں گرتا تھا نہایت آسانی سے کسی بانس یا لکڑی سے صاف کیا جا سکتا تھا (پلیٹ نمبر د ۔ ب) اس قسم کی صفائی کا انتظام غالباً بلدیہ کے داروغہ صفائی کی نگرانی میں ھوتا تھا۔

جن مقامات پر نسبتاً اونچی سطح پر بہتی ھوئی نالی کسی دوسری نشیب میں بہنے والی نالی سے ملتی تھی وھاں ایک چھوٹا سا حوض بنایا جاتا تھا تاکہ نالی کا پانی دوسری نالی میں اوپر سے نیچے گرنے کی بجائے اس حوض میں گرے اور چھینٹیں نہ اڑیں جس سے قریب کی زمین گیلی نہ ھو اور گندگی نہ پھیلے۔ جہاں کہیں ایک نالی دوسری نالی سے ملتی ھے وھاں زاویہ قائمہ یا عمودی شکل میں ملنے کے بجائے

Marfat.com

نالیوں میں گولائی پیدا کر دی گئی ہے تاکہ پانی کا زور کم ہو جائے (پلیٹ نمبر ۵ - ب) شہر کے باہر ایسی زمین دوز بد رویں بنائی گئی ہیں جن سے شہر کا پانی باہر نکلتا تھا - انمیں سے بعض بعض تواڑھائی فٹ چوڑی اور ۴ یا پانچ فٹ اونچی ہیں اور وادیٔ سندھ کے قدیم باشندوں کی اعلی تعمیری صلاحیتوں کی غمازی کرتی ہیں -

غسل خانے

وادیٔ سندھ کے لوگ غسل کو بہت اہمیت دیتے تھے - اور غالباً روزانہ نہانے کے عادی تھے - چنانچہ یہاں کے تقریباً ہر مکان میں غسل خانے بنے ہوئے تھے جنکے بنانے میں خاص اہتمام کیا جاتا تھا - یہ غسل خانے بیرونی گلی کی سمت میں بنائے جاتے تھے اور مربع یا مستطیل ہوتے تھے ان کے فرش پختہ اور انکا ڈھلوان بیرونی دیوار کی جانب ہوتا تھا - انکی نالیاں سڑک کی نالیوں سے ملتی تھیں - بعض مکانات میں بالائی منزل سے نیچے کی منزل تک گندا پانی نکالنے کیلئے مٹی کے بنے ہوئے پختہ گول پائپ لگے ہوئے ملے ہیں (پلیٹ نمبر ۶ - الف) ممکن ہے کہ اوپر کی منزلوں میں بھی غسلخانے ہوتے ہوں -

Marfat.com

حمام

موھنجوداڑو میں بعض ایسی عمارتیں بھی پائی گئی ھیں جن پر حمام ھونے کا گمان ھوتا ھے ان عمارتوں کی دیواروں میں جابجا ایسے نل لگے ھوئے ھیں جن سے یہ اندازہ ھوتا ھے کہ انکے ذریعے گرم پانی پہونچایا جاتا ھو گا۔ ان عمارتوں کے اندر راکھ اور کوئلہ بھی برآمد ھوا ھے جس سے اس قیاس کو مزید تقویت ملتی ھے کہ یہ عمارتیں حمام کا کام دیتی ھونگی لیکن حمام کی موجودگی یقینی طور سے ثابت نہیں کی جا سکتی۔

مندرجہ بالا شواھد سے یہ اندازہ ھوتا ھے کہ وادیٔ سندھ کے لوگوں نے قصباتی منصوبہ بندی اور فن تعمیر میں کافی ترقی کی تھی کیونکہ اس تہذیب کی بربادی کے بعد تقریباً ایک یا ڈیڑھ ھزار سال تک براعظم ھند و پاکستان میں نہ تو ایسی شاندار عمارات ھی بنائی گئیں اور نہ ھی ایسی با سلیقہ بلدیاتی منصوبہ بندی کی گئی لیکن فطری طور پر یہاں یہ سوال پیدا ھوتا ھے کہ فن تعمیر میں ان لوگوں کو یہ کمال کیسے حاصل ھوا۔ یہ کہنا صحیح نہ ھوگا کہ یہاں ان سے پہلے کوئی اور مہذب قوم آباد تھی جس سے یہ تعمیری ورثہ انہیں ملا اور جس کو انہوں نے ترقی دی کیونکہ موجودہ

Marfat.com

تحقیق نہ تو کسی ایسی قوم کا ہی پتہ دیتی ہے اور نہ ہی کسی ایسے تہذیبی ورثہ کا جو ہمیں اس سلسلے میں مطمئن کر سکے۔ چنانچہ یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ قصباتی منصوبہ بندی اور فن تعمیر کی یہ معراج وادیٔ سندھ کے ان قدیم فرزندوں کے صدیوں کے تجربوں اور پیہم سعی و عمل کا نتیجہ تھی البتہ اس بات کا بڑی کاوشوں کے بعد پتہ چلے گا کہ ان کی یہ کوششیں کب اور کس طرح دوسرے علاقوں میں پہنچیں اور آنے والی نسلوں نے ان سے کس حد تک استفادہ کیا۔

Marfat.com

صنعت و حرفت

کوزہ گری

تانبے اور کانسے کے ظروف

اسلحہ اور اوزار

سنگ تراشی

مہریں

دُوسری صنعتیں

منکے

Marfat.com

Marfat.com

کوزہ گری

مٹی کے ٹھیکرے جو عام لوگوں کی نظروں میں کوئی وقعت نہیں رکھتے آثار قدیمہ کے ماہرین کے لئے حروف تہجی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان ٹھیکروں ہی سے غیر تحریر شدہ دور کی تاریخ کی تدوین کی جاتی ہے۔ انکی ساخت، نقاشی، پختگی، اور موٹائی غرضیکہ ہر خصوصیت پرانی تہذیب کے ایک خاص دور کی آئینہ دار تسلیم کی جاتی ہے۔ مشرق قریب کی قدیم بستیوں سے دریافت شدہ ٹھیکریاں ان تہذیبوں کے مختلف ادوار اور دوسری تہذیبوں سے رابطہ، مناسبت، اور طرز معاشرت میں امتیازات کی نشاندھی کرتی ہیں۔

خوش قسمتی سے وادیٔ سندھ کے لوگوں نے ظروف گلی کی شکل میں بہت زیادہ مواد چھوڑا ہے جو ان کے رہن سہن

Marfat.com

اور طریق زندگی کی غمازی کرتا ہے انکی اہمیت اس لئے اور بھی زیادہ ہے کہ بعض مخصوص حالات کے علاوہ ظروف گلی جس مقام پر دریافت ہوتے ہیں کم و بیش وہیں بنائے بھی جاتے ہیں اور اپنے عہد کی صحیح عکاسی کرتے ہیں دوسری باقیات یا تو حملہ آور لوٹ کھسوٹ کر اپنے ہمراہ لے جاتے ہیں یا خزانہ تلاش کرنے والوں کی نذر ہو جاتی ہیں لیکن ظروف گلی بے وقعت ہونے کی وجہ سے کم و بیش اپنے مقام پر ہی پڑے رہتے ہیں اور انہیں کوئی ہاتھ نہیں لگاتا۔ موہنجودارو میں ظروف گلی اس کثرت سے دریافت ہوئے ہیں کہ خیال ہرتا ہے کہ شاید یہاں کے لوگوں کو انکے بنانے اور توڑنے کے علاوہ کوئی دوسرا کام ہی نہ تھا۔

موہنجودارو اور ہڑپہ کی کوزہ گری میں زبردست مماثلت ہے۔ اگر ان دونوں مقامات سے دریافت شدہ خذف ریزے ایک جگہ جمع کئے جائیں تو یہ امتیاز کرنا تقریبا ناممکن ہوگا کہ کون سا ٹکڑا ہڑپہ کا ہے اور کونسا موہنجودارو کا ہے۔ یہ سب دریائے سندھ کی لائی ہوئی اس چکنی مٹی کے بنے ہوئے ہیں جسمیں چونے اور ابرق کے اجزا چھوٹے چھوٹے زرات کی شکل میں شامل ہیں۔ یہ برتن کمہار کے چاک پر بنائے گئے ہیں لیکن بعض برتن ہاتھ کے بنے ہوئے بھی ہیں۔ یہ چاک چونکہ لکڑی کے بنے ہوئے تھے اس لئے

Marfat.com

تلف ہو گئے البتہ وہ بھٹیاں کھدائی میں دریافت ہوئے ہیں
جنمیں مٹی کے برتن کھلونے اور دوسری چیزیں پکائی جاتی
تھیں۔ ان گول بھٹیوں کا قطر چھ یا سات فٹ ہے انکے نیچے
ایسی نالیاں بنائی گئی ہیں جن سے ہوا اندر جا کر آگ بھڑکاتی
تھی۔ فرش پر سوراخ ہوتے تھے۔ جسپر برتن جمادئے جاتے تھے
اور فرش کے نیچے ایک گڑھے میں آگ لگائی جاتی تھی۔
دھواں نکلنے کے لئے بھٹی کے اوپر ایک سوراخ ہوتا تھا
آنچ ہموار رکھی جاتی تھی جسکی وجہ سے برتنوں پر بعض
جگہ زیادہ پکنے سے سیاہ یا کم پکنے سے زرد یا
ہلکے سرخ رنگ کے دھبے نہ پڑتے تھے بلکہ انکی
سطح خوبصورت سرخ رنگ کی ہوتی تھی۔ چاک پر
برتنوں کو بنانے اور سکھانے کے بعد اورچ (ایک قسم
کی مٹی جسمیں لوہا ملا ہوا ہوتا ہے اور جس سے ہلکا بادامی رنگ
بنتا ہے) سے رنگائی کی جاتی تھی رنگ سوکھنے پر ہڈی یا
برتن کے ٹکڑے سے گھٹائی کر کے سطح چکنی کی جاتی تھی۔
پھر کسی برش سے نقاشی کی جاتی تھی۔ یہ نقش گہرے
سیاہ یا سیاہی مائل سرخ مصالحے سے بنائے جاتے تھے۔ اس
زمانہ کی سب سے پسندیدہ ڈیزائن ایسے دائروں پر مشتمل ہے
جو ایک دوسرے کو چار مقامات پر کاٹتے ہیں اور اسطرح انپر
پتیاں سی بن جاتی ہیں۔ ان پتیوں کے اندر نہایت احتیاط سے
متوازی خطوط کھینچے گئے ہیں اور بہت زیادہ زیب

Marfat.com

معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن یہ دائرے چونکہ کسی پرکار یا دوسرے اوزار کی مدد کے بغیر ہاتھ سے کھینچے گئے ہیں۔ اسلئے اکثر بھدے اور غیر واضح ہیں دوسری وضع ایسے درختوں پر مشتمل ہے جنکی جڑیں گملوں میں دکھائی گئی ہیں۔ درختوں کے بین بین دوسرے نقوش ہیں لیکن احتیاط سے بنے ہوئے برتنوں کو چھوڑ کر عام طریقہ پر یہ درخت سیدھی کھڑی لکیروں کی شکل میں ہیں جنپر لکیریں کھینچ کر شاخیں بنائی گئی ہیں۔ بعض نقوش میں نکلتے ہوئے سورج کی شکل ایسے گول کنگھے کی طرز پر بنائی گئی ہے جسکے دندانے باہر کی جانب ہوں۔ یہ دندانے گویا سورج کی کرنیں ہیں۔ اسی طرح جانوروں، چڑیوں، سانپوں اور مچھلیوں کی تصویریں بھی بنائی گئی ہیں۔ جانوروں کے خاکے کے اندر خوبصورتی کے خیال سے لکیریں کھینچی گئی ہیں عام طور پر جانور اور پرندوں کو انکے فطری ماحول میں یعنی جانوروں کو گھاس پر اور چڑیوں کو جھاڑیوں یا درختوں پر دکھایا گیا ہے ایک برتن پر دو چڑیاں جھاڑیوں کے درمیان پھدکتی ہوئی دکھائی گئی ہیں۔ چند برتنوں پر ہرن اور پہاڑی بکرے کی تصویریں بھی بنائی گئی ہیں۔

ہڑپہ سے دریافت شدہ ایک برتن پر ایک آدمی اور بچے کی تصویر کے علاوہ کسی اور برتن پر انسانی اشکال کی تصویر کشی نہیں کی گئی اسیطرح

Marfat.com

انسانی جسم کے اعضا کی تصویریں بھی کہیں نظر نہیں آتیں البتہ چند ایسے بیضاوی نقوش پائے جاتے ہیں جنکو آنکھوں سے تشبیہ دی جا سکتی ہے۔اس کے برعکس اسی عہد میں ایلام اور سمیری کوزہ گری میں انسانی اشکال کی تصویر کشی کی بھرمار ہے۔ اسکے علاوہ شطرنجی (جسمیں چوکور خانے کھینچے جاتے ہیں) مثلث نما نقاشی اور دندانے دار نقوش بھی اکثر و بیشتر برتنوں پر ملے ہیں چند برتنوں میں متذکرہ بالا نقوش کے بجائے گولائی سے چوڑی اور چپٹی پٹیاں ڈالی گئی ہیں۔ بعض برتنوں پر ایک دوسرے سے ملے ہوئے بیضاوی دائرے بنائے گئے ہیں۔ یہ دائرے ایک دوسرے سے ملکر ایسی شکلیں بناتے ہیں گویا فلس ماھی کی تصویر اتاری گئی ہو۔ چند چوڑی پٹیوں کے اندر برقی نما کٹاؤ دار لکیریں یا ڈول اور بیضاوی دائروں کی زنجیریں بنائی گئی ہیں۔ یہ نقاشی برتن کے ہر حصہ پر نہیں کی جاتی تھی بلکہ برتن کا وہ حصہ جو پیندے کے قریب گولائی میں ہونے کیوجھ سے نظر نہیں آتا یا جو زمین میں دفن کر دیا جاتا تھا سادہ ہوتا تھا۔ چھوٹے برتنوں کے بیچ میں یا گردن کے قریب ایک چوڑی پٹی ہوتی تھی جسکے اوپر اور نیچے پتلی پٹیاں ہوتی تھیں بڑے برتنوں پر عموماً اور سامان رکھنے والے مٹکوں پر خصوصاً سیاہ یا سیاھی مائل چوڑی افقی پٹیاں ڈالی گئی ھیں جو پیندے کو چھوڑ کر تقریباً سارے برتن پر بنائی جاتی تھیں۔

Marfat.com

برتنوں پر چمکدار سرخ رنگ کی پالش نہ صرف خوبصورتی کے لئے کی جاتی تھی بلکہ اسکا ایک فائدہ یہ بھی ہوتا تھا کہ برتنوں کے مسام بند ہو جاتے تھے اور ان سے پانی نہیں رستا تھا۔ سامان رکھنے والے بڑے مٹکوں کی بیرونی سطح پر پالش کے ساتھ ساتھ اندرونی حصہ میں بھی ایسے مصالحہ سے پالش کی گئی ہے جس میں رال کی آمیزش کی جاتی تھی چند دودھیا یا ہلکے سرخ یا خاکستری رنگ کی پالش والے برتنوں پر مینگنیز کے رنگ سے نقش کاری کی گئی ہے۔

ایسے برتن کم نظر آتے ہیں جن پر دو یا تین رنگوں سے نقاشی کی گئی ہو۔ اور اس قسم کے برتنوں پر سرخ اور سیاہ رنگ برتن پکنے سے پہلے لگائے گئے ہیں ارو سبز اور زرد رنگ برتن پکنے کے بعد استعمال کئے گئے ہیں۔ یہ رنگ عام طور پر سفید زمین پر استعمال کئے گئے ہیں لیکن بعض برتنوں میں سفیدی بھی رنگ کے طور پر استعمال کی گئی ہے۔ عام طور پر اس قسم کے برتنوں کے ٹکڑے ہی ملے ہیں اور ان پر ایک دوسرے کو کاٹتے ہوئے دائروں اور درختوں کی پتیوں کی نقاشی کی گئی ہے۔ ان برتنوں اور ایلام اور سمیر کے مختلف رنگوں والے برتنوں میں کوئی مشابہت نہیں۔ کثیرالالوان ظروف آمری اور نال میں بھی دریافت ہوئے ہیں لیکن ابھی انکا عہد

Marfat.com

متعین نہیں ہو سکا ۔ مسٹر ہارگریوز ان کو وادیٔ سندھ سے پہلے کا، سرآریول اسٹائن بعد کا اور پروفیسر گارڈن چائلڈ وادیٔ سندھ کا ہمعصر بتاتے ہیں مسٹر میکائی کا خیال ہے کہ نال اور آمری کے رنگین ظروف سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ایسے ظروف وادیٔ سندھ کی تہذیب سے پہلے بنائے جاتے تھے اور وادیٔ سندھ کی تہذیب کے عروج میں انکا استعمال موقوف ہو گیا تھا ۔

موھنجودارو میں نقشین ظروف کی بہ نسبت سادے ظروف بہت زیادہ تعداد میں پائے گئے ہیں ۔ اور حقیقت یہ ہے کہ نقشین ظروف عام طور پر نچلی تہوں میں زیادہ ملتے ہیں جوں جوں ہم بعد کے عہد کی طرف بڑھتے ہیں ظروف سادے ہوتے گئے ہیں کچھ برتن خاکستری رنگ کی مٹی سے بنائے گئے ہیں جنپر سیاہ پالش کی گئی ہے ۔ اس قسم کے ظروف سمیر میں بھی پائے گئے ہیں لیکن انکا عہد وادیٔ سندھ کی تہذیب کے عہد سے قبل کا ہے ۔

ان ظروف کا مطالعہ بہت سی اہم باتوں کی طرف اشارہ کرتا ہے مثلاً برتنوں کو رکھنے اٹھانے اور پکڑنے کے لئے دستے اور کنڈے بہت کم لگائے گئے ہیں اور اگر ہیں بھی تو چپٹے سوراخ یا کان کی لو کی شکل کے ہیں جن کو الگ بنا کر برتنوں سے جوڑ دیا گیا ہے ۔ بابل میں دریافت شدہ ٹونٹی دار ظروف کی طرح کے برتن وادیٔ سندھ میں دریافت نہیں ہوئے

Marfat.com

البتہ چند ایسے چھوٹے ٹونٹی دار برتن ملے ہیں جو بچوں کو دودھ پلانے کے کام آتے ہوں گے اسی عہد اور اسی قسم کے برتن سمیر میں بھی پائے گئے ہیں۔ یہاں کانسے اور مٹی کی ایسی سرمہ دانیاں بھی دریافت ہوئیں ہیں جنکے منہہ بہت تنگ ہیں ان کے علاوہ چند آدھے انچ اونچے مٹی یا پتھر کے بنے ہوئے چھوٹے چھوٹے برتن بھی ملے اور خیال ہے کہ ان میں خوشبودار تیل رکھا جاتا ہوگا اسی طرح مٹی کی بنی ہوئی ایسی کشتیاں دریافت ہوئی ہیں جن میں خانے بنے ہیں قیاس کیا جاتا ہے کہ ان میں کھانا کھاتے وقت اچار وغیرہ رکھے جاتے ہوں گے۔ ان کشتیوں میں چھوٹے چھوٹے دستے بھی لگے ہوئے ہیں وادیٔ سندھ میں استعمال ہونے والے برتنوں کے پیندے چپٹے اور ہموار ہوتے تھے۔ مشروبات کے لئے استعمال کئے جانے والے برتنوں کے پیندے یا تو نوکیلے ہوتے تھے یا ان میں لٹو جیسی گول گھنڈیاں لگی ہوتی تھیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ گلاس یا آبخورے استعمال کے بعد اوندھے منہ رکھہ دئے جاتے ہوں گے۔ بعض بعض بڑے مٹکوں کے پیندے بھی نوکیلے ہوتے تھے جن کو یا تو گھڑونچی پر رکھا جاتا تھا یا زمین میں گاڑ دیا جاتا تھا۔ اس طرح بڑے مٹکے سامان رکھنے کے لئے بھی استعمال ہوتے تھے اور بعض نعمت خانے کا کام دیتے تھے۔ کچھ ایسے برتن ہوتے تھے جن میں زیورات رکھ کر

Marfat.com

زمین میں دفن کر دیا جاتا تھا جو لوگ گندے پانی کے حوض بنوانے کی استطاعت نہ رکھتے تھے مٹی کے مٹکے بدروؤں کے سرے پر دفن کر دیا کرتے تھے مسوپٹامیہ میں گھڑوں کے پیندوں میں سوراخ کرکے ان کو ایک دوسرے پر رکھ کر اوپر کی منزل کا گندا پانی نیچے لایا جاتا تھا موہنجوداڑو میں اس مقصد کے لئے مٹی کے گول پائپ استعمال کئے گئے ہیں۔ (پلیٹ نمبر ۹ الف) یہ طریقہ وادیٔ سندھ کے لوگوں کے زیادہ ترقی یافتہ ہونے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

ایک جگہ بہت سے آبخورے جیسے برتن دریافت ہوئے ہیں یہ آبخورے بہت بڑے ہیں اور آسانی سے ایک ہاتھ میں پکڑے نہیں جا سکتے ان کے پیندے نوکیلے اور پیٹ کافی بڑے ہیں اس لئے یہ قیاس کیا گیا ہے کہ شاید رہٹ یا پرشین وہیل کی قسم کی چرخیوں کے ذریعہ کنوؤں سے پانی نکالنے کے کام آتے ہوں۔

چند ایسے ظروف بھی ملے ہیں جن کی بیرونی سطح پر گول دانے یا گھنڈیاں ابھاری گئیں ہیں اس قسم کے برتن بالائی عراق اور تل الاسمرنا میں بھی پائے گئے ہیں اور ان دونوں ممالک اور وادیٔ سندھ کی تہذیبوں کے رابطہ کی نشاندہی کرتے ہیں۔

یہاں لاتعداد آرتی تھالے بھی ملے ہیں جو تین انچ سے لے کر دو فٹ تک اونچے ہیں یہ شباہت میں لاش سے دریافت شدہ آرتی تھالوں سے بڑی مماثلت رکھتے ہیں البتہ ان

Marfat.com

میں سرخ زمین پر سیاہ پتیوں کے علاوہ کوئی دوسری نقاشی بہت کم دیکھنے میں آتی ہے۔ یہ دو حصوں میں بنائے جاتے تھے جن کو بعد میں جوڑ دیا جاتا تھا۔ قیاس کیا جاتا ہے کہ آرتی تھالوں پر لوگ پھول، پرشاد اور دوسری چیزیں رکھ کر دیوتاؤں کے نذر کیا کرتے ہوں گے۔

برتنوں کے علاوہ مٹی سے اور بہت سی چیزیں بھی بنائی جاتی تھیں مثلاً مٹی کے دو چوہے دان بھی ملے ہیں اس کے علاوہ مٹی کا پنجرا بھی دریافت ہوا ہے۔ اس طرح سے مٹی کے پہیے۔ سوت کا تنے کے تکلے۔ چوڑیاں۔ دیوی دیوتاؤں۔ انسانوں اور جانوروں کے مجسمے بھی بنائے جاتے تھے۔

الغرض ہڑپہ اور موہنجوداڑو میں وہ تمام ظروف ملے ہیں جو کسی ایسی آبادی کے لئے سوچے جاسکتے ہیں جس کے باشندے سادگی پسند ہوں۔ چنانچہ طرح طرح کے گلدان آبخورے، کٹورے، صراحیاں، تشتریاں، تسلے، ہانڈیاں، سامان رکھنے کے مٹکے غلہ بھرنے کی کھٹلیاں آرتی تھالے، ناندیں وغیرہ کافی تعداد میں پائے گئے ہیں اور ان سادے برتنوں کو دیکھنے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے بنانے والے اس فن میں بڑی مہارت رکھتے تھے اس کا اندازہ کرنا بہت دشوار ہے کہ یہ کمال انہیں کتنے عرصے میں اور کن کن مدارج طے کرنے کے بعد حاصل ہوا ہوگا کیونکہ ابتدائی

Marfat.com

نمونے جو یقینی طور پر بھدے اور بد وضع ہونے چاہئے تھے ابتک دریافت نہیں ہوئے بلکہ اس کے برعکس نچلی تہوں سے دریافت شدہ ظروف بالائی تہوں سے ملنے والے ظروف سے زیادہ خوبصورت اور مضبوط ہیں ان ظروف میں کوئی ایسی جدت یا انفرادیت نظر نہیں آتی جس سے یہ اندازہ لگایا جاسکے کہ کون سی وضع اور کون سا نمونہ کب اور کس دور میں بنایا گیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً ڈیڑھ ہزار سال تک یہ فن اور اس کی تکنیک کم و بیش جاری رہی بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ یہ صنعت رو بہ انحطاط رہی ہے تو زیادہ مناسب ہو گا غالباً اس فن کی ترقی اور عظمت کا زمانہ بہت پہلے گذر چکا ہوگا اور ہم جس عہد کی تہذیب کے انکشاف سے اچانک روشناس ہوگئے ہیں اس سے قبل بھی کوئی عہد اس سر زمین پر ترقی اور عروج کا گزر چکا ہوگا۔

تانبے اور کانسے کے ظروف

وادیٔ سندھ کے مکین سونا، چاندی، رانگا، تانبا اور کانسے کے استعمال سے واقف تھے۔ ان معدنیات میں تانبا سب سے زیادہ استعمال کیا جاتا تھا اور موہنجوداڑو اور ہڑپہ کے زیرین حصوں سے جو اس تہذیب کے قدیم ترین دور کے مظہر ہیں، تانبے اور کانسے کی بنی ہوئی لا تعداد چیزیں ملی ہیں جو گھریلو استعمال کے برتنوں کلہاڑیاں، خنجر، چاقو، برچھے، کٹار، تیر، درانتی، مجسمے چوڑیاں، انگوٹھیاں، کانوں کے آویزے، تار، چھڑوں وغیرہ

Marfat.com

پر مشتمل ھیں۔ تانبے کے علاوہ کانسے کے ھتھیار بھی ان لوگوں نے بنائے - لیکن یہ بات ابھی یقین سے نہیں کہی جا سکتی کہ کانسے اور تانبے کی دریافت وادیٔ سندھ کے باشندوں کی ذاتی محنت و کوشش کا نتیجہ تھی یا انہوں نے اس کا استعمال دوسری قوموں سے سیکھا تھا -

مصر میں تانبا قبل فراعنہ عہد میں مستعمل تھا اور سمیر والے بھی تانبے سے واقف تھے اور آر نینا[1] کے عہد حکومت سے قبل (تقریباً ۲۹۰۰ ق-م) یہ لوگ تانبا گلا کر برتن بناتے تھے۔ تلو[2] اریدو[3]۔ اور ال عبید[4] سے دریافت شدہ باقیات سے بھی اندازہ لگایا گیا ھے کہ وہ لوگ تین ھزار قبلِ مسیح میں کانسے سے واقف تھے اور تقریباً اسی عہد میں تانبا اور کانسا وادیٔ سندھ میں بھی مستعمل تھا - اسی عہد میں اھل بابل بھی تانبا اور کانسا استعمال کرتے تھے - سوس کی ابتدائی تہوں میں بھی تانبا دریافت ھوا ھے لیکن کریٹ میں کانسے کا عہد مصر سے پہلے شروع ھو چکا تھا - قبرص میں تقریباً ۲۲۱۱ ق-م- تک صرف تانبا مستعمل تھا اس کے بعد کانسے کا دور شروع ھوا - ان شواھد کی بنا پر وثوق سے کہا جا سکتا ھے کہ دنیا کے قدیم ترین تہذیبی مراکز میں تانبے کا استعمال لوگوں کو اچھی طرح معلوم تھا اور وہ اپنی ضروریات زندگی کی مختلف اشیاء اس قیمتی دھات سے بناتے تھے - تانبا سندھ میں پیدا نہیں ھوتا

1 Ur-Nina 2 Tello 3 Eridu 4 Al- Ubaid

Marfat.com

البته سندھ کے مغرب میں بلوچستان میں شاہ بلاول[1] اور رباط[2] میں ملتا ہے۔ ان مقامات پر آج بھی دھات کے اس میل کے جو کچی دھات کو صاف کرنے میں نکلتا ہے ایسے تودے ملتے ہیں جن سے یہ پتہ چلتا ہے کہ عہد قدیم میں یہاں سے تانبا نکالا گیا ہے اس کے علاوہ راس کوہ اور کوچک اماران میں بھی تانبا ملتا ہے اور افغانستان میں شاہ مقصود رینج ایران میں کرمان اور ہندوستان میں اجمیر کے قریب سروھی میواڑ اور جے پور میں تانبا ملتا ہے۔ وادیٔ سندھ کے بہت سے برتنوں میں تانبے میں قلعی کی آمیزش پائی گئی ہے۔ بلوچستان اور افغانستان سے حاصل شدہ تانبے میں بھی قلعی ملی ہوئی ہے جس سے یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ وادیٔ سندھ کے لوگ کسی نہ کسی مقدار میں یہاں سے تانبا حاصل کیا کرتے تھے۔ اس طرح ہندوستان میں ہزاری باغ اور شمال مغربی ایران کے ضلع کاراداغ[3] اور افغانستان کے جنوب مغرب میں وارنگیانہ اور خراسان میں قلعی ملتی ہے۔ ہزاری باغ کی کانوں میں قلعی بہت کم ہوتی ہے اور مقامی ضروریات کو ہی کافی نہیں ہوتی۔ پھر پرانے زمانے میں وہاں اسقدر گھنے اور دشوار گذار جنگل رہے ہونگے کہ ان کے اندر سے قلعی نکال کر لانا تقریباً ناممکن ہو۔ اس لئے ہمیں تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ وادیٔ سندھ کے مکین شمال مغربی ممالک سے قلعی درآمد کرتے ہونگے۔

عہد قدیم میں شمالی ایران اور مغربی افغانستان درہ بولان کے ذریعہ وادیٔ سندھ سے ملے ہوئے تھے ان علاقوں

---

1. Shah Belawal 2. Rebat 3. Kara Dagh District

Marfat.com

میں تانبا گلایا جاتا تھا اور ہوسکتا ہے کہ اتفاقیہ طور پر تانبہ اور ٹین کی ملی جلی خام دھات گلانے سے کانسے کی دریافت ہوئی ہو جو درہ بولان کے ذریعہ وادئ سندھ لائی گئی ہو۔ اس سلسلے میں یہ بات بڑی دلچسپ ہے کہ وادئ سندھ سے دریافت شدہ چاقو اور خنجر سوسا اور اناو سے برامد شدہ چند چاقوؤں اور خنجروں سے بڑی مشابہت رکھتے ہیں[1]۔

قلعی یا گلٹ کی آمیزش سے تانبا سخت ہی نہیں ہوجاتا بلکہ اس کے ڈھالنے میں بھی آسانی ہوتی ہے۔ موہنجوداڑو میں جو کانسہ پایا گیا ہے اس میں عام طور پر نو یا دس فیصدی قلعی کی آمیزش ہے اس طرح کانسے کے چند مجسموں میں چھبیس فیصدی قلعی کی آمیزش ہے۔ یہ تانبا بھٹیوں میں گلایا جاتا تھا اور کھدائی میں ایسی چند بھٹیاں ملی ہیں جن میں سے فلز اور دھات کے ڈلے ملے ہیں۔

وادئ سندھ کی تہذیب کو کانسے کے عہد کی تہذیب کہا جاتا ہے کیونکہ اس عہد میں ضروریات زندگی کے تمام اوزار اور ظروف عام طور پر کانسے کے بنائے جاتے تھے۔ یہاں تانبے اور کانسے کے بنے ہوئے مختلف سائز اور شکل کے برتن مثلاً گلدان، پیالے، تشتریاں، ھانڈیاں (جن میں بعض کے ڈھکن بھی ہیں) دریافت ہوئے ہیں۔ ان میں

1 Marshall—Mohenjodaro, Vol II., P. 484.

Marfat.com

بعض برتن ڈھالے گئے ہیں لیکن بیشتر پیٹ کر بنائے گئے ہیں۔ ان کے مختلف حصوں کو جوڑنے کے لئے کیلیں (ریوٹ) لگائی گئی ہیں۔ صرف ایک برتن کے دستے کو ریوٹ اور ٹانکے دونوں سے جوڑا گیا ہے۔ ان برتنوں کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ یہاں تانبے یا کانسے کے ظروف جھالے نہ جاتے تھے۔ سونے اور چاندی کی چیزیں البتہ جھال کر جوڑی گئی ہیں۔ تانبے اور کانسے کے برتن بہت سادہ ہیں اور کم و بیش مٹی کے برتنوں کی طرز پر بنائے گئے ہیں ان پر کسی قسم کی نقاشی نہیں کی گئی ہے صرف ایک برتن پر ایک نالی جیسی لکیر ابھاری گئی ہے۔ ایک کڑچھے یا کڑھائی کے علاوہ کسی برتن میں نہ تو ٹونٹی لگی ہے اور نہ دستہ لگایا گیا ہے.

اسلحہ اور اوزار

وادیٔ سندھ کے اسلحہ اور اوزار پتھر، تانبے اور کانسے سے بنائے گئے ہیں یہ اوزار زیادہ مضبوط، اور مفید اور عمدہ نہیں ہیں اور ان سے لڑکر کوئی جنگ نہیں جیتی جاسکتی البتہ دفاع کے لئے ان کو استعمال کیا جا سکتا ہے مدافعت کے خاص اسلحہ مثلاً ڈھال اور زرہ وغیرہ ابھی تک دریافت نہیں ہوئے البتہ نیزے کے پھل۔ کٹار، بھالے، بسولے، کلہاڑیاں، کدال، تیر و کمان، برچھے، تیشے، گرز، فلاخن کثیر تعداد میں۔ ملے ہیں کدال دو

Marfat.com

قسم کے دریافت ہوئے ہیں یہ یا تو لمبے اور پتلے ہیں یا چھوٹے اور چوڑے ۔ بڑی کلہاڑیوں میں سے ایک کا پھل ۱۱ انچ لمبا اور وزن میں تقریباً ۳ پونڈ ۳ اونس ہے ۔ اس میں دستہ ڈالنے کا سوراخ نہیں ہے بلکہ اس کا ایک سرا چپٹا اور کند ہے جس کو کسی لکڑی کے دستے سے باندھ لیا جاتا ہوگا ۔ صرف ایک کدال اس قسم کی دریافت ہوئی ہے جس میں دستہ ڈالنے کا سوراخ ہے ۔ یہ کدال اس لئے اہم ہے کہ دستہ ڈالنے کے سوراخ والے اوزار موہنجودارو میں بہت کم دریافت ہوئے ہیں ۔ اس قسم کی ایک کدال کوہ قاف میں دریائے کوبان کے طاس سے دریافت ہوئی ہے اور شمال مشرقی ایران کے ٹیپ حصار سے دریافت شدہ کدال سے مماثلت رکھتی ہے ۔ اس عہد میں سمیر میں دستہ ڈالنے کے سوراخ والے اوزار کثرت سے ملے ہیں پختہ مٹی کی بنی ہوئی بچوں کے کھلونے کی شکل کی ایک دستہ دار کلہاڑی بھی جو تبر سے زیادہ مشابہت رکھتی ہے موہنجودارو سے ملی تھی ۔ اس قسم کی تبر نما کلہاڑیاں آجکل بھی سندھی ہاریوں کے ہاتھ میں دیکھنے میں آتی ہیں ۔

انہیں انکشافات میں سے تانبے کے دو برچھے بھی ہیں ۔ جن میں سے ایک ساڑھے اٹھارہ انچ لمبا ہے ۔ ان برچھوں کے پھل دونوں سروں پر پتلے اور بیچ میں سے کافی موٹے ہیں ۔ انکی نوک کند ہے اور جسم میں گھسیڑنے کے بجائے کسی چیز

Marfat.com

کے تراشنے میں زیادہ کام آسکتے ھیں ۔ اس عہد میں دوسرے مقامات پر شاذ و نادر ھی برچھے دریافت ھوئے ھیں ۔ البتہ سرفلنڈ یرس پیٹرک[1] نے تل الاعجول[2] سے ایک ایسا ھی برچھا برآمد کیا تھا ۔

وادیٔ سندھ سے عجیب ساخت کے نیزے برآمد ھوئے ھیں یہ اسقدر پتلے ھیں کہ اگر ان پر زیادہ زور دیا جائے تو مڑ جاتے ھیں اسی وجہ سے ان میں ایک نالی بنائی گئی ھے جس میں تار یا لکڑی ڈال کر ان کو مضبوط کردیا جاتا ھوگا ۔ لیکن اس کے باوجود انکی دھار کے مڑ جانے کا خطرہ باقی رھتا تھا ۔ کچھ چھوٹے لیکن چوڑے پھل ایسے بھی ملے ھیں جن کو نیزوں کا پھل قیاس کیا گیا ھے ۔ ان نیزوں میں سب سے بڑا پھل پندرہ انچ لمبا اور پانچ انچ چوڑا ھے خنجر اور چاقو تقریباً ایک ھی وضع کے ھیں یعنی لمبے اور پتے کی شکل کے ھیں اور ان میں سے بعض پھلوں کے بیچ میں مضبوطی کے خیال سے ایک موٹی نس ڈالی گئی ھے یہ عموماً چپٹے ھیں اور بعض میں دستہ لگانے کے لئے سوراخ بھی ھیں ۔ چاقوؤں کے پھلوں میں عموماً صرف ایک طرف دھار ھے اور دوسرا کنارہ کند ھے لیکن ایسے چاقو بھی [illegible] تعداد میں ملے ھیں جو پتی کی شکل کے ھیں اور جن کے دونوں طرف دھار ھے ۔ ایسے چاقو غالباً کانسے کی چوڑی پٹیوں سے

1 Sir Flinders Petrie 2 Tell-el-Ajjul

Marfat.com

کاٹ کربنائے جاتے ہوں گے بعض چاقوؤں پر بار بار دھار رکھنے کی وجہ سے ان کی نوک گھس کر گول ہو گئی ہے۔

تیروں کے پیکان بھی خاصی تعداد میں دریافت ہوئے ہیں یہ کانسے یا تانبے کے پتروں سے کاٹ کر بنائے جاتے تھے ان تیروں سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ یہ لوگ کمانوں کے بنانے سے بھی اچھی طرح واقفیت رکھتے ہوں گے۔

دوسرے ہتھیاروں میں تین چار قسم کے استرے بھی ہیں جنمیں سے چند (ل) شکل کے ہیں۔ انمیں لمبے دستے لگے ہوئے ہیں ان کے علاوہ سیدھے استرے بھی ہیں جو خاصے لمبے ہیں اور جنکے سرے گول ہیں۔ بعض استروں میں چڑیوں کے سر کی شکل کے دستے لگے ہیں۔ اس کے علاوہ تانبے اور پتھر کے گرز بھی پائے گئے ہیں جن کی شکل اور وضع تین قسم کی ہے۔ انمیں ناشپاتی کی شکل کا گرز عام طریقہ سے رائج تھا۔ دو قسم کے فلاخن کثرت سے پائے گئے ہیں۔ ایک گول دوسرے بیضوی۔ معلوم نہیں یہ لوگ غلیل سے بھی واقف تھے یا نہیں لیکن پکائی ہوئی مٹی کی بنی ہوئی ایسی وزنی گولیاں ضرور ملی ہیں جو غلیل میں استعمال کیجاتی ہیں۔

دریافت شدہ اوزاروں میں کانسے کی بنی ہوئی آری بھی ملی ہے جو ساڑھے سولہ انچ لمبی ہے اورجس میں لکڑی کا ایک دستہ بھی لگا ہوا تھا۔ دستے لگے ہوئے کا اندازہ اس کے پھل کے ایک سرے پر تین سوراخوں سے لگایا گیا ہے جس میں

Marfat.com

ریوٹ لگا کر دستا جوڑا گیا ہوگا۔ بعض آریوں کے پھل قوسی شکل کے ہوتے تھے۔ بنگال کے سیپ کے کام کرنے والے آجکل بھی قوسی شکل کی آریاں استعمال کرتے ہیں مگر ان کی آریاں لوہے کی بنی ہوئی ہوتی ہیں۔ یہاں بہت سی رکھانیاں بھی دریافت ہوئی ہیں جو کانسے یا تانبے کی گول یا چوکور سریوں کو کاٹ کر اور ان کے سرے پیٹ کر بنائی گئی ہیں۔

موہنجوداڑو کے اوزاروں کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ انمیں سے اکثر پر تحریریں ہیں۔ جنکے بارےمیں قیاس کیا گیا ہے کہ یہ شاید گنتی کے اعداد ہیں۔ اوزاروں پر تحریر کندہ کرنے کی وجہ اسوقت تک سمجھ میں نہیں آسکتی جب تک ان تحریروں کو پڑھ نہ لیاجائے۔ (پلیٹ نمبر ۱۰)

وادیٔ سندھ میں جانوروں کے مجسمے اور دوسری مورتیوں کے بنانے میں تانبہ اور کانسہ جس چابکدستی سے استعمال کیا گیا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ معدنیات کی کاریگری میں بڑے ماہر تھے۔ کانسے کا بنا ہوا رقاصہ کا ایک مجسمہ ان کی فنکاری کاعمدہ نمونہ ہے۔ یہ مجسمہ موہنجوداڑو میں رقبہ ایچ۔ آر کے ایک مکان سے چار فٹ چھ انچ کی گہرائی سے دریافت ہوا تھا۔ اسکے پیر گھٹنوں سے نیچے ٹوٹے ہوئے ہیں اور اسکی موجودہ لمبائی ساڑھے چار انچ ہے مجسمہ کا داہنا ہاتھ کولھے پر رکھا ہے بایاں ہاتھ پورے کا پورا چوڑیوں سے ڈھکا ہوا آگے کے جانب لٹکا ہوا ہے بایاں پیر سیدھا اور دایاں قدرے خم کھایا

Marfat.com

ھوا ھے۔ سر کچھ خمیدہ ھے ۔ آنکھیں بڑی بڑی ھیں ناک قدرے چپٹی ھے اور بال گھنگرالے ھیں۔ (پلیٹ نمبر ۱۴ الف) اس مجسمے کے علاوہ ایک اور مجسمے کے پیر کا ٹوٹا ھوا ٹکڑا بھی ملا ھے جسمیں کڑا پڑا ھوا تھا۔ ان کے علاوہ بھینسے کا ایک خوبصورت مجسمہ اور بکری یا مینڈھے کا مجسمہ بھی قابل ذکر ھیں جن کو صناعی کا عمدہ نمونہ قرار دیا جاسکتا ھے۔

سنگ تراشی

وادیٔ سندھ میں پتھر کی بنی ھوئی چیزیں بہت کم ملی ھیں پتھر کا استعمال عمارات میں بدرویں ڈھانکنے کے علاوہ غالباً کسی اور جگہ نہیں کیا گیا ۔ تعمیرات میں استعمال کئے جانے والے پتھر غالباً قریب کے مقامات سے منگائے جاتے ھوں گے قرب و جوار میں آسانی سے ملنے والے پتھر تین قسم کے تھے۔ سفید یا زرد رنگ کا پتھر جو سکھر میں ملتا تھا اور جو آسانی سے کشتیوں کے ذریعے لایا جا سکتا تھا دوسرا کھریا پتھر اور تیسرا سنگ مرمر ۔ یہ پتھر یا تو کرتھر کی پہاڑیوں سے جو یہاں سے سو میل کے فاصلے پر ھیں یا کاٹھیاواڑ سے لایا جاتا ھو گا ۔ اس کے علاوہ زرد خوبصورت جیسلمیری پتھر اور سیاھی مائل بھورا پتھر بھی جو سلیٹ کے مانند ھوتا ھے یہاں مستعمل تھے۔ غالباً یہ بھی راجپوتانہ سے لائے جاتے تھے۔ پتھر کے ثابت برتن بہت ھی کم ملے ھیں یہ برتن آتھلے

Marfat.com

پیالوں جیسی شکل کے ہیں اور عام طور پر سادے اور بھدے ہیں اور ملائم پتھروں مثلاً کھریا پتھر یا دودھیا پتھر سے بنائے گئے ہیں چپٹے پیندے کا ایک جگ جس کی اونچائی چار انچ ہے تانبے اور کانسے کے برتنوں کے ہمراہ پایا گیا تھا۔ یہ جگ سبز کرسٹل والے جیڈ پتھر کا ہے۔ ایسا پتھر میسور میں پایا جاتا ہے اور کم یاب ہونے کی وجہ سے قیمتی ہوتا ہے لیکن جگ کے بنانے میں کوئی چابک دستی اور مہارت کا ثبوت نہیں دیا گیا۔ ان برتنوں کے تراش و خراش کے لئے مصری طرز کے پتھر کے برمے استعمال کئے جاتے تھے۔

سوھنجودارو اور ھڑپہ میں تقریباً گیارہ مجسمے ملے ہیں ان میں سے تین جانوروں کے اور چار انسانوں کے ہیں۔ انسانوں کے سروں کے چار مجسمے انتہائی خستہ حالت میں پائے گئے ہیں لیکن ان کے جسم تلاش کے باوجود نہیں مل سکے۔ صرف ایک ہی مکمل مجسمہ ملا ہے جو اسقدر مسخ شدہ ہے کہ اسے انسانی مجسمہ کہنا بھی شک و شبہ سے خالی نہیں بغیر سر کا ایک مجسمہ ذرا اچھی حالت میں پایا گیا ہے۔

مجسموں میں سب سے زیادہ اہم ڈی۔کے۔ایریا سے دریافت شدہ پروھت یا پجاری کا مجسمہ ہے (پلیٹ نمبر ۱۸ ب - ا) جو سات انچ لمبا ہے اس کا نچلا دھڑ غائب ہے یہ ایک شال اوڑھے ہے جسکے کنارے مڑے ہوئے ہیں اور جو بائیں شانے سے مڑتی ہوئی دائیں بازو کے نیچے پڑی ہے۔ اسپر تیتیا طرز کی نقاشی ہے۔ مجسمے کی

Marfat.com

داڑھی خشخشی اور بالائی لب تراشیدہ اور آنکھیں نیم باز ھیں کسی زمانے میں ان کے اندر سیپ کے ٹکڑے جڑے ہوئے ھونگے ناک اوسط درجہ کی ھے جو کافی دھنسے ھوئے ماتھے سے سیدھی جڑی ھے ۔ منہ درمیانی درجہ کا ھے، ھونٹ موٹے ھیں ۔ بیچ سر سے سیدھی مانگ نکالی گئی ھے اور سر کے چاروں طرف ایک موباف بندھا ھوا ھے جس میں پیشانی کے بیچ میں ایک گول چھلا جیسا بنا ھے ۔ اسی طرح کا ایک گول چھلا داھنے ھاتھ پر بند ھے ھوئے سادے بازوبند میں بھی ھے ۔ کانوں کے نیچے دوسوراخ ھیں جنمیں ھار یا گلے کا کوئی دوسرا زیور لٹکایا جاتا ھوگا ۔ یہ مجسمہ سنگ تراشی کا اعلیٰ نمونہ ھے۔ دوسرے مجسمے اتنی خوبصورتی سے مکمل نہیں کئے گئے ھیں۔

ھڑپہ سے تیار شدہ دو اور مجسمے بھی قابل ذکر ھیں ان مجسموں نے بر صغیر ھند و پاکستان کی قدیم سنگ تراشی پر کافی روشنی ڈالی ھے ان کا سر ۔ دھڑ اور ھاتھ الگ الگ بنائے گئے ھیں ۔ گردن اور شانوں میں ایسے سوراخ دار کھانچے ھیں جنمیں سر اور ھاتھ جوڑ دئے جاتے تھے ۔ ایک مجسمے کے شانے چوڑے ھیں اور پیٹ قدرے باھر نکلا ھوا ھے ۔ جسمیں ناف کا سوراخ تک واضح کیا گیا ھے۔ سینہ چوڑا اور ابھرا ھوا ھے ۔ سنگ تراش نے مجسمے کا ھر عضو خوبصورت اور متناسب رکھا ھے۔ دوسرا مجسمہ ایک رقاص کا ھے جو داھنے پیر پر کھڑا ھے اور جس کا بایاں پیر اٹھا ھوا ھے ۔ کمر سے اوپر کا جسم اور

Marfat.com

ہاتھ بائیں طرف گھومے ہوئے ہیں۔ گردن پتلی ہے گویا یہ حرکت و زندگی کا مجسمہ ہے چند محققین کا خیال ہے کہ یہ شیو کے نٹ راج روپ کا مظہر ہے[1]۔ (پلیٹ نمبر ۱۸ ب ۲)

متذکرہ بالا مجسموں میں تین مجسمے اچھی حالت میں ملے ہیں اور ان مجسموں کے ہم پلہ ہیں جو اسی عہد میں میسوپٹامیہ میں دریافت ہوئے ہیں۔ ان مجسموں کی آنکھوں میں مصر اور سمیر کے مجسموں کی طرح سیپ کے ٹکڑے جڑے گئے ہیں۔ دو اکڑوں بیٹھے ہوئے مجسموں کے ہاتھ اٹھے ہوئے اور گھٹنوں پر رکھے ہوئے بنائے گئے ہیں۔ اسطرح کے مجسمے سمیر میں بھی ملتے ہیں سمیر میں مجسموں کی زلفیں گھنگریالے طرز پر بنی ہیں لیکن وادی سندھ کے مجسموں میں یہ بات نہیں ہے۔ سمیری مجسموں کے برعکس یہاں کے مجسموں کی ناک اور دہانے متناسب اور واضح ہیں۔

جانوروں کے مجسموں میں چھوٹے سینگوں والے بیل کا مجسمہ خاصا اچھا ہے لیکن مٹی کے بنے ہوئے بیل مقابلتاً زیادہ بہتر ہیں۔ (پلیٹ نمبر ۹) اسی طرح سنگ صابون کا بنا ہوا ایک بڑا کتا[2] (جسکے کان اور ہونٹ لٹکے ہوئے ہوتے ہیں) بہت خوبصورت ہے اسکی گردن کی کھال پر پڑے ہوئے بل بہت کامیابی سے تراشے گئے ہیں۔ ان مجسموں کو دیکھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ چھوٹے مجسمے بڑے مجسموں کی بہ نسبت زیادہ واضح اور بہتر ہیں۔

1 Vedic Age., p. 181. 2 Mastif

Marfat.com

وادیٔ سندھ کے باشندوں کی کامیاب ترین تخلیق مہریں ہیں جو صرف موہنجوداڑو اور ہڑپہ میں تقریباً دو ہزار ملی ہیں اور جس سے یہ گمان ہوتا ہے کہ ہر شخص کے پاس ہوتی ہونگی۔ یہ مہریں اسٹیٹائٹ[1] سے بنائی گئی ہیں اور ڈیڑھ مربع انچ سے لیکر ڈھائی مربع انچ تک مختلف سائزوں میں ملی ہیں۔ عام سائز ۷ء۱ اور ۲ء۱ انچ ہے یہ مہریں مربع شکل کی ہیں جن پر جانوروں کی تصویریں اور تصویری تحریر کندہ ہے چند مہریں مستطیل ہیں جن پر صرف تحریر کندہ ہے کچھ استوانی شکل کی مہریں بھی ملی ہیں مربع مہروں کی پشت پر دو سوراخ دار کنڈے لگے ہیں جن میں تاگا پرویا جاتا ہوگا۔ مستطیل مہروں میں کنڈے نہ ہوتے تھے البتہ ان کے طول میں آرپار سوراخ کردئے جاتے تھے جس میں سے دھاگا پرو لیا جاتا ہوگا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان مہروں کو بڑے پتھروں سے ٹکڑے کاٹ کر بنایا جاتا تھا۔ یہ کام آری سے لیا جاتا ہوگا۔ بعد میں ان ٹکڑوں کو چاقو یا چھینی سے تراش اور صاف کرکے نقوش کندہ کئے جاتے ہوں گے۔ کتبوں کے لکھنے کے لئے تین زاویوں والی منبت کاری کے اوزار استعمال کئے جاتے ہوں گے اور باریک کام کے لئے برما استعمال ہوتا ہوگا تراش خراش کے بعد مہروں پر چونے کی تہ جما کران کو بھٹی میں پکا لیا جاتا ہوگا۔

1 Steatite

Marfat.com

ان مہروں کو مہریں کہنا کہاں تک درست ہے اس کا فیصلہ اس وقت ہوسکے گا جب ان پر بنائے ہوئے نقوش پڑھ لیئے جائیں گے - قیاس کیا گیا ہے کہ جس طرح لاکھ کو گرم کرکے مہر لگائی جاتی ہے اسی طرح وادئ سندھ کے لوگ گیلی مٹی یا اسی قسم کے کسی دوسرے صورت پذیر مادے پر اس کی مہر لگاتے ہونگے - اس خیال کو اس بات سے بھی تقویت ملتی ہے کہ بہت سی مہروں کے نقوش موجودہ زمانہ کی پیتل کی مہروں کی طرح الٹے بنائے گئے ہیں اور جب ان کو کسی صورت پذیر مادے پر لگایا جاتا ہے تو اصلی تصویر بن جاتی ہے - (پلیٹیں - ۱۹ تا ۲۰-۲)

بڑی مہروں پر جانوروں کی شکلیں بہت خوبصورتی سے تراشی گئی ہیں - ایک مہر پر بنے ہوئے بیل کی تصویر سنگ تراشی کا بہترین نمونہ ہے - (پلیٹ نمبر ۲۰-۶) اس بیل کی گردن کی لٹکتی ہوئی کھال کی قدرتی شکلیں، اٹھا ہوا کوھان، منہ، آنکھیں، سینگ، کولھوں پر پڑے ہوئے گڈھے، پیر، کھر غرض ایک ایک عضو اسقدر نفاست اور خوبصورتی سے بنایا گیا ہے کہ دیکھنے والا دنگ رہ جاتا ہے اور پھر لطف یہ ہے کہ یہ ساری کاریگری پتھر کے چھوٹے سے ٹکڑے پر ابھار کی گئی ہے - ایک مہر پر شیر کی تصویر بنائی گئی ہے جس کے کھلے ہوئے منہ کے اندر زبان اور نوکیلے دانت تک دکھائے گئے ہیں اس کے ایال اور بدن پر پڑی ہوئی دھاریاں

Marfat.com

بڑی جاذب نظر ھیں ۔ اسی طرح دوسری سیکڑوں مہروں پر بنی ہوئی تصویروں میں معمولی جزویات تک کو نمایاں کیا گیا اور ان میں تناسب اور حقیقت پسندی کا بدرجہ اتم خیال رکھا گیا ہے ۔

یہ مہریں ایسے فن کاروں اور صناعوں کی ہنر مندی اور چابکدستی کا نمونہ ھیں جو نہ صرف نقش و نگار بنانے میں کامل دستگاہ رکھتے تھے بلکہ جانوروں کی ساخت، اعضا اور ان کی مختلف خصوصیات سے بھی پوری طرح واقف تھے۔ ان مہروں کا کام آرٹ کے لحاظ سے صناعی کے دوسرے نمونوں کے مقابلہ میں بہت سبک، نفیس اور اعلیٰ ھے اور وادیٔ سندھ سے دریافت شدہ دوسرے مجسمے مورتیاں اور ظروف خوبصورتی میں ان کا مقابلہ نہیں کرسکتے ۔ ان صناعوں نے جانوروں اور دیوتاؤں کی تصویر کشی میں جس مہارت اور چابکدستی کا مظاھرہ کیا ہے۔ اس میں غالباً انکی عقیدت اور شیفتگی کو بھی بڑا دخل تھا۔ کیونکہ یہ اندازہ لگایا گیا ھے کہ جانور اور دوسرے نقوش ان کے مذھبی تصورات کا مرکز تھے اور یہی وجہ ھے کہ جس شغف اور احتیاط سے ان مہروں کو بنایا گیا ہے اس کی مثال اس تہذیب کی دوسری باقیات میں نظر نہیں آتی ۔ چنانچہ پروھت یا پجاری کا نیم قد مجسمہ اور کانسے کا بنا ھوا رقاصہ کا مجسمہ جو اپنی نفاست اور نزاکت کے اعتبار سے ماتا دیوی کی

Marfat.com

پلیٹ نمبر ۲ ۔ ظروف ڈی

Marfat.com

پلیٹ نمبر ۸ - الف - نقشیں ظروف گلی کے ٹکڑے

پلیٹ نمبر ۸ - ب - رنگین ظروف گلی

Marfat.com

پلیٹ نمبر ۹ - بیلوں کے مجسمے

Marfat.com

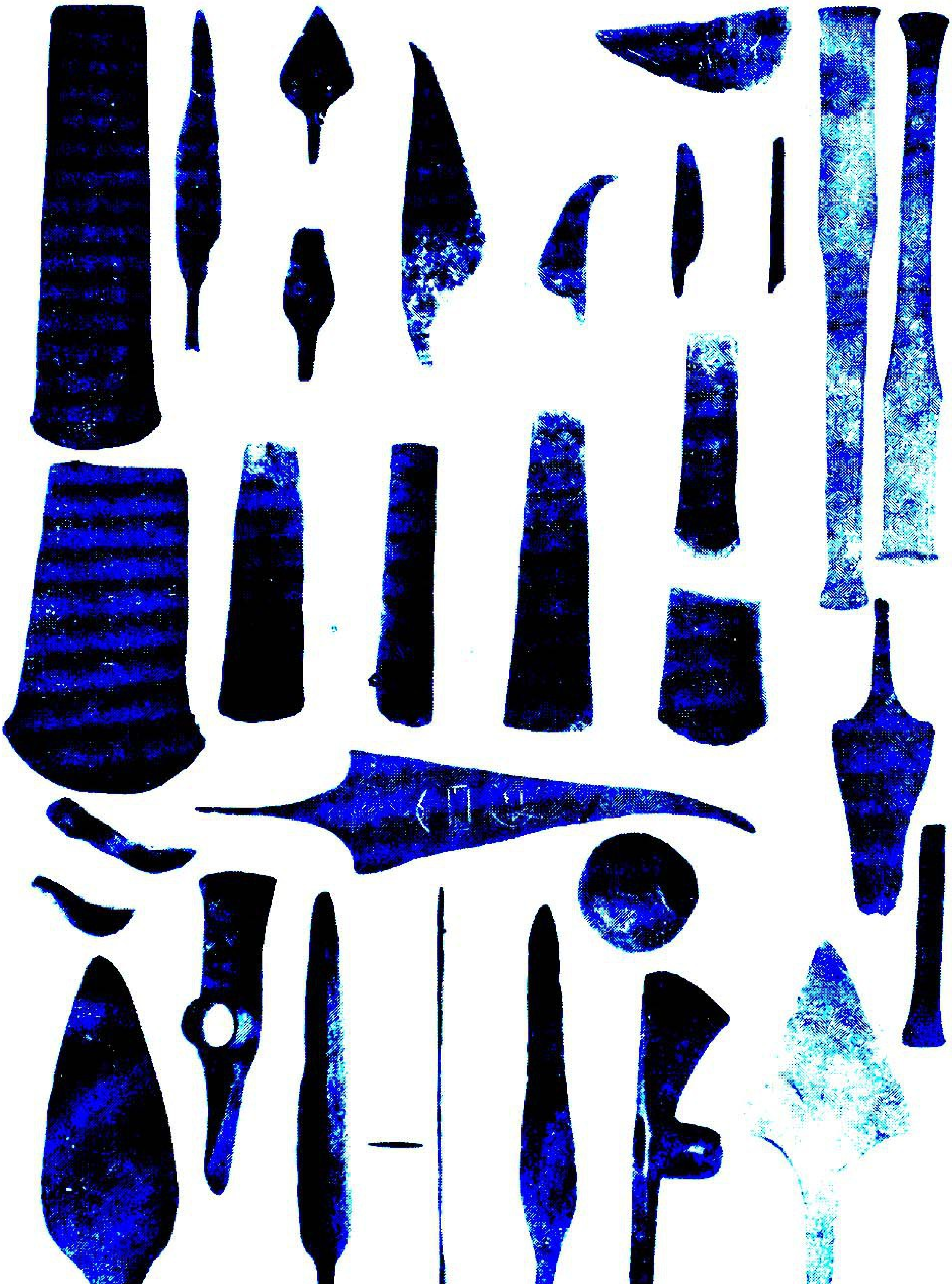

پلیٹ نمبر ۱۰ - تانبے اور کانسے کے اوزار

Marfat.com

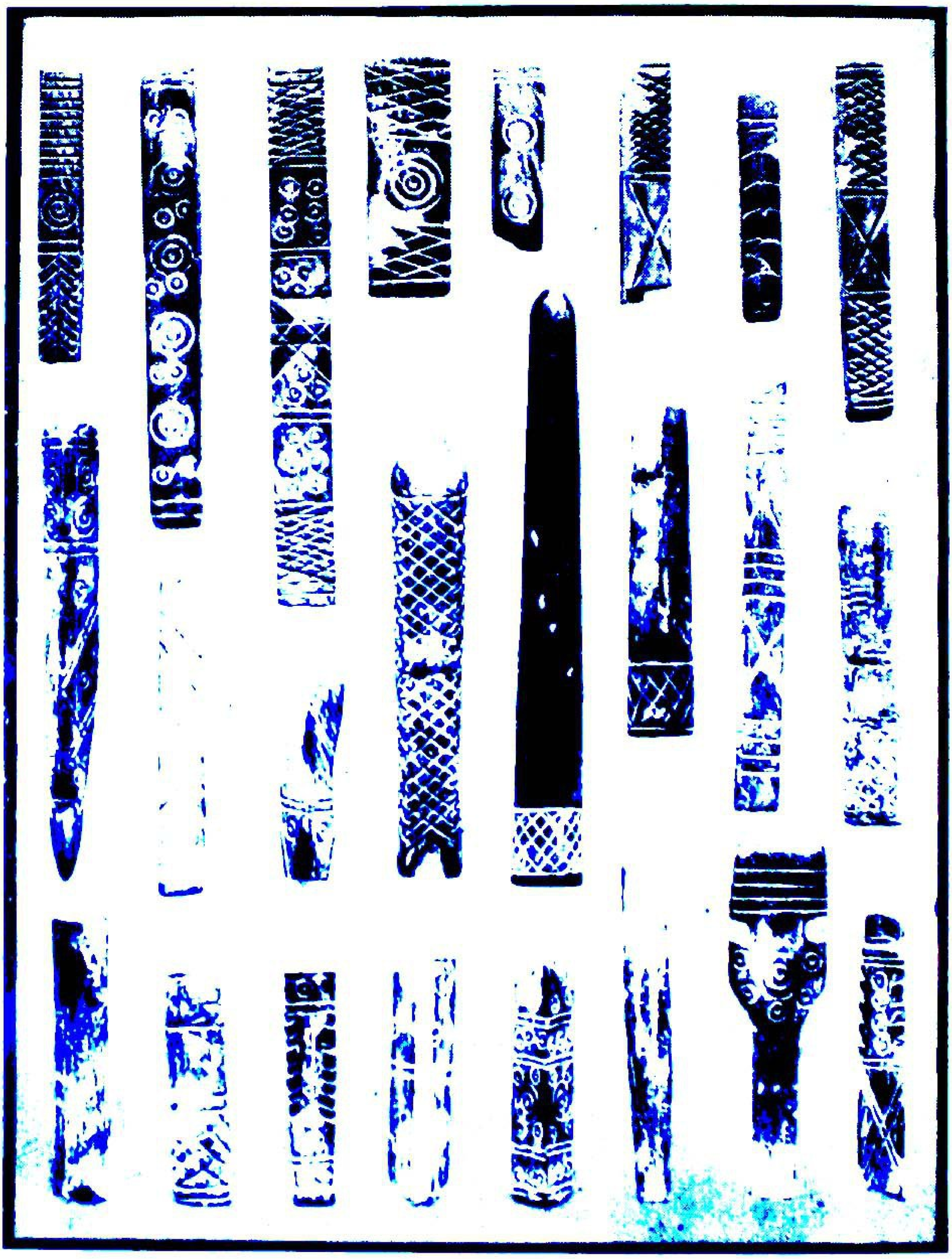

پلیٹ نمبر ۱۱ - ہڈی اور ہاتھی دانت کا سامان

Marfat.com

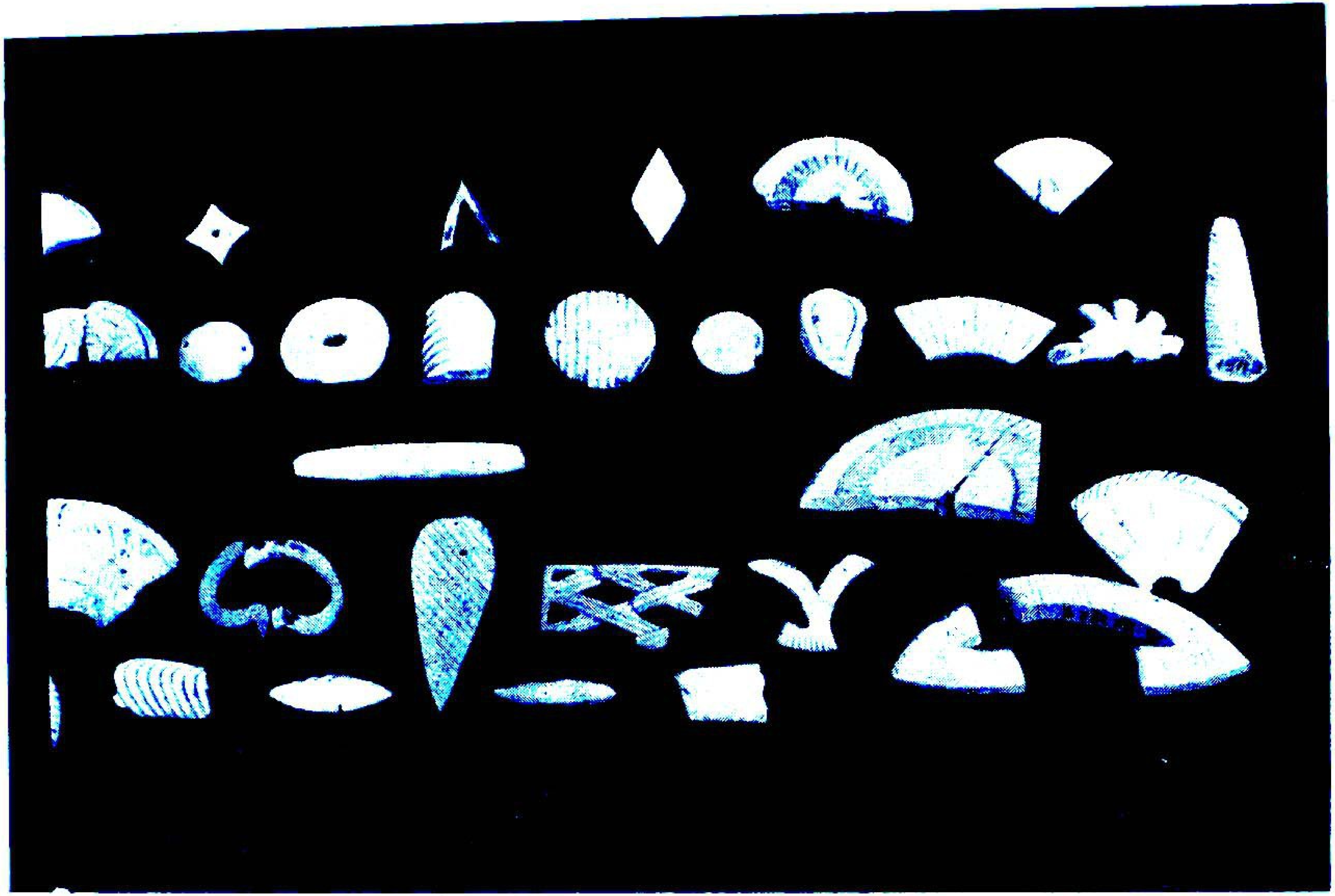

پلیٹ نمبر ۱۲ - الف - سچی چینی کی بنی ہوئی اشیا

Marfat.com

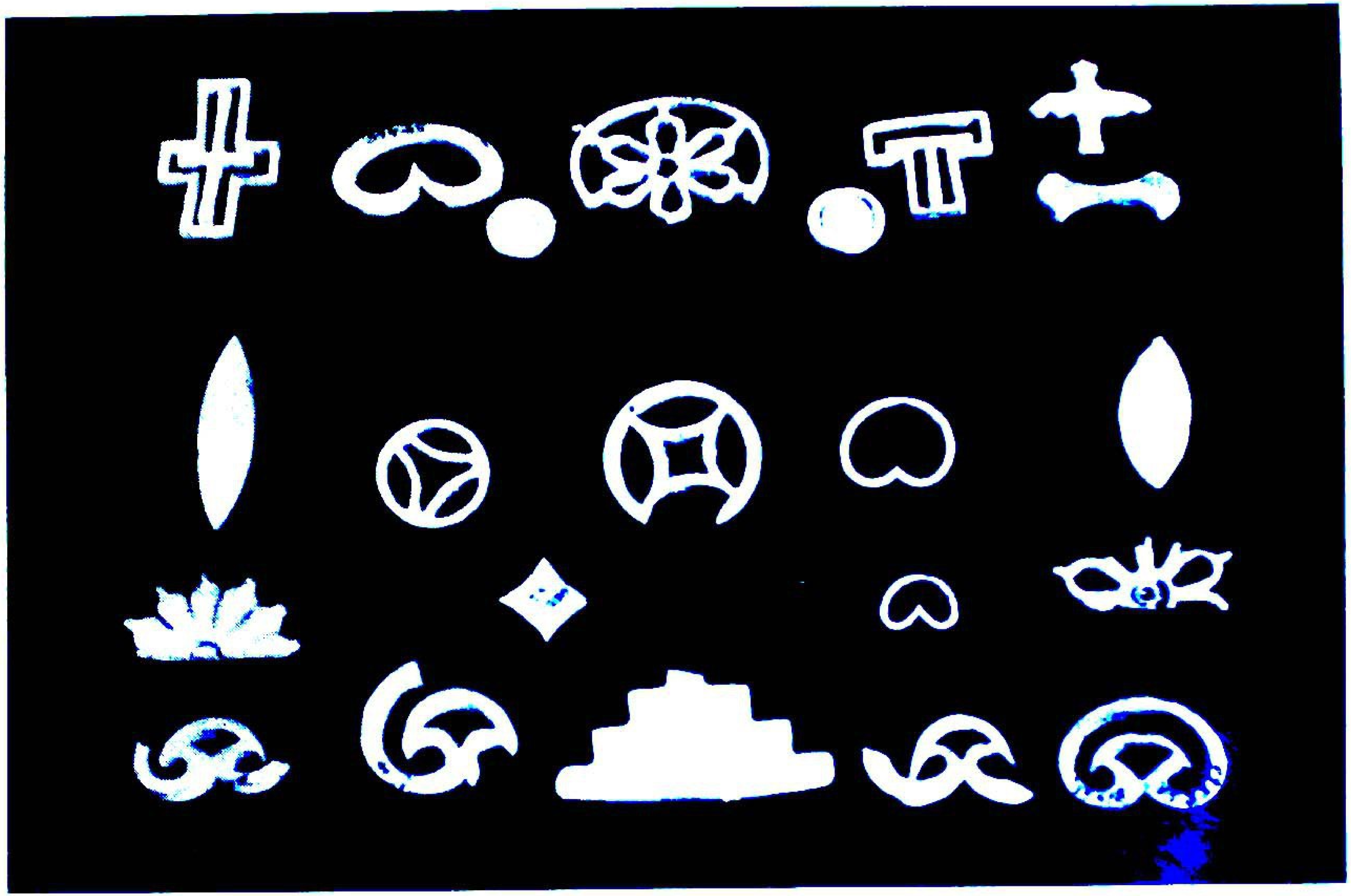

پلیٹ نمبر ۱۲ ـ ب ـ سیپ اور گھونگے کی بنی ہوئی اشیا

Marfat.com

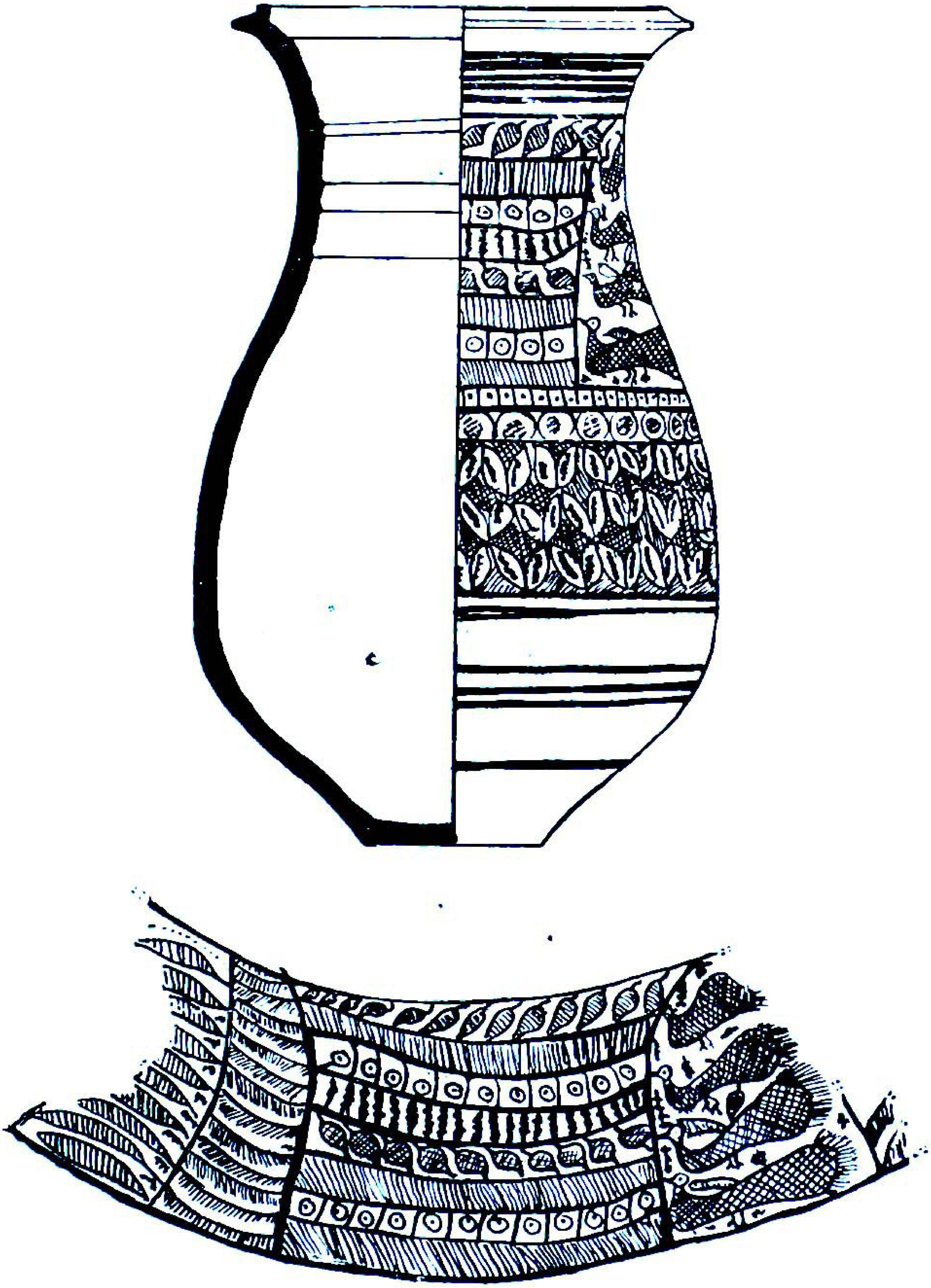

موهنجودارو کا ایک گلدان

Marfat.com

بیشتر مورتیوں سے کہیں ارفع واعلیٰ ہیں ان مہروں کی گرد کو نہیں پہنچتے۔

دوسری صنعتیں

وادیٔ سندھ کی باقیات کے اس وسیع جائزے کے بعد ہم بجا طور پر کہہ سکتے ہیں کہ موہنجوداڑو اور ہڑپہ صنعتی اعتبار سے مثالی حیثیت رکھتے تھے۔ مختلف دھاتوں کے استعمال سے لوگ اچھی طرح واقف ہو چکے تھے اور ان کی مدد سے ضروریات زندگی کی تکمیل کرتے تھے وہ لوگ تانبے کانسے پتھر اور مٹی کے اوزار اور برتن اور دوسری ضروریات زندگی بخوبی بنانا جانتے تھے مہریں ان کی خاص تخلیق تھیں جو صناعوں کی فنی مہارت پر دلالت کرتی ہیں۔ اس کے علاوہ وہ لوگ بعض دوسری صنعتوں میں بھی مہارت رکھتے تھے مثلاً جہاں یہ سونا چاندی کا کام جانتے تھے وہاں سوزن کاری۔ کٹاؤ کی صنعت اور سیپ کے بیل بوٹے بنانے سے بھی واقف تھے (پلیٹ نمبر ۱۲ - ب) یہ سیپ در اصل سنکھ کے چھوٹے چھوٹے بہت نازک ٹکڑے ہوتے تھے اور ان پر کام کرنا بہت دشوار ہوتا ہوگا اسی لئے سیپ کی بنی ہوئی باقیات کثرت سے دریافت نہیں ہوئی ہیں سیپ کے ٹکڑے احتیاط اور محنت سے باریک آری سے کاٹے جاتے تھے اور کٹے ہوئے حصوں کے کھردرے پن کو ریتی سے ہموار کر لیا کرتے تھے۔ لیکن

Marfat.com

اس صنعت میں وادیٔ سندھ کے لوگ سمیر کے لوگوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے جو سیپ کا کام کرنے میں کافی مہارت رکھتے تھے ۔ پانسہ، چوڑیاں، بالوں کے کلپ اور اسی قسم کی دوسری چیزوں کے لئے ہاتھی دانت بھی استعمال کیا جاتا تھا۔ ہاتھی دانت کا ایک ایسا ٹکڑا بھی ملا ہے جو کسی گلدان کا بالائی حصہ تھا ۔ اس ٹکڑے پر ایسے دائرے بنے ہوئے ہیں جنکی قوسیں ایک دوسرے کو کاٹتی ہوئی بنائی گئی ہیں ۔ ان میں سیندور یا کسی دوسرے سرخ رنگ کا مصالحہ بھرا گیا ہے۔ ہاتھی دانت کی دوسری اشیا بھی دریافت ہوئی ہیں جو اس بات کا اندازہ لگانے میں ہماری مدد کرتی ہیں کہ ہاتھی دانت کا کام یہاں ترقی پر تھا ۔

زیورات اور برتنوں پر چمک دمک پیدا کرنے کے لئے زجاج (شیشہ) اور مردار سنگھ استعمال کئے جاتے تھے۔ روغن کرنے کے لئے کچھ اور مصالحے بھی مستعمل تھے چنانچہ بعض برتنوں پر سبز اور نیلے رنگ کا روغن کیا ہوا ہے غالباً یہ لوگ سچی چینی کے استعمال سے بھی واقف تھے چنانچہ چینی کی ایسی نوادرات دریافت ہوئی ہیں جنہیں بجا طور پر صناعی کا غیر معمولی نمونہ کہا جا سکتا ہے۔

وادیٔ سندھ کے لوگ سوتی کپڑے استعمال کرتے تھے ۔ ایک مجسمے کے لبادے پر بنی ہوئی نقاشی سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ لوگ زر دوزی اور کشیدہ کاری سے بھی

Marfat.com

واقف تھے البتہ سندھ کی موجودہ اجرک[1] کی طرح انکی چادریں چھپی ہوئی نہ ہوتی تھیں۔ تانبے اور کانسے کی بہت سی سوئیاں ملی ہیں۔ ان میں سے بعض کے سروں پر تاگا پرونے کے سوراخ بھی ہیں چند کے سروں پر ایک پھندا سا بنا ہے جس میں تاگا ڈالا جاتا تھا۔ زیورات کے ہمراہ سونے کی تین سوئیاں ملی ہیں جن میں سے ایک سوئی دو انچ لمبی ہے۔ دو سوئیوں پر چھوٹے چھوٹے داغ سے پڑے ہیں خیال ہے کہ یہ نشان اس وقت پڑے ہونگے جب کپڑا سیتے سیتے عورتیں ان سوئیوں کو دانتوں کے نیچے دبالیتی ہونگی ہڈی، ہاتھی دانت اور تانبے کے سوئے بھی دریافت ہوئے ہیں۔

زراعتی اوزار چونکہ لکڑی کے بنے ہوتے تھے اسلئے ہزارہا سال مٹی میں دفن رہنے کی وجہ سے تلف ہو گئے اور دریافت نہ ہوسکے۔ البتہ تانبے کی دو درانتیاں دریافت ہوئی ہیں سمیر کی بہ نسبت موہنجودارو میں اوزاروں پر سان رکھنے کے پتھر بہت کم دریافت ہوئے ہیں اور یہ اندازہ لگانا مشکل ہے کہ وہ اپنے اوزاروں اور ہتھیاروں پر کس چیز سے دھار رکھتے تھے۔ شاید اس مقصد کے لئے اینٹیں استعمال کی جاتی ہوں گی۔ کیونکہ دریافت شدہ سانوں کے کنارے اور سرے اس بات کا ثبوت ہیں کہ ان سے سان رکھنے کے بجائے دھات پر پالش کی جاتی تھی۔

---

1 چھپی ہوئی چادریں جو سندھ میں عام طور پر استعمال کی جاتی ہیں۔ زیادہ تر ان کی زمین گہری نیلی ہوتی ہے جس پر سرخ رنگ سے بیل بوٹے بنائے جاتے ہیں اجرک غالباً ارزق کی بگڑی ہوئی صورت ہے

Marfat.com

منکے

وادیٔ سندھ کے قدیم شہروں میں مختلف پتھروں سونے چاندی اور مٹی کے منکے بنانے کی صنعت کا بہت رواج تھا یہ منکے عام طور سے عقیق، سنگ سلیمان اور سنگ یشب سے بنائے جاتے تھے۔ پتھروں کے علاوہ سفید اور نیلے مصالحے کے کئی منکے بھی دریافت ہوئے ہیں جن سے ہار اور مالا تیار کئے جاتے تھے۔

منکے بنانے والے کی ایک دوکان سے پتھر کے بہت سے منکے ملے ہیں یہ منکے تکمیل کے مختلف مدارج یعنی تراشنے، پرت جانے، گھٹائی اور سوراخ کرنے کی حالت میں پائے گئے تھے۔ ان منکوں میں پتھر یا تانبے کے نالی دار برموں سے سوراخ کئے جاتے تھے۔ پتھر کے برمے نہایت ہوشیاری سے بنائے جاتے تھے۔ ان کی نوک پر چھوٹی پیالی کی شکل کی گھنڈی سی لگی ہوتی تھی جن میں پانی اور پتھر کا گھسا ہوا سفوف جمع ہوتا تھا پانی برمے کو اندر گھسنے میں مدد دیتا تھا ایسے برمے چھنودارو میں خاصی تعداد میں پائے گئے ہیں اور ڈاکٹر وھیلر کا خیال ہے کہ شاید یہ برمے برآمد بھی کئے جاتے ہوں[1]، اس قسم کا ایک برما ار میں بھی ملا ہے۔

1 Wheeler - The Indus Civilization ; P, 74.

Marfat.com

موہنجوداڑو میں ایچ - آر - ایریا سے سونے کے لاتعداد منکے دریافت ہوئے ہیں جن میں سے چند گول چپٹی ٹکیا جیسی شکل کے ہیں اور جن میں ایک محوری نالی ہے ۔ اس قسم کی ٹکیاں مصر میں ۲۳۰۰ - - ۲۵۰۰ ق - م اور ٹرائے میں تقریباً ۲۳۰۰ ق - م میں دریافت ہوئی ہیں - چاندی کے منکے سادے گول یا استوانی شکل کے ہیں۔ تانبے اور کانسے کے منکے کسی خاص جاذبیت کے حامل نہیں ہیں -

اسٹیٹائٹ کے منکے اسٹیٹائٹ کے سفوف کو لیلا کرکے کانسے کے ٹھپوں میں دبا کر بنائے جاتے تھے۔ چینی کے کام کے منکے بھی پائے گئے ہیں موہنجوداڑو، ہڑپہ، اور چنہوداڑو سے دریافت شدہ منکوں میں سے ۳ منکے بڑے اہم ہیں۔ یہ منکے بوندار ہیں اس قسم کے منکے شام جمدت نصر عہد یعنی تقریبا ۳۰۰۰ ق-م اور کریٹ میں بھی دریافت ہوئے ہیں[1]۔ عام طور پر اس قسم کے منکے سیٹیائٹ کے سفوف سے بنائے گئے ہیں - استوانی منکوں پر تپتپا ڈیزائن کی نقاشی کی گئی ہے۔ یہ ڈیزائن برمے یا کسی دوسرے نوک دار اوزار سے تراشی گئی ہے - ان نقوش میں سرخ یا سیاہ مصالحہ بھر کر باقی سطح ابھری رہنے دی گئی ہے - مصالحہ لگا دیا گیا ہے۔ اس طرح سفید زمین پر سیاہ یا سرخ رنگ کے نقوش تراشے گئے ہیں - بعض منکوں کی زمین سرخ ہے۔ تپتپا ڈیزائن جو عام طور پر ان منکوں پر بنائی گئی ہے سرخ رنگ کی

---

1 Wheeler - The Indus Civilization ; P,74.

Marfat.com

عہد یا اس کے بعد مستعمل تھی ۔ میسوپٹامیا میں اس کی تاریخ ۲۳۰۰ ق - م ہے ۔ اس قسم کے منکے مصر میں تقریباً ایک ہزار سال بعد کے دور میں ملتے ہیں[1] ۔

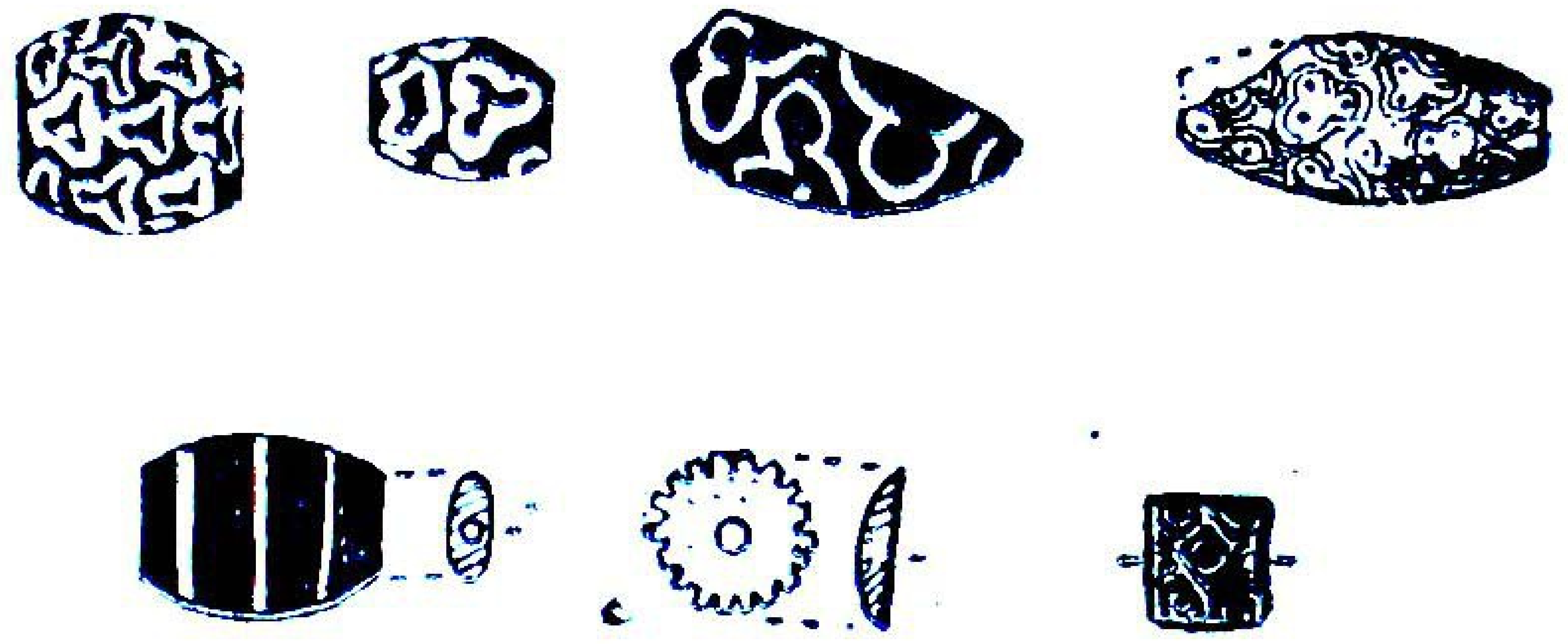

منکے

سنگ عقیق کے منکے بھی قابل ذکر ہیں ۔ یہ دو قسم کے ہیں سرخ زمین پر سفید نقش والے یا سفید زمین پر سیاہ نقش والے سرخ زمین پر سیاہ رنگ کے منکے نسبتاً زیادہ ملے اور قیاس ہے کہ ان نقوش کو تراشنے کے بعد منکے پر القلی (سوڈا) لگا کر پتھر کو گرم کیا جاتا تھا جس سے القلی ان نقوش پر جم جاتی تھی اور مستقل سفید ڈیزائن بن جاتی تھی ۔ دوسری قسم کے منکوں میں پورے پتھر پر القلی لگادی جاتی تھی اور پھر اس پر کاپرنائٹریٹ[2] کے حل سے ڈیزائن بنا کر ان کو پکا لیا جاتا تھا ۔ اس قسم کے منکے میسوپوٹامیہ میں بھی ملے ہیں ۔

1 Wheeler - The Indus Civilization; P,75. 2 Copper Nitrate

Marfat.com

مواصلات و تجارت

مواصلات

تجارت

اوزان و پیمائش

Marfat.com

Marfat.com

مواصلات

قدیم ترین زمانے میں موھنجودارو ایک تجارتی منڈی تھا اور یہاں گرد و نوح کے علاقوں اور دوسرے ممالک سے تجارتی سامان لایا جاتا تھا۔ دیکھنا یہ ھے کہ آثاری شواھد ان کے مواصلات کے ذرائع کی نشاندھی کرنے میں ھماری کیا مدد کرتے ھیں۔

موھنجودارو، ھڑپہ اور دوسرے مقامات سے لاتعداد بیل گاڑیوں کے مجسمے ملے جو بچوں کے کھیلنے کے لئے بنائی گئی ھونگی لیکن اس حقیقت سے انکار کی گنجائش نہیں کہ یہ اپنے دور کی اصل گاڑیوں کا چربہ ھیں۔ (پلیٹ نمبر ۱۷) اسی طرح ھم یہ کہہ سکتے ھیں وادی' سندھ میں سامان اور آدمی لانے اور لے جانے کے لئے بیل گاڑیاں مستعمل تھیں موھنجودارو جیسی دو پہیوں والی گاڑیاں آج بھی سندھ میں موجود

Marfat.com

ہیں ان کے پہیے ٹھوس ہوتے تھے۔ ہڑپہ میں تانبے کا بنا ہوا ایک دو انچ کا یکہ بھی ملا ہے۔ اس کے پہیے غائب ہیں۔ یہ سامنے اور پیچھے کھلا ہوا اور داہنے اور بائیں اطراف میں بند ہے۔ اس کی چھت دو رخی اور ڈھلوان ہے چنہودارو میں تانبے کی بنی ہوئی دو بیل گاڑیاں ملی ہیں جن میں سے ایک ہڑپہ جیسی ہے دوسری کے ٹھوس پہیے تو موجود ہیں لیکن چھت نہیں ہے۔ چنہودارو میں مٹی کی بنی ہوئی ایسی بیل گاڑیاں بھی ملی ہیں جن میں چار پہیے لگے ہیں۔ ان کے اگلے پہیے پچھلے پہیوں سے بڑے ہیں۔

یہ بات ابھی وثوق سے نہیں کہی جاسکتی کہ وادیٔ سندھ کے لوگ بار برداری اور سواری کے لئے کون کون سے جانور استعمال کرتے تھے۔ یہاں خچر یا گدھے موجود ہونے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا البتہ موہنجوداڑو کی بالکل بالائی سطح سے گھوڑے کی ہڈیاں پائی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ مسٹر میکے نے ایک مجسمہ کو گھوڑے کا مجسمہ بتایا ہے۔ شمالی بلوچستان کے مقام رعنا غنڈائی کی ابتدائی تہوں میں گھوڑے اور جنگلی گدھے کے دانت پائے گئے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ کاروان کی صورت میں تجارتی سامان لانے لیجانے والے سوداگر اونٹ گھوڑے اور گدھے رکھتے ہوں۔ یہ بھی وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ یہ لوگ ہاتھی سدھا کر اس سے کوئی کام لیتے تھے۔ البتہ مہروں پر بنی ہوئی ہاتھیوں کی

Marfat.com

تصویروں سے یہ اندازہ ضرور ہوتا ہے کہ ہاتھی ان کے لئے غیر معروف نہ تھا۔

بیل گاڑیوں اور جانوروں کے علاوہ یہاں کشتیوں کے ذریعے بھی سامان لایا جاتا تھا۔ دریائے سندھ کشتی رانی کے قابل ہے اور بڑی بڑی کشتیاں نہایت آسانی سے آج بھی اس کے ذریعے اندورون سندھ سامان لاتی اور لے جاتی ہیں۔ لکڑی کی بنی ہونے کی وجہ سے تمام قدیم کشتیاں تلف ہوچکی ہیں البتہ چند ایسے شواہد ضرور ملے ہیں جو اس سلسلے میں ہماری مدد کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک مہر پر بغیر مستول کی کشتی کی تصویر بنائی گئی ہے جس کا اگلا حصہ اور دنبالہ اوپر کو اٹھے ہوئے ہیں۔ اس کے بیچ میں ایک کیبن ہے اور دنبالہ پر کشتی چلانے والا بیٹھا دکھایا گیا ہے اسی طرح ایک برتن پر کشتی کی تصویر ہے جس کے دونوں سرے اونچے ہیں اس کشتی میں بھی ملاح بیٹھا دکھایا گیا ہے لیکن عرشہ پر کیبن کے بجائے ایک مستول لگا ہوا ہے جس کو دو بلیوں نے سہارا دیا گیا ہے۔ ایسی کشتیاں دریاؤں اور سمندروں دونوں جگہوں میں چل سکتی ہیں۔ یہ آثار اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ لوگ کشتی سازی اور کشتی رانی میں مہارت رکھتے تھے۔

تجارت

وادیٔ سندھ میں ایسی لاتعداد چیزیں دریافت ہوئی ہیں جو آج اس علاقے میں نہیں ملتیں ظاہر ہے کہ یہ چیزیں باہر سے برآمد

Marfat.com

کی جاتی ہونگی۔ تانبے کانسے اور قلعی کی در آمد کے بارے میں پچھلے صفحات میں گفتگو کی جاچکی ہے۔ سونا ہندوستان میں میسور اور افغانستان میں قندھار اور دوسرے مقامات میں ملتا ہے اور ایران میں بھی کہیں کہیں پایا جاتا ہے سر ایڈون پاسکو[1] کے خیال مطابق جنوبی ہندوستان (حیدرآباد۔ میسور اور مدراس) ابتدائی زمانہ تاریخ سے ہندوستانی سونے کا کثیر حصہ بہم پہنچاتا رہا ہے۔ وہاں کی بعض کانوں میں قدیم کان کنی کے آثار پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ ان کا خیال ہے کہ وادیٔ سندھ کے لوگ جنوبی ہندوستان سے سونا برآمد کرتے تھے۔ اس قیاس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ موہنجوداڑو اور ہڑپہ میں جو سونا دریافت ہوا ہے وہ زیادہ اس قسم کا ہے جسمیں چاندی کی ملاوٹ ہے۔ اس قسم کی ملاوٹ والا سونا کولور' میسور اور اننت پور کی کانوں ہی میں ملتا ہے۔ اسکے علاوہ سبز ایمیزن پتھر بھی نیلگری کے پہاڑیوں کے قریب دادا بٹیا سے منگایا جاتا تھا ہو سکتا ہے کہ سونا ایران اور افغانستان (قندھار) سے بھی منگایا جاتا ہو۔ سونے کے علاوہ چاندی کے ظروف اور زیورات بھی پائے گئے ہیں یقیناً انکے بنانے کے لئے چاندی اجمیر (ہندوستان) افغانستان ایران اورجنوبی ہندوستان سے درآمد کی جاتی ہوگی۔ لاجورد کے صرف دو منکے اور شطرنج کے پیادے جیسا ایک ٹکڑا موہنجوداڑو میں، تین منکے ہڑپہ میں، اور چھ منکے

1 Sir Edwin Pascoe

Marfat.com

چنہو دارو میں دریافت ہوئے ہیں۔ نال (بلوچستان) میں لاجورد کے منکوں کی کئی لڑیاں ملی ہیں لاجورد، فیروزہ، اور زمرد ہندوستان میں مطلقاً نہیں ہوتے لاجورد مسوپٹامیہ میں کثرت سے استعمال کیا جاتا تھا اور ہوسکتا ہے کہ وادیٔ سندھ والے وہاں سے درآمد کرتے ہوں۔ شمالی مشرقی افغانستان اور بدخشاں میں بھی لاجورد ملتا ہے۔ اور چونکہ مسوپٹامیہ کی بہ نسبت بدخشاں وادیٔ سندھ سے زیادہ قریب ہے اسلئے ممکن ہے کہ وہاں سے ہی درآمد کیا جاتا ہو۔ فیروزے کیلئے خراسان مشہور ہے اور ہوسکتا ہے کہ وہاں سے درآمد کیا جاتا ہو۔ جیڈ پامیر کے علاقوں، مشرقی ترکستان، تبت یا شمالی برما سے منگایا جاتا ہوگا۔

رال جو موم جامہ یا دوسری چیزیں بنانے کے کام آتی تھی یا تو دریائے سندھ کے داھنے کنارے کے شہر عیسیٰ خیل سے منگائی جاتی تھی یا بلوچستان سے۔ گیرو وسط ہندوستان اور مدھ پردیش میں ملتا ہے اور وہاں سے درآمد کیا جاتا ہوگا لیکن اسکی بڑی مقدار کشتیوں کے ذریعے ھرمز اور خلیج فارس کے دوسرے جزائر سے بھی آتی ہوگی یہاں ایک قسم کی سبز مٹی بھی ملتی ہے جو شاید بلوچستان سے بہم پہنچائی جاتی ہو۔

ان معدنیات کے علاوہ زیورات اور چھوٹی مصنوعات میں استعمال کی جانے والی اشیاء مثلاً ھڈیاں ، ھاتھی دانت

Marfat.com

سیپ اور گھونگھے وغیرہ بھی دریافت ہوئے ہیں یہ چیزیں مقامی طور پر ملتی ہونگی لیکن سواحل ہند، خلیج فارس اور بحر احمر سے بھی مختلف قسم کے گھونگے منگائے جاتے تھے۔

موہنجودارو میں ان اشیاء کی موجودگی نہ صرف اس کی طرز معاشرت پر ھی روشنی ڈالتی ہے بلکہ اس تحقیق سے کہ یہ چیزیں کہاں کہاں سے درآمد کی جاتی تھیں اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ وادیٔ سندھ کے تجارتی تعلقات کا سلسلہ کہاں کہاں تک پھیلا ہوا تھا اور اس تہذیب کے روابط دور دراز کے کن کن علاقوں سے تھے۔

سر ایڈون پاسکو نے وادیٔ سندھ میں دریافت شدہ اشیا کے مندرجہ ذیل مقامات سے درآمد کئے جانے کا ذکر کیا ہے۔

سونا	جنوبی ہندوستان، افغانستان، ایران، تبت
چاندی	جنوبی ہندوستان، افغانستان، ایران، آرمینا، برما
تانبا	جنوبی ہندوستان، افغانستان، بلوچستان، راجپوتانہ
قلعی، رانگا	افغانستان، ایران، راجپوتانہ
لاجورد	افغانستان
فیروزہ	ایران، خراسان
سنگ جواحت	کاٹھیاوار، بلوچستان
یاقوت	جنوبی ہندوستان
سلیٹ پتھر	راجپوتانہ، راج پہلا

Marfat.com

عقیق یعنی سنگ سلیمان	راجپوتانہ، کاٹھیاوار، کشمیر، دکن
یشب	راجپوتانہ، راج پیپلا،
حجرالصلب اخضر[1]	راجپوتانہ، دریائے کرشنا اور گوداوری کے کنارے جنوبی ھندوستان میں
رال - قیر	عیسی خیل، کوھستان ماری، (بلوچستان) سبی (بلوچستان) مسوپٹامیہ
سیندور	جزیرہ ھرمز، بوسوسیا، ھالوی لکھیت،
سنگ مرمر	راجپوتانہ

موھنجودارو، ھڑپہ اور دوسرے مقامات پر پتھروں سے نہایت صفائی سے بنائے ھوئے ٹکڑے ملتے ھیں جو غالباً وزن کرنے کے لئے باٹ کے طور پر استعمال ھوتے تھے۔ انمیں سے بعض تو اتنے بڑے ھیں کہ انکو اٹھانے کے لئے رسیوں کی ضرورت پڑتی ھوگی اور بعض اتنے چھوٹے ھیں کہ ان سے سونا اور چاندی جیسی قیمتی چیزیں تولی جاسکتی ھیں۔ یہہ باٹ مکعبی، استوانی، مخروطی اور ڈھول کی شکل کے ھیں۔ ترازو نسبتاً کم دریافت ھوئے ھیں دو پلڑوں کے ھمراہ ایک کانسے کی چھڑ دریافت ھوئی تھی جس کے دونوں سروں پر ڈور باندھنے کے نشان نظر آتے ھیں اور خیال ھے کہ یہ ترازو کی ڈنڈی ھوگی۔

1 Plasma

Marfat.com

دریافت شدہ باٹوں کو جب وزن کیا گیا تو ان میں حیرت انگیز توازن پایا گیا اور چھوٹے باٹوں میں سوس کی طرح ثنوی نسب کا پتہ چلا لیکن بڑے برتنوں میں اعشاری تناسب ہے۔ یہاں سدسی[1] تناسب کا کوئی ثبوت نہیں ملتا ۔ وزن کی ایک اکائی کا اندازہ ۸۷۰ گرام لگایا گیا ہے۔ اور سب بڑا وزن ۱۰۹۷۰ گرام کا ہے۔ عام وزن ۱۳۶۶۴ گرام کا ہوتا تھا۔ جو وزن کے اکائی سے ۱:۱۶ کی نسبت رکھتا ہے پاکستان میں ۱ اور ۱۶ کی نسبت اب بھی ایک روپیہ کے سولہ آنوں اور ایک سیر کی سولہ چھٹانکوں میں پائی جاتی ہے ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وزنوں کی برابر جانچ پڑتال ہوتی تھی ورنہ متوازن باٹ رکھنا تاجروں کے مذاق کی بات نہیں۔

باقیاتی آثار کی غیر موجودگی میں وادیٔ سندھ میں لمبائی ناپنے کے طریقہ کا اندازہ لگانا دشوار ہے۔ البتہ سیپ کی ایک ایسی پٹی ضرور ملی ہے جو ۶۶۲ انچ لمبی ہے۔ اسمیں ۹ خانے ہیں۔ اور ہر خانے کی لمبائی ۲۶۴۶ انچ ہے ڈاکٹر میکے کا خیال ہے کہ یہ لمبائی ناپنے کے پیمانے کا ایک ٹکڑا ہے ۔ اسکے ہر خانے میں ایک نقطہ رکھا ہوا ہے لیکن پانچویں خانے پر ایک گرل دائرہ ہے۔ اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ناپنے کے پیمانے اعشاری اصول پر مرتب کئے گئے تھے اور اسطرح ایک اعشاری اکائی کے ۱۳۲ پر مشتمل

---

۱ چھ کی نسبت

Marfat.com

پیمانے کے ایک فٹ کی لمبائی ۱۳ء۲ انچ تھی۔ اسی طرح ہڑپہ سے ایک کانسے کی چھڑ ملی ہے جو ۱ء۵ انچ لمبی ہے۔ اسکے دونوں سرے ٹوٹے ہوئے ہیں اور اسمیں برابر فاصلے پر چار نشان ہیں۔ اس سے یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ ۲۰ء۶۲ انچ کے کیوبٹ[1] کے اصول پر بنائی گئی تھی۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس قسم کے اعشاری پیمانے مصر کے چوتھے شاہی خاندان میں بھی رائج تھے۔ اسی طرح ایلام کی ابتدائی مہریں بھی اعشاری پیمانوں پر بنائی گئی تھیں اور سمیر کے ابتدائی عہد میں اعشاری اور ستینی (ساٹھویں) اصول پیمائش رائج تھے۔

تقریباً ایک سو پچاس مقامات پر پیمائش کرنے سے یہ بات واضح ہوئی ہے کہ وادئ سندھ میں ایک ہی وقت میں فٹ اور کیوبٹ دونوں طریق پیمائش رائج تھے۔ چنانچہ ہڑپہ کی غلہ کی کوٹھیوں کی خاص دیوار ۵۱ فٹ ۹ انچ - ۳۵ کیوبٹ کے برابر تھی۔ اسکے خاص کمروں کی چوڑائی ۱۷ فٹ ۳ انچ — ۱۰ کیوبٹ ہے ہڑپہ کے گول چبوتروں کے قطر ۱۱ فٹ ہیں جو ۱۳ء۲ انچ کے حساب سے دس فٹ ہوتا ہے — اندازہ لگایا گیا ہے کہ فٹ تقریبا ۱۳ء۱ انچ یا ۱۳ء۲ انچ کا اور کیوبٹ ۲۰ء۳ انچ کا ہوتا تھا[2] —

---

1 Cubit ایک قدیم پیمانہ

2 Wheeler - The Indus Civilization; P, 62.

Marfat.com

Marfat.com

معاشرت

بلدیاتی نظام
زراعت و خوراک
لباس
آرائش گیسو
زیورات
سنگھار
کھلونے
تفریح
شکار
پالتو جانور
جنگلی جانور
رقص و سرود
حکمت
پیشے

Marfat.com

Marfat.com

مشرق قریب اور بالخصوص مصر کے قدیم باشندے جب اپنے مردوں کو سپرد خاک کرتے تھے تو ان کے ساتھ ہی کافی سامان زاد راہ آخرت کے طور پر دفن کردیا کرتے تھے ماہرین آثار کو اس سامان کے ملنے سے ان لوگوں کے طرز زندگی کا اندازہ لگانے میں بڑی آسانی ہوئی ہے۔ کیونکہ اس سے ان کی معاشرت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے مثلاً یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ ان کا لباس کیسا ہوا کرتا تھا، ان میں آرائش اور زیبائش کا کس نوعیت کا اور کس قدر ذوق تھا، ان کا مذہب کیا تھا اور ان کے اعتقادات کی نوعیت کیا تھی۔ اس زاد راہ آخرت کے علاوہ ان مقبروں کی دیواروں پر تصویر کشی کے ساتھ قدیم رسم الخط میں مختلف عبارتیں بھی

Marfat.com

کنندہ کی گئی ہیں۔ جس سے اس عہد کی مکمل تصویر ہمارے سامنے آجاتی ہے۔ ان مقبروں سے دریافت شدہ باقیات اور ان کی دیواروں پر بنی ہوئی تصویروں سے یہ اندازہ بھی ہوجاتا ہے کہ وہاں کے امراء اور سلاطین کی زندگی عوام سے بہت مختلف اور ممتاز تھی اور وہاں چھوٹے بڑے اعلیٰ و ادنی اور حاکم و محکوم میں بہت نمایاں فرق تھا۔

وادیٔ سندھ کے قدیم باشندوں نے نہ تو مقبرے چھوڑے ہیں نہ مقبروں پر بنی ہوئی تصویریں نہ ہی ابتک یہاں کی تحریریں ہی پڑھی جاسکی ہیں۔ یہاں مردوں یا زندوں سے متعلق ایسے نقوش جنکی مصر میں کثرت ہے دریافت نہیں ہوئے گویا یہاں موت و حیات کے درمیان بڑا دبیز پردہ پڑا ہوا ہے لیکن اسکے باوجود یہاں عالیشان مقبروں کی غیر موجودگی اور دریافت شدہ چند قبروں کی تعمیر میں کسی غیر معمولی اہتمام کا فقدان ہمیں یہ سوچنے پر مجبور کرتا ہے کہ یہاں کا عام آدمی اپنے ہمعصروں میں آزادی اور ضروریات زندگی کی فراہمی میں نسبتاً مساوی حقوق کا مالک تھا۔ اور شاید یہاں کے سماج میں تکلیف دہ طبقاتی ناہمواریاں نہ تھیں بلکہ یہاں کے باشندے اطمینان آسائش اور فراغت کی زندگی بسر کرتے تھے۔ سماج نے کچھ قاعدے اور قوانین مقرر کئے تھے جنکی پابندی سب پر فرض تھی۔ یہاں ایک منظم اور معقول بلدیاتی نظام رائج تھا اور اس سلسلے

Marfat.com

میں شہر کو صاف رکھنے صفائی کی آسانی بہم پہنچائے حفظان صحت کے اصولوں کو مدنظر رکھنے کا خاص اہتمام کیا جاتا تھا۔ مختلف مکانوں کی نگہ داشت کے لئے چوکیداری کا انتظام، بڑے بڑے کاروانسرائے، رفاہ عام کے گودام، عوامی کنویں، تولنے اور ناپنے کے مختلف اور متوازن پیمانے ایک منظم سماجی زندگی کی نشاندھی کرتے ھیں۔ موھنجودارو میں شہر کے انتظامی معاملات میں موریہ عہد کے شورائی نظام یا گپتا عہد کی شہری کونسلی نظام کے اثرات ضرور موجود ھوں گے [1] اور ھم قیاس کرسکتے ھیں کہ اگر موھنجوداو میں اشرافیہ[2] یا عددیہ[3] بر سر اقتدار تھی تو یقیناً یہ تجارتی عددیہ[4] رھی ھوگی[5]۔

تاریخ ھمیں بتاتی ھے کہ گپتا عہد میں سب سے بڑے تاجر کےعلاوہ جو ناظم بلدیہ بھی ھوا کرتا تھا کاروانی تجارت کے نمائندوں اھل حرفہ کے نمائندوں، اور اھل علم کا سماج میں خاص مقام ھوا کرتا تھا۔ موھنجودارو میں بھی اس قسم کے نظام کی موجودگی کوئی خوشفہمی نہیں ھے۔ کیونکہ ھم اس

1 مسٹر سیتا رام کوھلی نے اپنی کتاب انڈس ویلی سویلائزیشن میں صفحہ ۱۱ پر یہ ذکر کیاہےکہ یہ خیال کرنا خوشفہمی نہ ھوگی کہ اسٹوپہ کے قریب کا ستونوں والا ھال موجودہ زمانہ کے میونسپل ھال یا ٹاون ھال کی طرح مجلس بلدیہ کی اسمبلی کے طور استعمال ھوتا تھا اسی طرح پروفیسر آئنگر نے جرنل آف انڈین ھسٹری جلد ایک حصہ اول میں اس ضمن میں بڑی دلچسپ باتیں کی ھیں لیکن اس قسم کی قیاس آرائیوں سے کوئی ٹھوس نتیجہ مرتب نہیں کیا جاسکتا۔

2 Oligarchy 3 Aristocracy 4 Commercial Oligarchy

5 Dikshit - Prehistoric Civilization ; P, 24.

Marfat.com

بات کا اندازہ بخوبی لگا سکتے ہیں کہ اس کی خوشحالی کا موجب اس کی داخلی اور خارجی تجارت تھی۔ دریائے سندھ کے کنارے آباد ہونے کی وجہ سے یہاں کشتیوں کے ذریعہ نہ صرف اندرون ملک سے ہی سامان آتا رہا ہوگا بلکہ مستولوں والی سمندری کشتیوں کے ذریعہ دوسرے ملکوں سے بھی تجارت ہوتی ہوگی۔ اس کے علاوہ بلوچستان کے درون کے ذریعے یہ علاقہ ایران اور مشرق قریب کے دوسرے ملکوں سے خشکی کے راستوں سے بھی ملا ہوا تھا۔ اسی طرح کاٹھیاوار جنوبی ہندوستان اور دوسرے علاقوں سے یہاں تجارتی مال لانے والے قافلے آتے تھے۔ گویا کراچی کی طرح موہنجوداڑو بھی ایک بین الاقوامی نوعیت کا شہر تھا جس کا مزید ثبوت ان مختلف قوموں اور نسلوں کے ڈھانچوں اور کھوپڑیوں سے ملتا ہے جن کے مالکوں نے اس سر زمین میں اقامت اختیار کی اور بالآخر یہیں مرے۔ اس کے برعکس مصر کے مقبروں میں ایک ہی نسل کے لوگوں کے ڈھانچے ملے ہیں۔ وادیٔ سندھ کی تجارت اور دولت کے فروغ اور امن اور فراغت کی موجب یہی مختلف قومیں تھیں جنھوں نے اس کی ترقی کو چار چاند لگائے لیکن دور انحطاط میں یہ مختلف النسل آبادی اس تہذیب کی بربادی کا موجب بنی[1]۔

---

1 Dikshit - Indus Civilization ; P, 25.

Marfat.com

زراعت و خوراک

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے موہنجوداڑو تجارت کا ایک بڑا مرکز تھا۔ تجارتی منڈیاں اجاڑ اور بنجر علاقوں میں نہیں بنا کرتیں کیونکہ ان کی کثیر آبادی کی خوراک کے لئے نواح میں غلہ اور دوسری اشیائے خورد و نوش کی پیداوار لازمی ہے۔ چنانچہ موہنجوداڑو کے ابتدائی باشندے جب کبھی بلوچستان یا کسی دوسرے علاقے کی پہاڑیوں سے آئے ہوں گے تو انہوں نے وادیٔ سندھ کی زرخیز اور سرسبز و شاداب سرزمین کی آغوش میں بڑی عافیت محسوس کی ہوگی۔ اور اس وقت اس کے دامن میں لہلہاتے ہوئے کھیت اور سونا اگلنے والی زمین اس تہذیب کے آغاز کا موجب بنی ہوگی۔ لیکن دریائے سندھ کی لائی ہوئی مٹی اور ریت کی تہوں نے ان ابتدائی کھیتوں اور آب رسانی کے انتظامات کے تمام نشانات مٹا دیئے ہیں اور اب ہم یہاں کی قدیم کاشتکاری اور فصلوں کا اندازہ دریافت شدہ باقیات سے ہی لگا سکتے ہیں یہاں گیہوں اور جو کے ایسے جلے ہوئے دانے ملے ہیں جو خود رو نہیں ہیں بلکہ اسی قسم کا گیہوں آج بھی مغربی پاکستان میں اگایا جاتا ہے۔ ایسا ہی جو مصر کے قدیم حکمرانوں کی قبروں میں بھی دستیاب ہوا ہے۔ یہ غلہ پتھر کی چپٹی یا گھوڑے کی زین جیسی شکل والی سلوں پر پیسا جاتا تھا

Marfat.com

کیونکہ اس وقت تک آٹا پیسنے والی دو پاٹ کی گول چکی دریافت نہیں ہوئی تھی - پیسنے سے پہلے لکڑیوں کی بنی ہوئی اوکھلیوں میں غلہ کی بھوسی دور کی جاتی تھی -

ھڑپہ میں مٹر کے جلے ہوئے دانے تربوز کے بیج اور تل دریافت ہوئے ہیں۔ موہنجودارو میں کھجور کی چند گٹھلیاں بھی ملی ہیں ہوسکتا ہے کہ یہ خلیج فارس سے درآمد کی گئی ہوں[1] - اسی طرح ھڑپہ سے دریافت شدہ ایک مہر پر ایک ایسی تصویر بنائی گئی ہے جس پر ناریل کے درخت کا گمان ہوتا ہے وادیٔ سندھ میں اس درخت کے وجود کا ثبوت اس برتن سے بھی ملتا ہے جو اس کے سخت چھلکے کا بنا ہوا ہے۔ اسی طرح ایک مہر پر بنی ہوئی ایک تصویر پر انار کے درخت ہونے کا شبہ کیا جاتا ہے -

یہاں گیہوں اور جو کے علاوہ چاول اور دالیں بھی اوگائی جاتی ہونگی اور ان کے ساتھ ساتھ ترکاریاں بھی زاید فصل کی حیثیت سے بوئی جاتی ہونگی۔ دودھ کی فراوانی گائے اور بکری کی موجودگی سے ظاہر ہے۔ غلہ اور ترکاریوں کے علاوہ جانوروں کا گوشت بھی کھایا جاتا ہوگا - کیونکہ یہاں کی گلیوں، سڑکوں اور مکانوں میں گائے بیل بھینسے بکری دریائی اور سمندری مچھلی گھڑیال اور کچھوے کی لاتعداد ہڈیاں ملی ہیں -

---

1 Wheeler - Indus Civilization ; P, 62.

Marfat.com

لباس

وادیٔ سندھ کی سب سے اہم دریافت روئی کے بنے ہوئے کپڑے کا وہ ٹکڑا ہے جو تانبے اور چاندی کے ظروف کے ہمراہ پایا گیا ہے۔ یہ روئی کی قدیم ترین دریافت ہے[1]۔ کیونکہ مصر جہاں آج کافی مقدار میں روئی پیدا ہوتی ہے پرانے زمانے میں روئی سے محروم تھا۔ روئی کے لئے سنسکرت میں لفظ ''سندھو'' مستعمل ہے جس سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ روئی عہد قدیم میں سندھ ہی میں پیدا ہوتی تھی اس طرح بابلی زبان میں روئی کیلئے لفظ سندھو اور یونانی زبان میں لفظ ''سندن'' بھی اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ روئی سندھ سے ان ممالک میں خام پیداوار اور کپڑے کی شکل میں برآمد کی جاتی ہوگی[2]۔ کپاس کے علاوہ کالی تلسی کا ریشہ بھی کپڑے بنانے کے کام آتا تھا کیونکہ مچھلی پکڑنے کے ایک کانٹے پر اس قسم کا دھاگہ لپٹا ہوا پایا گیا تھا جو اس کے ریشوں سے بنایا گیا تھا۔

کپڑا زیادہ دنوں تک زیر زمین دفن رہنے پر دیمک اور دوسرے کیڑے مکوڑوں اور زمین کے لنہار کی نظر ہوجاتا ہے چنانچہ وادیٔ سندھ میں اوپر بیان کئے ہوئے ٹکڑے کے علاوہ کوئی اور کپڑا دریافت نہیں ہوا ہے۔ لیکن تقریباً ہر شہر

1 Wheeler The Indus Civilization ; P,62.
2 Kohli, Sita Ram The Indus Valley Civilization ; P,17.

Marfat.com

سے سوت کاتنے کی تکلیاں برآمد ہوئی ہیں - یہ تکلیاں قیمتی اشیا سے لیکر مٹی اور گھونگھے تک کی ہیں - جس سے اندازہ لگایا گیا ہے کہ امیر و غریب سب فرصت کے اوقات میں سوت کاتا کرتے تھے[1] - یہاں مختلف نسلوں کے لوگ رہا کرتے تھے - اور خیال ہے کہ ان کے لباس بھی مختلف رہے ہونگے مگر ہڑپہ اور موہنجودارو کی باقیات اس سلسلے میں ہماری زیادہ مدد نہیں کرتیں صرف چند مجسمے اور برتنوں پر بنے ہوئے نقوش ہی یہاں کے باشندوں کے طریق لباس کی نشاندھی کرتے ہیں اور ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ لباس کی ترتیب ڈیزائن سے یہ لوگ بیگانہ نہ تھے بالخصوص نسوانی مجسمے اس قسم کے مطالعہ کے لئے زیادہ مفید ہیں جن سے لباس کے مختلف پہلو سامنے آتے ہیں مثلاً عورتیں عام طریقے پر ایک زیر جامعہ (تہ بند کی قسم کی چیز) پہنتی تھیں جس کو کمر پر منکے پروئی ہوئی کردھنی یا بٹی ہوئی ڈور یا کمر بند سے اس طرح باندھتی تھیں کہ سامنے کی طرف بروچ یا پھندے کی شکل بن جاتی تھی - یہ زیر جامے گھٹنے کے اوپر ہی ختم ہوجاتے تھے - کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ عورتیں ناف سے اوپر کوئی کپڑا ہی نہ پہنتی تھیں جیسا کہ انڈونیشیا میں جزیرہ بالی میں ایک خاص قوم کی عورتیں آج بھی ناف سے اوپر کوئی کپڑا پہنا معیوب سمجھتی ہیں - مٹی کی ایسی لاتعداد نسوانی

---

۱ ایشورا ٹوپا - ہندوستانی تمدن - ص ۱۶ حیدر آباد دکن ۱۹۴۳ء

Marfat.com

مورتیاں ملی ہیں جن کے جسم کے اوپر کوئی کپڑا نہیں البتہ ان کے گلے اور سینے پر لاتعداد ہار اور مالائیں پڑی ہوئی ہیں ۔ اسی طرح ان کے ہاتھ میں لاتعداد چوڑیاں ہیں لیکن یہ مورتیاں مادر ارض کا مجسمہ ہیں جنکی تقدیس ستر پوشی اور عریانیت کی قید و بند سے آزاد سمجھی جاتی ہوگی ۔ اس کے علاوہ کانسے کے بالکل عریاں مجسمے ملے ہیں جنکو رقاصاؤں کا مجسمہ کہا گیا ہے اور ہوسکتا ہے کہ قدیم مصر کی رقاصاؤں کی طرح بعض رقصوں میں وادیٔ سندھ کی رقاصائیں رقص کے وقت برہنہ رہتی ہوں ۔ لیکن ان مجسموں کی روشنی میں یہاں کی عورتوں کی نیم عریانیت یا عریانیت کے بارے میں کوئی آخری فیصلہ کرنا مناسب نہیں ہے ۔

عورتوں کے مجسموں اور مہروں پر بنی ہوئی تصویروں کے سر پر پنکھے کی شکل کی ایک پوشش بنی نظر آتی ہے لیکن ابھی تک اس بات کا اندازہ نہیں لگایا جاسکا کہ یہ کس چیز کا بنایا جاتا تھا قیاس ہے کہ سوتی کپڑے کو نشاستہ دیکر کسی سانچے پر منڈھ دیا جاتا ہوگا اسی طرح اکثر مجسموں کے دونوں کانوں کے پاس دو کٹوریاں جیسی لٹکی ہوئی ہیں جو کافی وزنی ہوتی تھیں کیونکہ بعض بعض مجسموں میں ان کو سر سے اٹکا کر ان کی گرانباری کم کی گئی ہے ۔ (پلیٹ نمبر ۱۶ الف) سر والی پنکھے کی شکل کی پوشش ہم کو مضحکہ خیز معلوم

Marfat.com

ہوتی ہے لیکن منگولیا کی چند قومیں آج بھی ایسی پوشش استعمال کرتی ہیں[1] ۔

مرد معمولی کپڑے پہنتے تھے روسا سوزن کاری کئے ہوئے نقش و نگار اور بیل بوٹے بنے ہوئے کپڑے استعمال کرتے تھے ۔ لیکن عام پوشاک کے بارے میں اندازہ لگانا بہت دشوار ہے ۔ کیونکہ بعض مجسمے تو بالکل برہنہ ہیں اور بعض میں ستر پوشی کے لئے ایک پتلی پٹی سی نظر آتی ہے ۔ بعض مجسموں سے یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ ایک سادی یا سوزن کاری کی ہوئی چادر اس طرح اوڑھی جاتی تھی کہ بایاں بازو ڈھانکے ہوئے دائیں ہاتھ کی بغل سے گزر کر پیٹھ کی طرف مڑ جاتی تھی اس طرح سے دایاں بازو بالکل آزاد رہتا تھا ۔ ایک مجسمے میں بالکل ایسی ہی چادر گھٹنے تک لٹکتی دکھائی گئی ہے آج بھی ہندوستان میں پرانی وضع کے لوگ اسی طرح چادر لپیٹتے ہیں اور یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہے کہ یجروید میں اس طرح چادر پہننے کے طریقے کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور اس کو یوپاویتا[2] کہا گیا ہے[3] ۔ اس کے علاوہ مہاتما گوتم بدھ کے پتھروں کے مجسموں میں بھی چادر اسی طرح لپٹی دکھائی گئی ہے ۔

ایک مجسمے میں کمر سے بندھی ہوئی ازار جیسی پوشاک دکھائی گئی ہے ہوسکتا ہے کہ یہ دھوتی ہو جس

---

1 Mackay - The Indus Civilization ; P, 102. 2 Upavita

3 Kohli Sita Ram - The Indus Civilization 1934, P, 17.

Marfat.com

کو لپیٹ کر بنایا گیا ہو۔ اعلیٰ طبقے کے لوگ عام طریقے پر تپتیا ڈیزائن کی شال اوڑھا کرتے تھے لیکن عام لوگ کمر سے اوپر کوئی کپڑا نہ پہنتے تھے صرف جسم کے نچلے حصے کو کسی کپڑے سے ڈھانک لیتے تھے یہ رواج آج بھی ہندوستان کے بہت سے علاقوں میں موجود ہے[1]۔

یہ لوگ سوتی کپڑے کے علاوہ کینوس کی طرح موٹے کپڑے پہننا بھی جانتے تھے کیونکہ اس قسم کے کپڑوں کی رگڑ کے نشانات مہروں پر ملتے ہیں البتہ کتان اور اونی کپڑوں کے استعمال کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ اسی عہد میں ایلام اور سمیر میں کتان کا رواج تھا اور ہوسکتا ہے کہ وادیٔ سندھ کے لوگ اسے درآمد کرتے اور استعمال کرتے ہوں اسی طرح اون کے استعمال کے بارے میں بھی کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ لیکن یہاں کی بھیڑ بکریاں اونی کپڑے کی تیاری کے لئے کافی خام مال فراہم کرتی ہونگی اور وادیٔ سندھ کے لوگوں نے تہذیب کے جو مدارج طے کرلئے تھے اس سے یہ اندازہ لگانا غلط نہ ہوگا کہ شاید وہ اونی کپڑا تیار کرنا بھی جانتے تھے۔

آرائش گیسو

آرائش گیسو کے طریقوں کے بارے میں عورتوں کی بہ نسبت مردوں سے متعلق زیادہ شواہد دریافت ہوئے ہیں

1 Dikshit - Prehistoric Civilization of the Indus Valley : P. 26.

Marfat.com

کیونکہ اوپر بیان کئے ہوئے سروں کی پوششوں کی وجہ سے عورتوں کے بال ڈھکے ہوئے ہیں - البتہ ایک مجسمے میں عورت کے گھنگریالے بال پیچھے کی جانب پڑے ہوئے دکھائے گئے ہیں - اسی طرح ایک اور ٹوٹے ہوئے مجسمے کے بال بھی پیچھے پڑے نظر آتے ہیں -

بعض نسوانی مورتیوں میں بالوں کو چوٹی گوندھ کر پشت کی جانب پھندا ڈال دیا گیا ہے - یہ طریقہ آج کل بھی رائج ہے - کانسے کی رقاصہ کے مجسمے کے بالوں کو یوں آراستہ کیا ہے کہ سامنے کی طرف ایک بل ، کھائی ہو اونچی لہر بن گئی ہے اور باقی بالوں کی چوٹی گوندھ کر دایاں کان چھپاتے ہوئے گردن اور شانے پر ڈال دیا گیا ہے (پلیٹ نمبر ۱۴-الف) عورتیں بالوں میں موباف اور کنگھی اڑستی تھیں -

مردوں کے بال سنوارنے کے طریقے مختلف ہیں - راج پروہت کے بال پٹے نما ہیں ان کی پیشانی کے بیچ سے مانگ نکالی گئی ہے - اور زلفوں کو موباف سے کس کر باندھا گیا ہے - جیسا کہ سمیر میں بھی دستور تھا - ایک مجسمے کے بالوں کے جوڑے کے پیچ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ بالوں کو گوندھ کر چوٹی بنائی جاتی تھی اور پھر اس چوٹی کو لپیٹ کر جوڑا بنایا جاتا تھا مٹی کے چند مجسموں میں بالوں کا جوڑا سر کے اوپر چھلے کی شکل میں بنایا گیا ہے - بالوں کے ایسے چھلے بھی بنائے جاتے تھے جو کانوں

Marfat.com

کو ڈھانپ لیتے تھے ۔ ایک بچے کے مجسمے کے بال گھنگریالے دکھائے گئے ہیں اور ہوسکتا ہے کہ بعض لوگوں کے بال گھنگریالے ہوتے ہوں ۔

وادیٔ سندھ کے لوگوں میں داڑھی ترشوانے کے مختلف طریقے رائج تھے ۔ بعض مجسموں کی داڑھیاں خشخشی دکھائی گئی ہیں بعض کے اوپری لب تراشیدہ ہیں جیسا کہ سمیر میں بھی دستور تھا لیکن ایسے مجسمے بھی ملے ہیں جن کی لبیں تراشیدہ نہیں ہیں ۔ ایک مجسمے کی داڑھی چھوٹی اور باہر کی جانب نکلی ہوئی ہے اسی طرح مٹی کے ایک مجسمے کی داڑھی اندر کی طرف گھومی ہوئی ہے اور مصریوں کی باہر کی طرف نکلی ہوئی مصنوعی داڑھی کے بالکل برعکس ہے ۔ ایک شبیہ کا پورا گلہ صاف ہے البتہ ٹھوڑی کے نیچے کچھ بال چھدرے چھدرے آگے ہوئے ہیں ۔ ان مجسموں میں سب نہیں تو چند تو ضرور دیوتاؤں کے بت ہیں لیکن دوسرے تمام مجسموں سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وادیٔ سندھ کے قدیم لوگوں کی داڑھیاں تراشیدہ اور چھوٹی ہوتی تھیں ۔ اور سمیر کے لوگوں کی طرح لمبی اور نکیلی نہ ہوتی تھیں ۔ شاید وہ مونچھیں بھی رکھتے تھے ۔

زیورات

برصغیر ہند و پاکستان کی کھدائیوں میں مسلسل سے زیورات

Marfat.com

کی دلدادہ رھی ھیں ۔ وادئ سندھ کی خواتین کا خمیر بھی اسی مٹی سے بنا تھا چنانچہ وہ بھی حسن و جمال کی آرایش کیلئے زیورات کثرت سے استعمال کرتی تھیں ۔ ھڑپہ اور موھنجوڈارو میں سونے چاندی کی ملی جلی دھات، تانبا، کانسا، سیپ، گھونگھے، ھاتھی دانت اور کئی قسم کے قیمتی اور نیم قیمتی پتھروں کے بنے ھوئے زیورات دستیاب ھوئے ھیں ۔ یہ زیورات چاندی تانبے یا کانسے کے برتنوں میں رکھے ھوئے پائے گئے ھیں کچھ زیورات متفرق طور پر بھی ملے ھیں ۔ زیورات اکثر و بیشتر مکانوں کے فرش کے نیچے یا دیواروں کے اندر احتیاط سے دفن کئے ھوئے پائے گئے ھیں جس سے معلوم ھوتا ھے کہ ان کے مالکوں نے کسی عارضی خوف کی وجہ سے ان کو اس خیال سے دفن کردیا تھا کہ اطمینان کے وقت نکال لیں گے لیکن شاید وہ وقت نہ آسکا یہانتک کہ ھزاروں سال بعد آثارقدیمہ کے ماھروں نے انکو باھر نکالا ۔

زیورات کی سب سے دلچسپ دریافت رائے بہادر دیارام ساھنی کے نکالے ھوئے چند قیمتی ھار اور منکے ھیں جو چاندی کے ایک برتن میں رکھ کر دفن کئے گئے تھے جن کے قریب ھی کچھ زیورات زمین پر بکھرے ھوئے پائے گئے تھے ۔ اس برتن کو اچھی طرح کپڑے میں لپیٹ کر دفن کیا گیا تھا اور اس کپڑے کا بہت چھوٹا سا ٹکڑا خاک ھوجانے سے بچ گیا تھا ۔ اسی طرح مسٹر ڈیکشٹ کو

Marfat.com

چاندی کے برتن میں بہت خوبصورت ہار سونے اور چاندی کی کچھ چیزیں اور موباف وغیرہ ملے تھے۔ ہڑپہ میں مسٹر وتس کو ایک بیش قیمت ہار چاندی کے ایک ڈبہ میں رکھا ہوا ملا تھا اس ہار میں ہرے اور نیلے نیم قیمتی پتھروں کے منکے اور سونے کے گول دانے ایک ایسی لڑی میں پروئے ہوئے تھے جس کے بیچ میں عقیق اور یشب کے آویزے بھی ڈالے گئے ہیں۔ اس کی بناوٹ بڑی نفیس اور نہایت سبک ہے جو ان لوگوں کے جمالیاتی ذوق کی مظہر ہے اس ہار کے ہمراہ بہت سے کڑے اور انگوٹھیاں بھی ملی ہیں۔

ایک ایسے مکان کے فرش کے نیچے سے جس میں کچی اینٹیں جمع کی گئی تھیں تانبے کی ایک ڈھکنے دار ہانڈی برآمد ہوئی تھی جس میں سونے کی کیاوں کے علاوہ چاندی کے بندے دوسرے زیورات اور عقیق کے منکوں کی دو گردھنیاں ملی تھیں۔ ان گردھنیوں میں چھ چھ لڑیاں ہیں ہر لڑی میں لمبی ڈھولک کی شکل کے سرخ عقیق کے پانچ منکے پروئے گئے ہیں۔ ان منکوں کے دونوں سروں پر کانسے کے بنے ہوئے گول دانے پڑے ہیں ان دانوں کے درمیان کانسے کی ایسی کھڑی پٹیاں پروئی گئی ہیں جن میں چھ چھ سوراخ ہیں اور ہر سوراخ سے لڑیوں کی ڈوریاں گذرتی ہیں۔ اس تین فٹ چار انچ لمبی گردھنی کے دونوں سروں پر کانسے کی D شکل کے کون ہیں جن میں ایک طرف تو چھ سوراخ ہیں اور دوسری

Marfat.com

طرف ایک چنانچہ یہ لڑیاں ان چھ سوراخوں سے گذر کر ایک سوراخ سے باھر آتی ھیں اور آپس میں مل جاتی ھیں ۔ (پلیٹ نمبر ۱۳-الف-۱۰) عقیق کے منکوں کے اوپر اور ان کے سوراخوں میں نہایت صفائی سے پالش کی گئی ھے اور خیال ھے کہ ان میں پتھر یا تانبے کے برموں سے سوراخ کئے گئے ھونگے اور ان کو چمکانے اور پالش کرنے کے لئے سنباذج کا سفوف استعمال کیا گیا ھوگا سستی اور معمولی کردھنیاں بھی ملی ھیں ۔ جن میں عقیق کے بجائے پکائی ھوئی مٹی کے خوبصورت دانے پڑے ھیں لیکن ان کی وضع قطع قیمتی کردھنیوں کی سی ھے ۔

ان کے علاوہ یہاں سے کئی قسم کے ھار بھی ملے ھیں ۔ جن میں سے ایک انوکھی وضع کا خوبصورت ھار قابل ذکر ھے اس ھار میں صرف ایک لڑی ھے جس میں سبز نیم قیمتی پتھر کے ڈھول کی شکل کے منکے پروئے گئے ھیں ۔ ان منکوں کے دونوں طرف ایک ایک گول دانہ پڑا ھے ۔ ان دانوں کے بعد سونے کی چپٹی دو ورقی گول پتیاں ھیں جن کو اس طرح جوڑا گیا ھے کہ ان کے بیچ میں لڑی کی ڈور گذرنے کے لئے نالی رکھی گئی ھے ۔ اس میں عقیق یمنی اور یشب کے سات آویزے پروئے گئے ھیں اور اس طرح یہ پورا ھار بڑا جاذب نظر دکھائی پڑتا ھے ۔ (پلیٹ نمبر ۱۳ - ب - ۷)

دست بند، کنگن اور کڑے بھی کافی تعداد میں دریافت ھوئے ھیں ۔ ان کا بہترین نمونہ چھ لڑیوں والا وہ دست بند

Marfat.com

ہے جس میں سونے کے گول منکے پروئے گئے ہیں - سات سات منکوں کے درمیان سونے کی چھ چپٹی پتیاں لگائی گئی ہیں ہر پتی میں چھ سوراخ ہیں اور ہر سوراخ میں ایک لڑی گذرتی ہے - اس کے دونوں سروں پر D شکل کے کون لگائے گئے ہیں جن میں ایک طرف چھ سوراخ ہیں اور دوسری طرف صرف ایک - یہ لڑیاں ان سوراخوں سے گذر کر ایک دوسرے سے مل جاتی ہیں - (پلیٹ نمبر ۱۳-ب-۳۰) ایسے سادے اور خوبصورت دست بند موہنجوداڑو میں کئی مقامات پر ملے ہیں -

وادیٔ سندھ کے قدیم باشندے بال باندھنے کے لئے موباف استعمال کرتے تھے یہ موباف عام طور پر نصف انچ چوڑی سونے چاندی اور دوسری دھاتوں کی بنی ہوئی پتلی پٹیاں ہوتی تھیں جن کی وضع سیدھی مخروطی یا محراب دار ہوتی تھی (پلیٹ نمبر ۱۵ - ۳) بعض بعض موباف ۱۶ انچ تک لمبے ہوتے تھے اور ان کے کناروں پر سوراخ ہوتے تھے - جن میں دھاگا ڈال کر ان کو سروں کے گرد باندھا جاتا تھا بعض موباف پر کسی نوکیلی چیز سے نقطے ڈالکر نقاشی کی گئی ہے - سمیر میں بھی ایسے موباف کثرت سے مستعمل تھے - پیشانی پر نوکیلے قسم کا جھومر استعمال کیا جاتا تھا - ایسے جھومر ماروا‌ڑی عورتیں آجکل بھی پہنتی ہیں - کانوں میں بالیاں پہننے کے رواج کا اندازہ مجسموں پر بنی ہوئی نقاشی سے لگایا گیا ہے - لیکن بالیاں شاذ و نادر ہی دریافت ہوئی ہیں - سونے

Marfat.com

کی بنی ہوئی دندانے دار چند ایسی ٹکیاں ملی ہیں جن کے پیچھے کیل جڑی ہوئی ہے لیکن یہ ناک کی کیل کی بہ نسبت کانوں کے ٹاپس سے زیادہ مشابہ ہیں۔

ہاتھوں میں کنگن اور دست بند کے علاوہ چوڑیاں پہننے کا عام رواج تھا یہ چوڑیاں سونے چاندی، تانبے، کانسے ہاتھی دانت اور مٹی کی بنی ہوئی ہوتی تھیں سونے اور چاندی کی چند پولی اور کھوکھلی چوڑیاں بھی دریافت ہوئی ہیں۔ غریب عورتیں مٹی کی چوڑیاں پہنتی تھیں۔ جو نہایت نفاست سے بنائی جاتی تھیں۔ بعض چوڑیوں پر تصویری نقاشی بھی کی گئی ہے۔ رقاصہ کے مجسمے کے بائیں ہاتھ میں کلائی سے بغل تک چوڑیاں ہی چوڑیاں نظر آتی ہیں سندھ اور گجرات (ہندوستان) میں آج بھی پورے ہاتھوں میں چوڑیاں پہنی جاتی ہیں۔ خیال ہے کہ رقاصہ کے ہاتھ کی چوڑیاں یا تو ہاتھی دانت کی تھیں یا سنکھ کی کیونکہ اگر یہ کسی دھات یا مٹی کی بنی ہوئی ہوتیں تو ان کے بوجھ کی وجہ سے ہاتھ اٹھانا بھی مشکل ہوجاتا۔ شیشے کی چوڑیاں موہنجوداڑو میں دریافت نہیں ہوئی ہیں اور نہ ہی شیشے کی کوئی دوسری چیز ملی ہے۔

انگلیوں کی زیبائش انگوٹھیوں اور چھلوں سے کی جاتی تھی ان انگوٹھیوں میں بعض بالکل سادہ گول یا چپٹے تار کے چھلوں جیسی ہیں۔ بعض ایک ہی تار کو کئی بار

Marfat.com

چھلوں کی شکل میں موڑ کر بنائی گئی ہیں ۔ اس طرز پر بنے ہوئے چھلوں میں سات سات پھیر ہیں ۔ عام طور پر انگوٹھیاں تانبے یا کانسے کی بنائی جاتی تھیں ۔ چاندی کی صرف ایک انگوٹھی ملی ہے جس میں ایک چپٹے تار کے اوپر نگ رکھنے کی جگہ چپٹے چوکور ماتھے پر ایک دوسرے کو کاٹتے ہوئے خطوط کھینچے گئے ہیں ۔

پیروں میں کڑے پہننے کا رواج تھا ۔ مٹی کے چند مجسموں کے پیروں میں کڑے پائے گئے ہیں ۔ کانسے کے ایک مجسمے کے پیروں میں بالکل اسی قسم کا کڑا پڑا ہے جیسا کہ آج بھی شملہ (ہندوستان) کی پہاڑی عورتیں پہنتی ہیں ۔ اسی قسم کے کڑے کریٹ میں بھی پہنے جاتے تھے ۔

بالوں میں کنگھا لگایا جاتا تھا ۔ ایک دھرے دندانے والا ہاتھی دانت کا بنا ہوا کنگھا جسکے دونوں طرف گول دائروں کی نقاشی کی گئی ہے ایک نوجوان خاتون کے کاسہ کے قریب ملا تھا ۔ ایک اور V شکل کا کنگھا بھی دریافت ہوا ہے (پلیٹ نمبر ۱۵ - ۲) ۔ ہاتھی دانت کی بنی ہوئی ایک خوبصورت کنگھی بھی ملی ہے جس میں موجودہ کنگھیوں کی طرح دونوں طرف دندانے ہیں (پلیٹ نمبر ۱۵ - ۱) ۔

تانبے کانسے اور چینی کے گول بٹن بھی دریافت

Marfat.com

ہوئے ہیں ۔ یہ شکل و صورت میں عام طور پر مالٹا ، پرتگال اور جنوبی فرانس کے بٹنوں سے مشابہ ہیں جو وضع میں سادہ ہیں اور ان کے پشت کی جانب تاگا پرونے کیلئے دو سوراخ بنائے گئے ہیں۔ کانسے کے بٹن گھنڈی نما ہیں اور ان میں اوپری جانب دو سوراخ ہیں ۔

سنگھار

وادیٔ سندھ کی عورتیں سنگھار کی دلدارہ اور مشاق تھیں اور افزائش حسن کے لئے سرمہ اور غازہ استعمال کرتی تھیں۔ چنانچہ سرمہ دانیاں اور سلائیاں کثیر تعداد میں پائی گئی ہیں ان کی اس کثرت سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ غالباً مرد اور عورتیں دونوں سرمہ لگاتے تھے ۔ آجکل بھی سندھ میں سرمہ عام طریقہ پر استعمال کیا جاتا ہے۔ اس سرمے کے علاوہ گھونگھے اور سیپ کی ڈبیوں میں سرخ رنگ کا سفوف بھی ملا ہے جو غالباً غازے کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ ایسی ہی ڈبیوں میں اسی قسم کا غازہ کش اور آر کے مقبروں سے بھی دریافت ہوا ہے۔

ہڑپہ اور موہنجودارو میں سیسے کا کار بونیٹ بھی ملا ہے جو شاید چہرے کو سفید کرنے کیلئے استعمال کیا

Marfat.com

جاتا ہوگا - اس کے علاوہ تزیئن کے لئے شنگرف بھی مستعمل تھا - ایک قسم کا ایسا سبز مادہ بھی دریافت ہوا ہے جسکے بارے میں مسٹر میکی کا خیال ہے کہ وہ شاید کاجل کی طرح استعمال کیا جاتا ہو جیسا کہ مصر میں ملاکیٹ[1] مستعمل تھا[2] - تانبے کے گول آئینے بھی ملے ہیں جنکے کنارے جلا محفوظ رکھنے کے لئے ابھرے رکھے جاتے تھے - پیروں کو صاف کرنے کے لئے مٹی کے جھانوے استعمال کئے جاتے تھے -

کھلونے

وادئ سندھ کے قدیم بچے اسلئے موجودہ بچوں کی طرح کھلونوں کے معاملے میں خوش قسمت تھے - یہاں لاتعداد کھلونے ملے ہیں جن سے یہ بھی اندازہ لگتا ہے کہ اس عہد کے والدین اپنے بچوں کی دلچسپی اور انکے کھیل کود پر کتنی توجہ دیتے تھے یہاں مٹی، سیپ، پتھر اور ہاتھی دانت کے ہر قسم کے کھلونے بنائے گئے ہیں جو اس صنعت کی ترقی کے مظہر ہیں (پلیٹ نمبر ۱۶-۱۷) خیال ہے کہ لکڑی کے کھلونے بھی بنائے جاتے ہونگے جو تلف ہو گئے البتہ مٹی کی بنی ہوئی چھوٹی چھوٹی

---

1 ایک سبز رنگ کی معدنی شے جو تانبے کے کاربونیٹ سے مرکب ہے -

2 Mackay: The Indus Civilization; Pp. 119-120.

Marfat.com

گاڑیاں بکثرت ملی ھیں جو وضع قطع میں ان بیل گاڑیوں سے ملتی جلتی ھیں جو آجکل بھی شمالی سندھ کے دیہاتوں میں سڑکوں پر چلتی نظر آتی ھیں - (پلیٹ نمبر ۱۷-۱ و ۳) ان سے یہ اندازہ بھی ھوتا ھے کہ موھنجودارو کے لوگ مسافرت اور باربرداری کے لئے بیل گاڑیاں استعمال کرتے تھے - چند گاڑیوں کے ساتھ ساتھ مٹی کے بنے ھوئے بیل بھی ملے ھیں - یہاں ایسے رتھ دریافت نہیں ھوئے ھیں جو عام طریقہ پر میدان جنگ میں کام آتے تھے -

کھلونوں میں وہ جھنجھنے خاص طور پر دلچسپ ھیں جو گیند کی طرح گول اور اندر سے کھوکھلے ھیں انکے اندر چھوٹی چھوٹی کنکریاں پڑی ھوئی ھیں جنکے ھلنے سے آواز پیدا ھوتی ھے یہ کھلونے بچوں کیلئے بڑی دلچسپی کا باعث ھوں گے - ایسی چڑیاں بھی ملی ھیں جو کھوکھلی ھیں جنکی دم کے پاس ایک سوراخ ھے - یہ بچوں کی سیٹیاں تھیں - انکی دم کے سوراخ میں پھونکنے پر آواز پیدا ھوتی ھے - اسکے علاوہ اور کئی قسم کی بنی ھوئی چڑیاں ملی ھیں ایک چڑیا چونچ کھولے ھوئے دکھائی گئی ھے گویا چوں چوں کر رھی ھے - ھڑپہ اور موھنجودارو میں چڑیوں کے پنجرے بھی ملے ھیں - جن سے یہ اندازہ ھوتا ھے کہ چڑیاں پالی بھی جاتی تھیں -

ایک پنجرے کی کھڑکی سے ایک چڑیا باھر نکلتی

Marfat.com

ہوئی دکھائی گئی[1] - بانس پر چڑھتے ہوئے بندر، یا کسی دوسرے جانور کے بھی بہت سے نمونے ملے ہیں - انکے علاوہ چھوٹے سینگوں والے بیل گینڈے، بھینس، شیر سور، بندر، کتا، خرگوش، بکری، آبی جانوروں میں مچھلی مگر مچھ اور کچھوا پرندوں میں مرغی، طوطے اور فاختہ کے بھی چھوٹے چھوٹے مجسمے دریافت ہوئے ہیں - ترازو کے چند چھوٹے چھوٹے پلڑے بھی دریافت ہوئے ہیں جن میں ڈوریاں ڈالنے کے سوراخ بھی ہیں - پلڑے بہت بھدے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بچوں نے بنائے ہیں - اسی طرح گھروں میں برتنے والے برتنوں کی وضع کے چھوٹے چھوٹے مٹی کے کھلونے بھی پائے گئے ہیں اور ان میں سے بعض بعض پر تو بچوں کی ننھی ننھی انگلیوں کے نشان بھی ہیں - عہد طفولیت کی معصوم مشغولیت کے یہ نشان کتنے دلچسپ ہیں!

اعلیٰ قسم کے بنے ہوئے کھلونوں میں ایسی قسم کے جانور ہیں جنکے سر دھڑ سے الگ بنائے گئے ہیں - (پلیٹ نمبر ۱۷ - ۲) یہ سر کھو کھلی گردن میں اٹک کر

---

۱ اکثر ماہرین آثار نے اس کو چڑیوں کا پنجرا کہا ہے - لیکن یہ قیاس زیادہ صحیح نہیں کیونکہ ان کی جسامت اتنی چھوٹی ہے کہ ان میں چڑیا سما نہیں سکتی - چند محققین کا خیال ہے کہ یہ مٹی کے گول قندیل ہیں جن سے روشنی چھن چھن کر باہر آتی ہو گی اور بلبل والی شبیہ دراصل کیڑا ہے جو روشنی کی کشش سے قندیل کے پاس آیا ہے

Marfat.com

کے ذریعہ پھنسائے جاتے تھے اور کوھان میں ایک سوراخ کر کے اس کے اندر سے ایک ایک ڈور گذار کر ان سروں میں باندھ دی جاتی تھی ۔ اسطرح ڈور کھینچنے پر یہ سر ہلتے تھے اسی طرح بندر کی ھمشکل ایک جانور ملا ہے جسکے ہاتھ ہلتے ھیں ۔ ایسے کھلونے بھی ملے ھیں جنمیں اس حکمت سے سوراخ کئے گئے ھیں کہ ان میں تاگا ڈال کر حسب دلخواہ رفتار سے اوپر نیچے دوڑایا جاسکتا ہے ۔ لیکن بدقسمتی سے لڑکیوں کا محبوب ترین کھلونا یعنی گڑیا کہیں نہیں ملی ۔ یہ کپڑے یا لکڑی کی بنائی جاتی تھی اس لئے امتداد زمانہ سے تلف ہو گئی ہو گی ۔

تفریح

پانسہ — بر صغیر ھند و پاکستان کی ابتدائی تاریخ میں پانسہ کو بڑا دخل رھا ہے ۔ اسی کی بدولت یدھسٹر راج پاٹ دھن دولت حتیٰ کہ اپنی رانی درو پدی تک سے ھاتھ دھو بیٹھا اسی طرح راجہ نل کا قصہ بھی زبان زد خاص و عام ہے اور آج بھی پانسہ اور کوڑیاں کھیلنے والے راجہ نل کی دھائی دیتے ھیں ۔ رگ وید میں بھی اس کھیل کا کئی مقامات پر ذکر ہے لیکن یہ کھیل اس عہد سے بھی بہت قدیم ہے اور وادیٔ سندھ کے لوگوں کا محبوب ترین مشغلہ تھا ۔ وادیٔ سندھ کے پانسے مٹی اور پتھر کے بنے ھیں

Marfat.com

ان کی چھ سمتوں میں مختلف تعداد میں گول نشان بنے ہیں۔ یہ نشان ایک سے چھ تک ہیں اور اس طرح بنائے گئے ہیں کہ ایک کے بالمقابل دو ہے تین کے بالمقابل چار اور پانچ کے مقابل چھ ۔ اس قسم کا مٹی کا بنا ہوا ایک پانسہ موصل کے قریب ٹیپ گوارا کی چوتھی تہ سے ملا ہے جو تقریباً ۲۳۰۰ سال قبل مسیح کا بنا ہوا ہے[1]۔ بعض پانسوں کے کونے گھسے ہوئے ہیں غالباً انکو کسی نرم چیز پر پھینکا جاتا ہوگا ۔ بعض چوکور پانسوں میں جو عام طور پر ہاتھی دانت کے بنائے گئے ہیں تین سمتوں میں تو ایک دو اور تین نشانات ہیں اور چوتھی سمت میں لمبے لمبے خطوط کھینچے گئے ہیں۔ کچھ پانسوں کے ہر جانب مختلف تصویری تحریر ہے جو ابھی تک پڑھی نہیں جا سکتی۔ ایسے لنده پانسے بھی دریافت ہوئے جنہیں نجوسی قسمت کا حال بتانے میں استعمال کرتے ہیں۔ (پلیٹ نمبر-۱۱-۱)

موجودہ شطرنج کے پیادوں کی طرح سنگ پتھر اور یشب کے لاتعداد مہرے ملے ہیں انمیں سے بعض بہت خوبصورت ہیں۔ یہ جسامت میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں لیکن یہ بات یقینی طور سے نہیں کہی جا سکتی کہ واقعی شطرنج کے مہرے ہی ہوں گے (پلیٹ نمبر ۱۵ - ۲) -

1 Wheeler - The Indus Civilization; P, 69.

Marfat.com

موھنجودارو سے ایک ایسی اینٹ بھی دریافت ہوئی ھے جس پر چار چوکور خانوں کی تین قطاریں کھدی ہوئی ھیں ان میں سے ایک خانہ میں متوازی الاضلاع اور اسکے وتر ایک دوسرے کو کاٹتے ہوئے بنائے گئے ھیں - گویا اس کی شکل 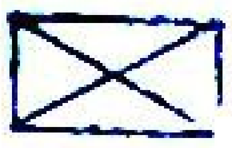 کی طرح کی ھے - خیال کیا گیا ھے کہ یہ چوسر کی بساط کا ایک ٹکڑا ھے - اس اینٹ کے ساتھ ھی اس قسم کی اور اینٹیں ھونگی جس سے تین خانوں کی دس قطاریں ھونگی اور ان پر مصریوں کی طرح دسی[1] کھیلی جاتی تھی اور اگر یہ فرض کیا جائے کہ اس میں چھبیس خانے تھے جو اس طرح بنائے گئے ھوں گے کہ ایک طرف تین قطاروں میں بارہ خانے دوسری طرف دو قطاروں میں بارہ خانے اور ان دونوں کے بیچ میں دو خانے ھوں تو یہ سر وولی[2] کی آر سے دریافت کی ہوئی سمیری بساط سے مماثلت رکھتی ھوگی - یہ اینٹ ایک فرش سے دستیاب ہوئی ھے اور یہ کھیل فرش پر بیٹھ کر ھی کھیلے جاتے ھیں - اسی طرح کی اور بھی اینٹیں ملی ھیں اور یہ قیاس صداقت پر مبنی معلوم ھوتا ھے کہ چوسر اور سربگھی کے قسم کے کھیل یہاں کھیلے جاتے ھوں گے - البتہ ان کا نام کچھ اور رہا ھوگا - اور کھیلنے کے طریقے بھی مختلف ھوں گے - یہاں مٹی اور پتھر کی بہت سی گولیاں بھی ملی ھیں -

---

1 Sent.

2 Sir Leonard Wooley.

Marfat.com

ایک مہر پر دو پرندے ایک دوسرے پر جھپٹتے دکھائے گئے ہیں۔ جس سے یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ پرندے بازی بھی یہاں کا محبوب مشغلہ تھا اور جس طرح آج کل بلبل، مرغ، تیتر اور بٹیریں لڑائی جاتی ہیں اسی طرح وادیٔ سندھ کے لوگ بھی پالیاں بدلتے ہوں گے۔ بیلوں کی لڑائی ہوتی ہوگی۔ مرغ لڑتے ہوں گے بہرحال یہ تفریحیں نئی نہیں ان کا وجود کریٹ کی پرانی تہذیب میں بھی ملتا ہے۔

شکار

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے وادیٔ سندھ کے لوگ گوشت خور تھے وہ پالتوں جانوروں کے علاوہ جنگلی جانوروں کو شکار کر کے بھی گوشت فراہم کرتے تھے۔ ایک مہر پر دو آدمیوں کو تیر کے ذریعہ ہرن کا شکار کرتے دکھایا گیا ہے (پلیٹ نمبر ۲۲-۳) دوسری مہر پر جنگلی بکری کو ہدف بنایا گیا ہے۔ اسی طرح موہنجوداڑو کے ایک مقام سے بہت سے تیر ملے ہیں جن کو شکار میں استعمال کیا جاتا ہوگا۔ یہاں کی تصویری تحریر میں بھی تیر کمان کے نشان ملتے ہیں ان کے علاوہ مٹی کی پختہ گولیاں یا غلے بھی ملے ہیں جن سے کمان کی شکل کی غلیل کے ذریعہ چڑیوں کا شکار کیا جاتا تھا۔ چوہوں کے پکڑنے

Marfat.com

کے لئے مٹی کے پھندے یا چوہے دان استعمال کئے جاتے تھے - اس قسم کے چوہے دان موہنجوداڑو میں دریافت ہوئے ہیں - مچھلی پکڑنے کے سیکڑوں کانٹے اور جال کے ڈبونے کے لئے استعمال کی جانے والی گولیوں کی دریافت اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ یہاں مچھلی کے شکار کا بھی عام رواج تھا - مٹی کے بنے ہوئے چند ایسے کتے بھی ملے ہیں جو شباہت میں شکاری کتوں سے ملتے ہیں - ہو سکتا ہے کہ یہ کتے جانوروں کے شکار میں استعمال کئے جاتے ہوں -

پالتو جانور

وادیٔ سندھ کے باشندے جانوروں کے گوشت ہی کے شائق نہ تھے بلکہ وہ جانوروں کو پالتے بھی تھے ان پالتو جانوروں کی اقسام کچھ کم نہ تھیں - چنانچہ کھدائی میں کوہان والے بیل یا سانڈ، بھینسا، بھیڑ، ہاتھی، سور اور مرغ کے ڈھانچے اور ہڈیاں دستیاب ہوئی ہیں - پالتو جانوروں کے بارے میں بچوں کے کھلونے اور مہروں پر نقش کی ہوئی تصویریں بھی ہماری رہنمائی کرتی ہیں - ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ لوگ بھینسے، بندر، کتا، بلی، طوطا، سور اور مرغ سے اچھی طرح واقف تھے - گدھے

Marfat.com

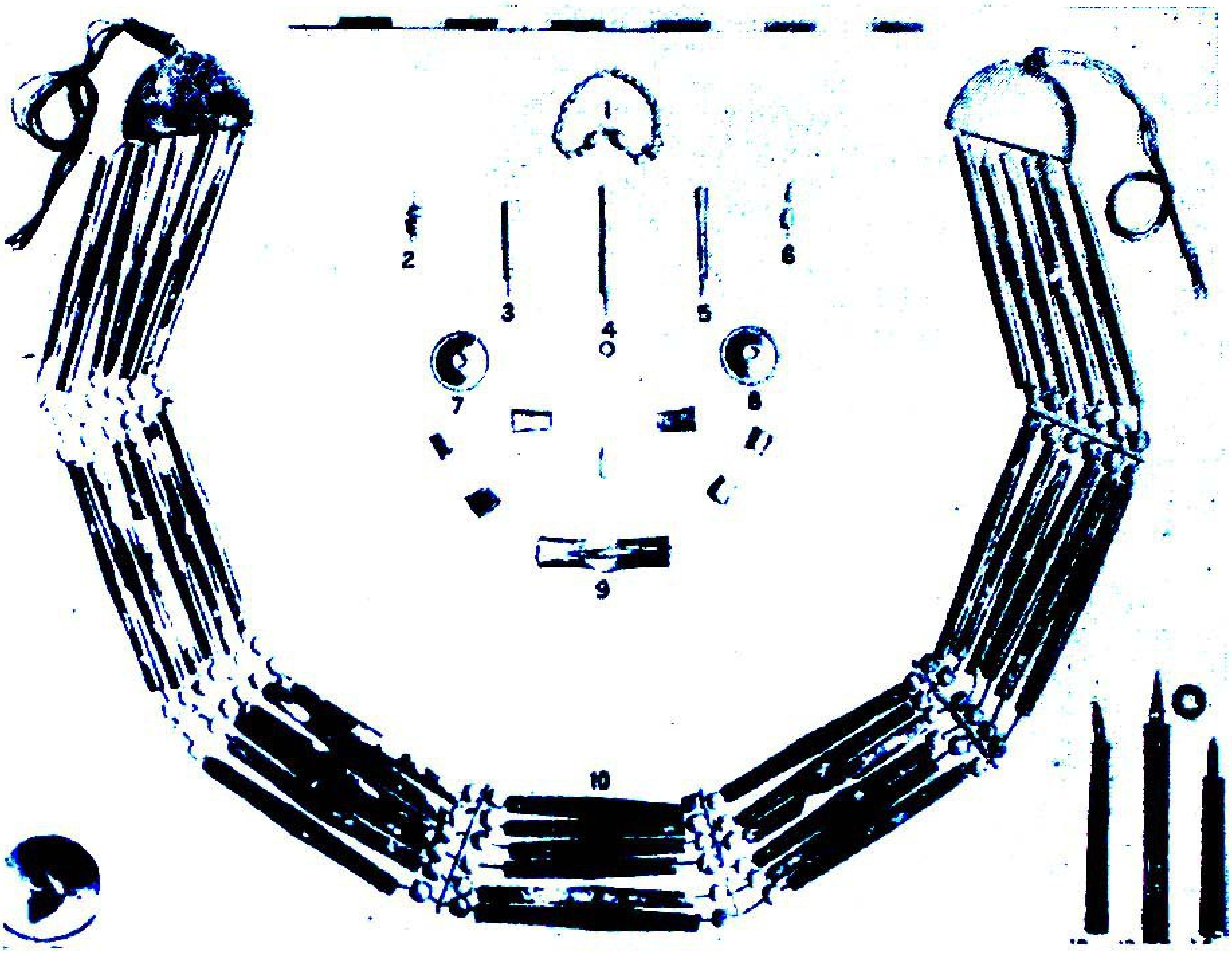

پلیٹ نمبر ۱۳ - الف - زیورات

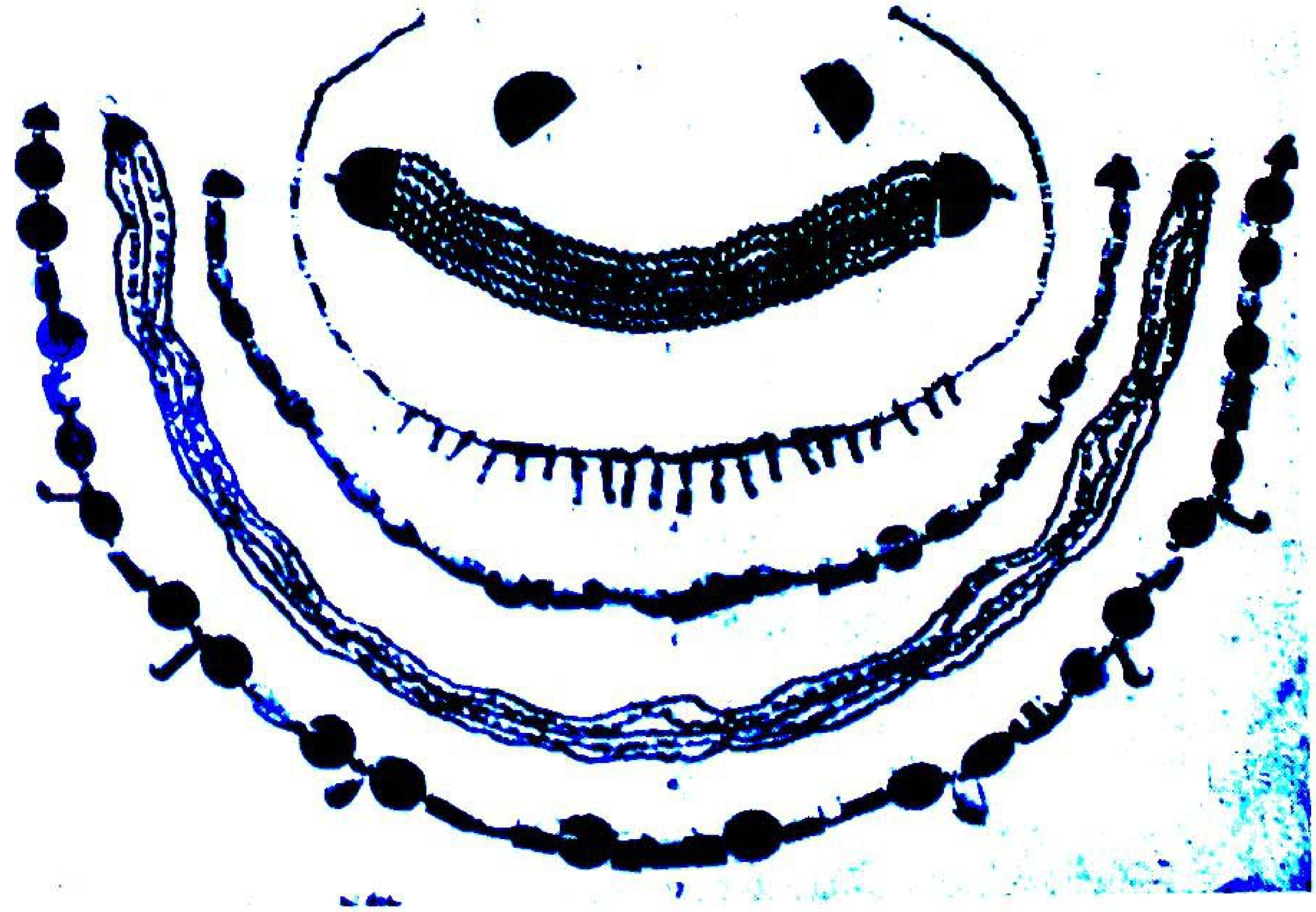

پلیٹ نمبر ۱۳ - ب - زیورات

Marfat.com

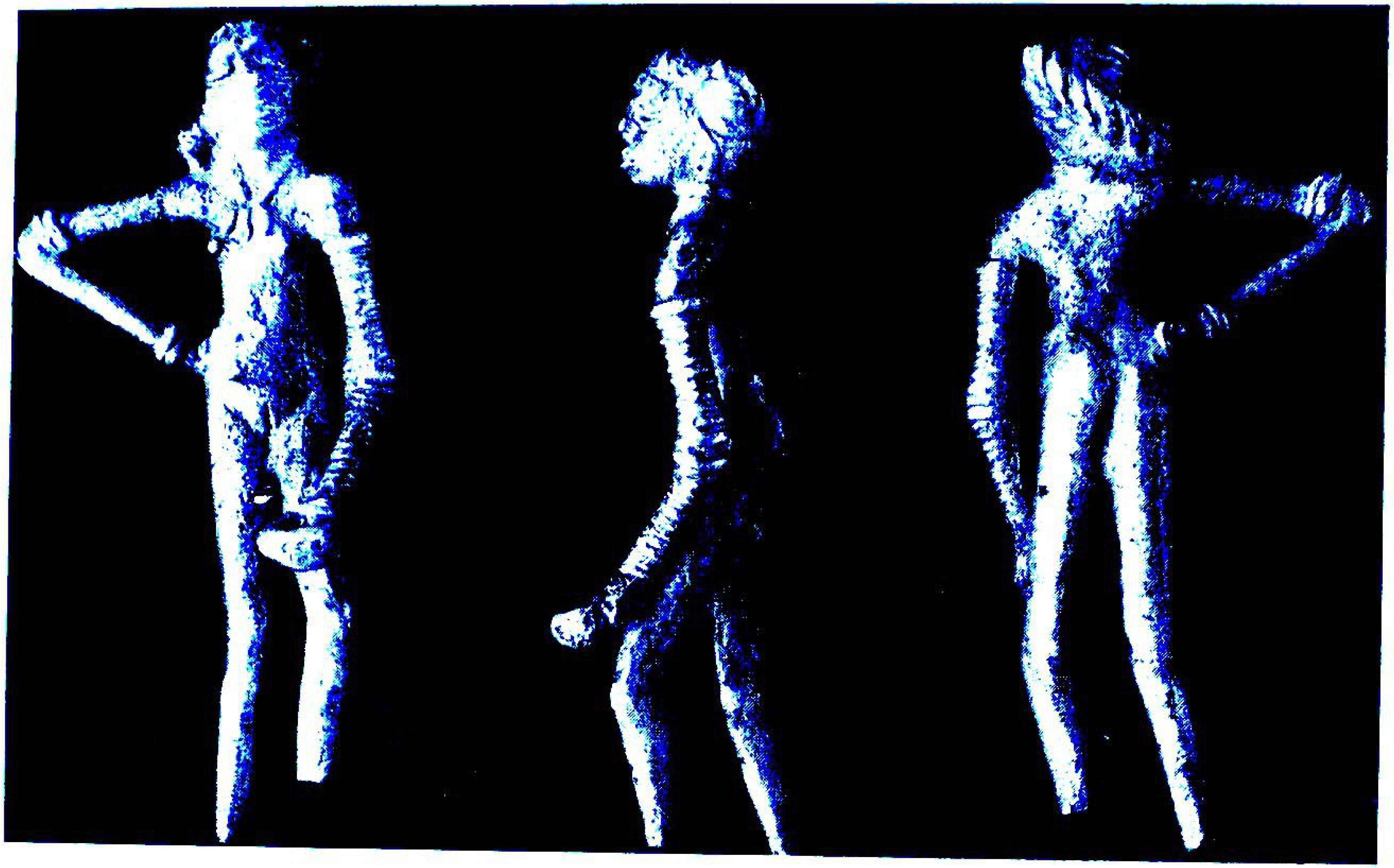

پلیٹ نمبر ۱۳ - الف - موہنجودارو - رقاصہ کا کانسے کا بنا ہوا مجسمہ

Marfat.com

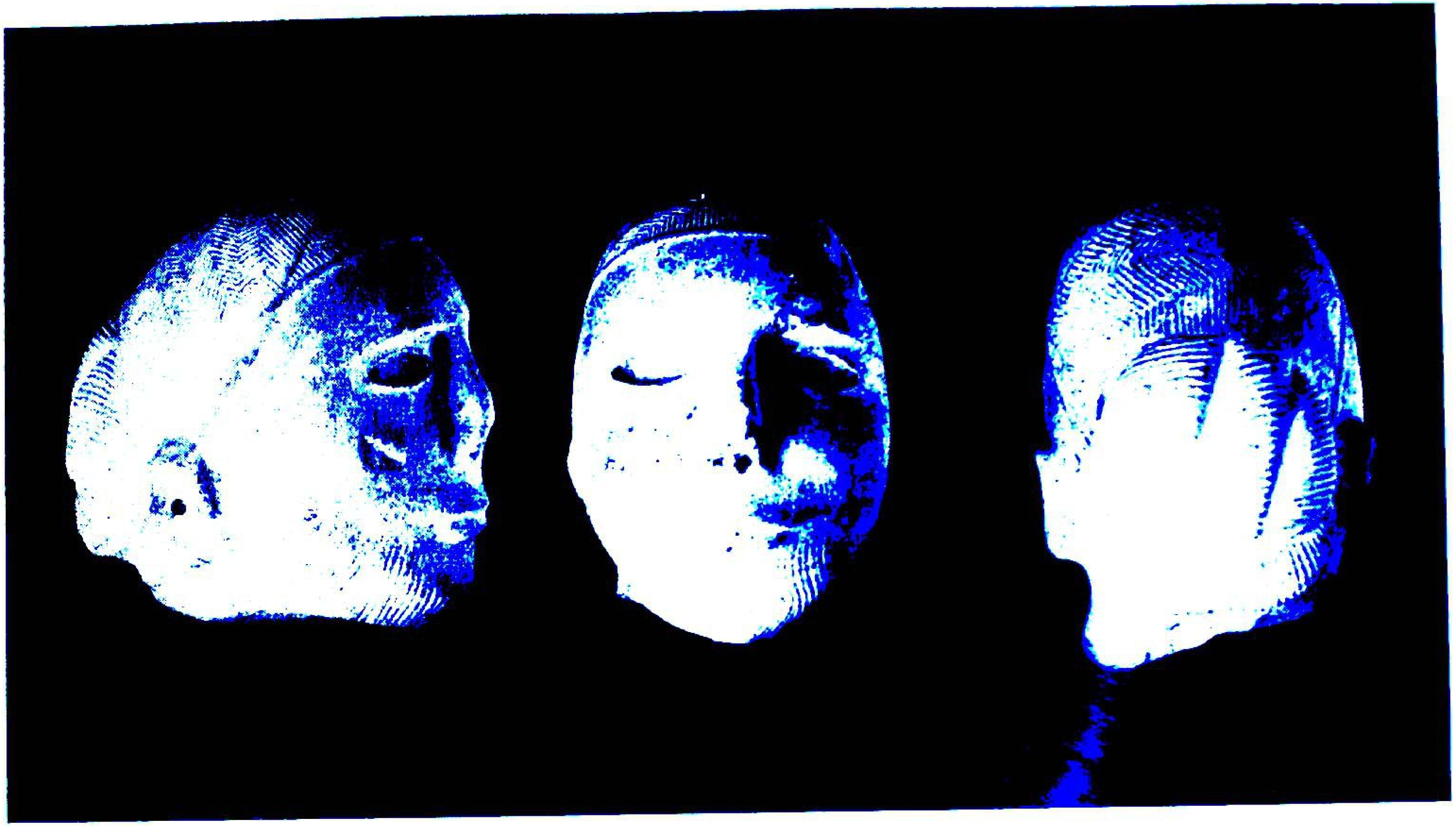

پلیٹ نمبر ۱۲ - ب - پتھر کے بنے ہوئے مجسمے کا سر

Marfat.com

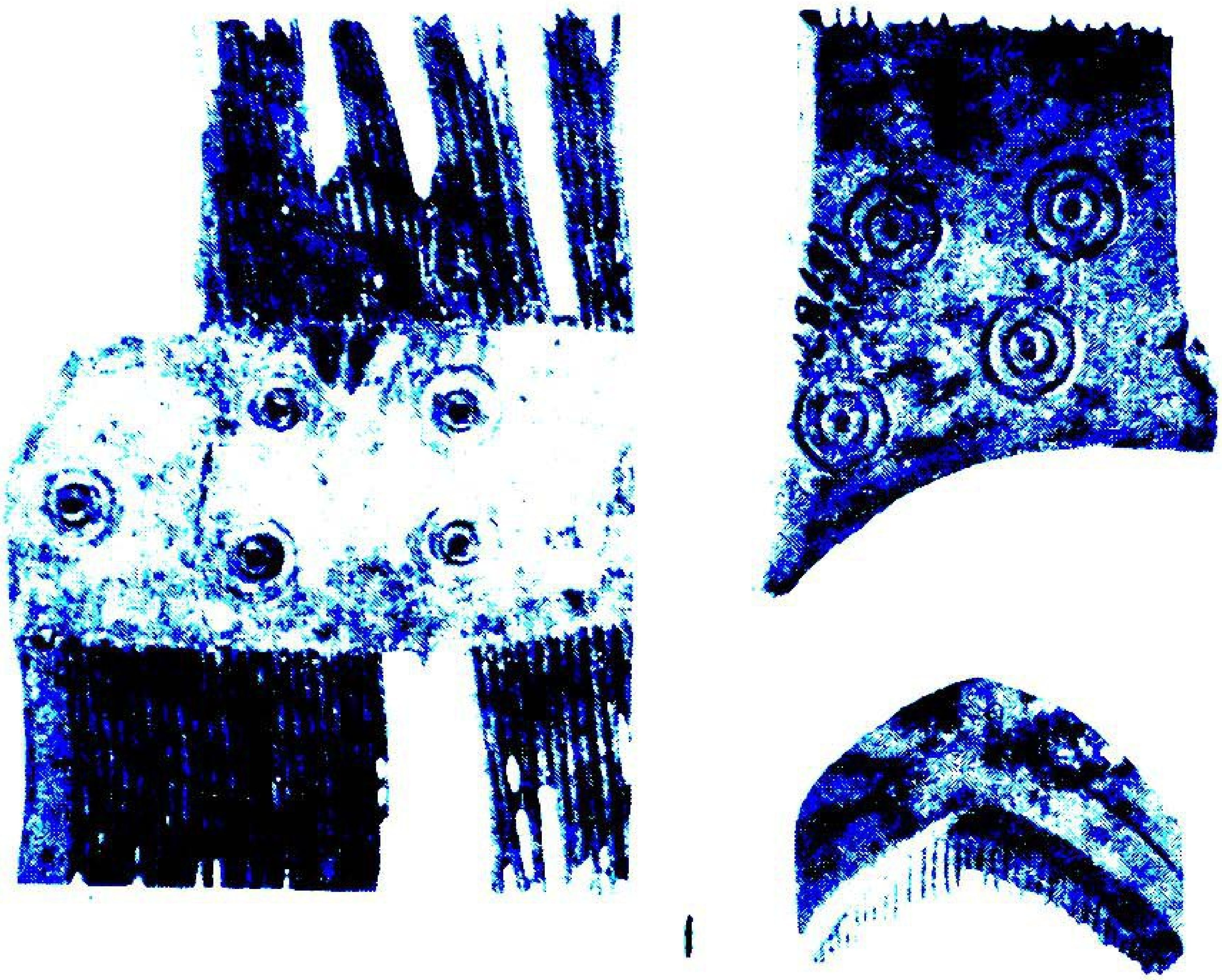

۱

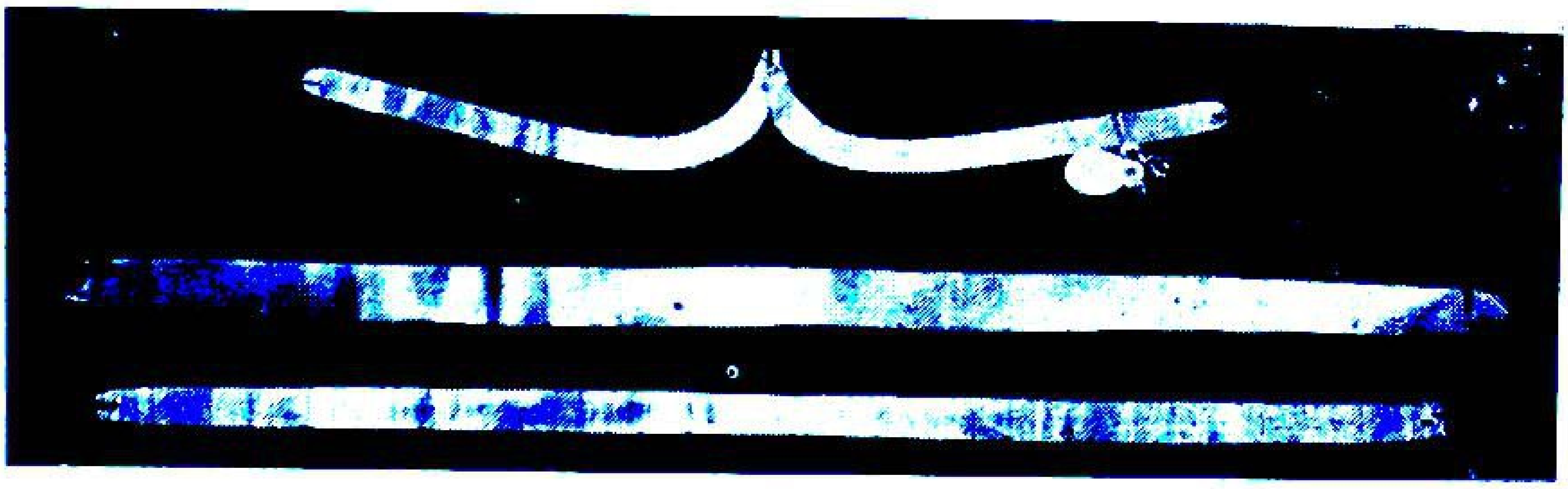

۲

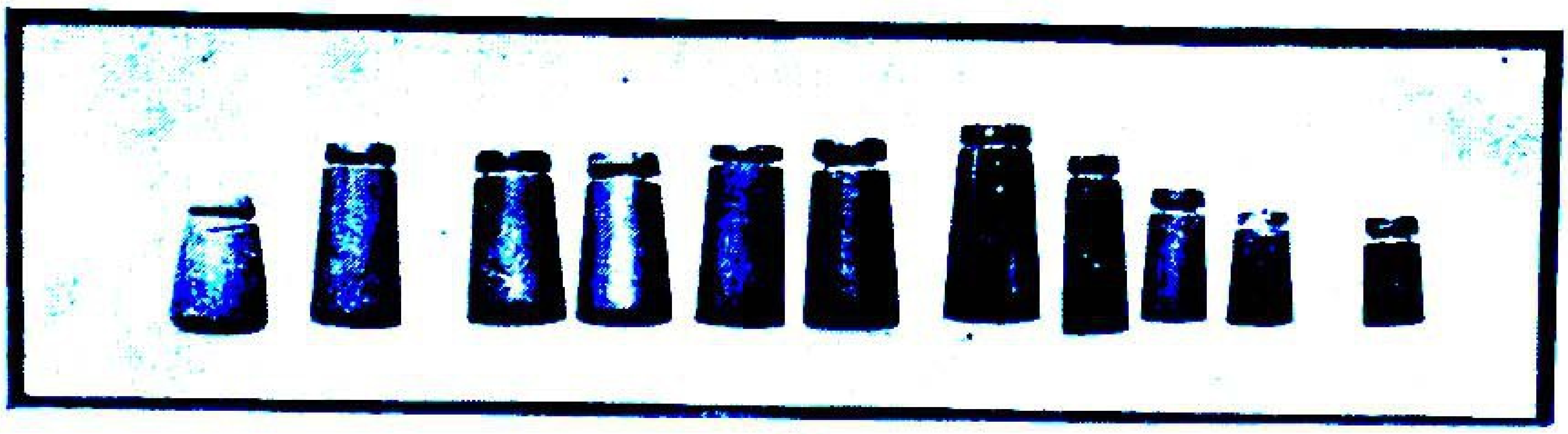

۳

پلیٹ نمبر ۱۵ - (۱) کنگھیاں (۲) موباف (۳) شطرنج کے مہرے

Marfat.com

پلیٹ نمبر ۱۶ - کھلونے

Marfat.com

۱

۲

۳

پلیٹ نمبر ۱۷ - (۱) مٹی کی بیل گاڑیاں (۲) سر ہلانے والے کھلونے
(۳) بیل گاڑیاں

Marfat.com

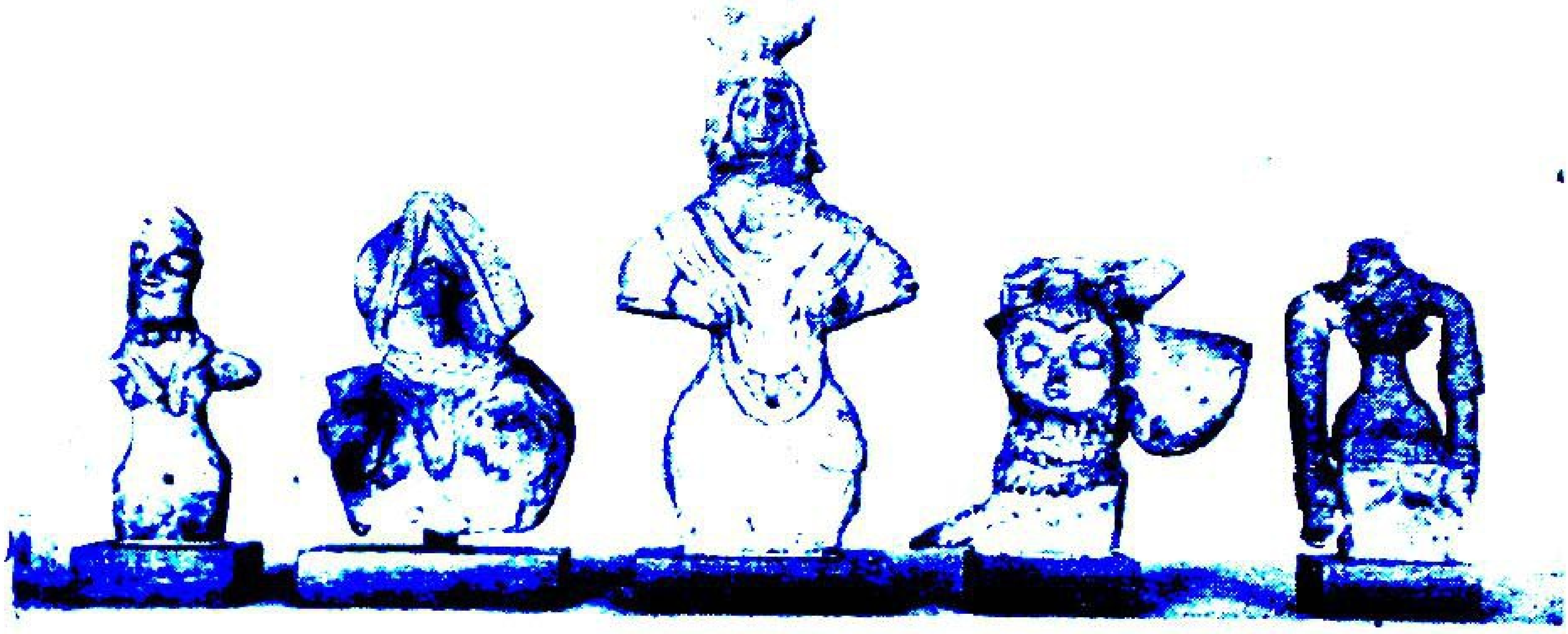

پلیٹ نمبر ۱۸ - الف - ماتا کے مجسمے

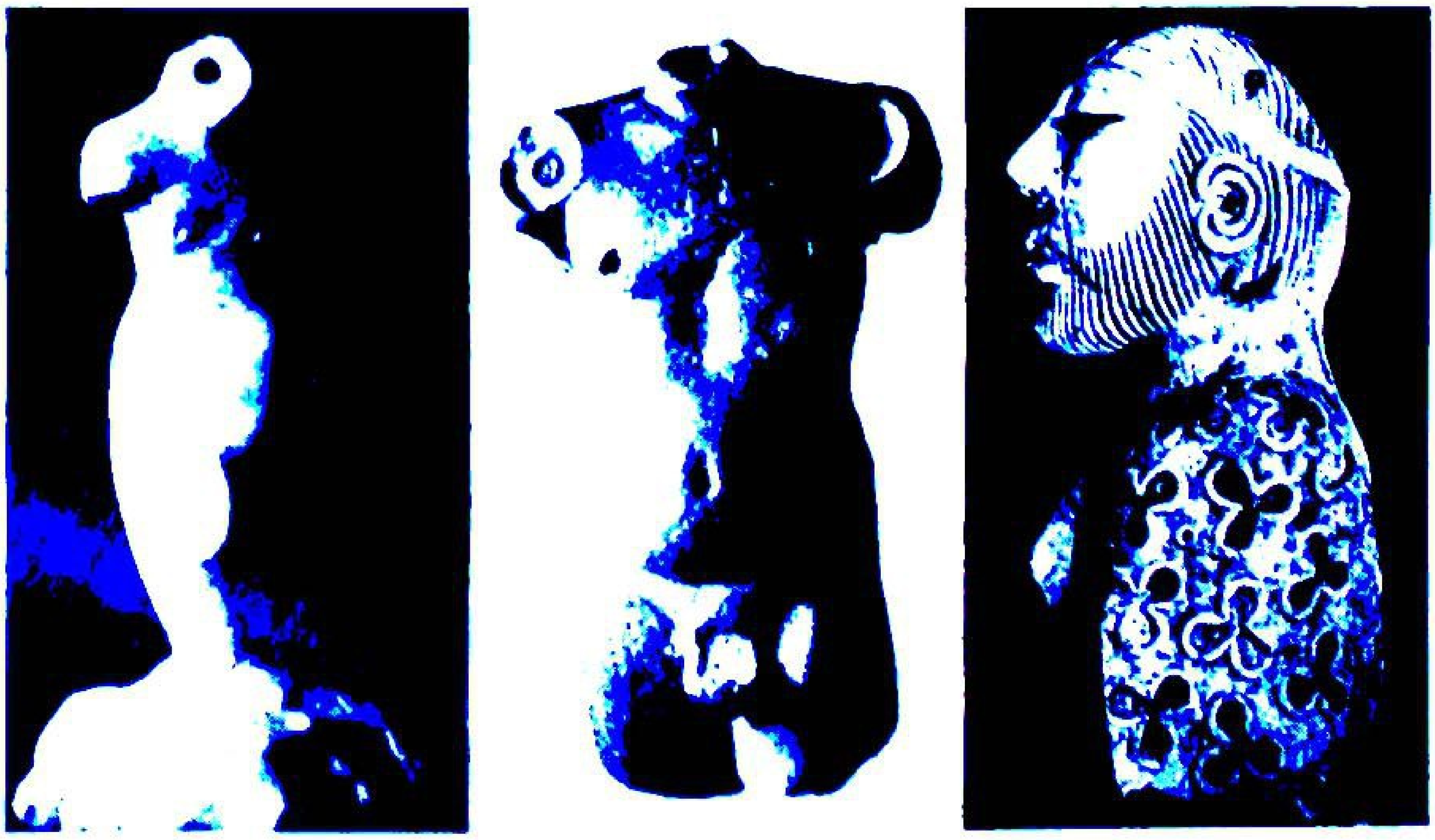

پلیٹ نمبر ۱۸ - ب - (۱) موھنجودارو - پروھت (۲) ھڑپہ - مجسمہ
(۳) ھڑپہ - رقاص کا مجسمہ

Marfat.com

Marfat.com

کی موجودگی کا کوئی ٹھوس ثبوت نہیں ملتا اور محقیقین میں اس بارے میں کافی اختلاف ہے کہ آیا وادیٔ سندھ کے لوگ گھوڑے سے بھی واقف تھے۔

وادیٔ سندھ میں سانڈوں کے ڈھانچے بڑی کثرت سے ملے ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس قسم کے بیلوں کی نسل لینے کا اچھا انتظام تھا (پلیٹ نمبر ۹)۔ یہ بیل سندھ، شمالی گجرات اور راجپوتانہ کے موجودہ شاندار بیلوں سے کلی طور پر مشابہ تو نہیں البتہ ان چھوٹے کوھان والے بیلوں سے بالکل مختلف ہیں جو آجکل وسط ہند اور دکن میں عام طور سے پائے جاتے ہیں ان کے علاوہ سندھ اور بلوچستان میں بغیر کوھان اور چھوٹی سینگوں والے بیل بھی ہوتے تھے۔

اس سلسلے کی سب سے دلچسپ دریافت ایک ایسی پختہ اینٹ ہے جس پر ایک کتے اور بلی کے پیروں کے نشان بنے ہیں۔ قیاس ہے کہ یہ نشان اسوقت پڑے ہوں گے جب گیلی مٹی کی اینٹیں سوکھنے کے لئے دھوپ میں رکھی گئی ہوں گی کسی کتے نے بلی کا پیچھا کیا ہوگا اور بلی ان اینٹوں کے اوپر سے بھاگی ہوگی کتا بڑی تیزی سے اس کے پیچھے دوڑا ہوگا۔ یہ نشان کافی گہرے ہیں اور اس طرح سے بنے ہیں کہ تیز دوڑنے کے علاوہ کسی اور طرح نہیں

Marfat.com

پڑ سکتے ۔ یہ تیز بھاگنے والی بلی اور اسکا پیچھا کرنے والا کتا تو نہ جانے کب کے خاک ہوچکے لیکن اینٹوں پر پڑے ہوئے نشان زبان حال سے جہد بقا کی مسلسل اور مستقل داستان سنا رہے ہیں ۔

جنگلی جانور

ان جانوروں سے قطع نظر جنکا ذکر شکار یا پالتو جانوروں کے ضمن میں کیا گیا ہے یہاں ایسے جانوروں کی موجودگی کا سراغ بھی ملتا ہے جو گھروں میں آیا جایا کرتے تھے جیسے نیولا اور سیاہ چوھا ان کے علاوہ خرگوش بھی موجود تھا ۔ شیر، ریچھ، ھاتھی اور گینڈے جیسے وحشی جانور عام تھے ۔ ہرن چار قسم کے ہوتے تھے ۔ ۱ ۔ کشمیری بارہ سنگھا ۲ ۔ سانبھر ۳ ۔ چیتل اور ۴ ۔ پاڑہ ہرن[1] ۔ ان ہرنوں کے صرف سینگ ھی پائے گئے ھیں ۔ ممکن ھے یہ سینگ دواؤں میں استعمال کئے جانے کیلئے دور دور سے منگائے گئے ھوں، کشمیری بارہ سنگھا آجکل صرف کشمیر اور ھمالیہ کے نواح میں ملتا ھے ۔ چیتل آجکل نہ سندھ میں پایا جاتا ھے اور نہ پنجاب میں ۔ اسی طرح

---

1 Hog Deer.

Marfat.com

سانبھر بھی سندھ راجپوتانہ اور پنجاب میں نہیں ملتا پاڑہ ھرن اب بھی سندھ میں ملتا ہے۔

رقص وسرود

موھنجوداڑو کے لوگ رقص و سرود کے بڑے شائق معلوم ھوتے ھیں اس کا ثبوت رقاصہ کا کانسہ کا بنا ھوا مجسمہ ہے۔ اسی طرح ھڑپہ سے پتھر کا ایک اور مجسمہ بھی دریافت ھوا جو عالم رقص میں ہے۔

رقص قدیم ھندوستان کی مذھبی رسوم میں ایک اھم مقام رکھتا تھا اور پرستش کا ایک خاص جزو ھوتا تھا۔ معلوم نہیں موھنجوداڑو میں اسکو مذھبی حیثیت حاصل تھی یا یا محض تفریح اور دل بہلانے کا ذریعہ تھا۔ ناچ کے ساتھ گانے بجانے کا انتظام ایک فطری امر ہے اور اس کا وجود ڈھولک کی اس تصویر سے ثابت ھوتا ہے جو ایک مہر پر کندہ ملی ہے اسی طرح ایک اور مہر پر ایک مردانی شبیہ کی گردن میں ڈھولک یا مردنگ لٹکا ھوا دکھایا گیا ہے (پلیٹ نمبر ۱۹ - ۳)۔ ناچنے والے کو تھاپ دینے کے لئے کھڑتال بھی مستعمل تھی جس کے چند نشانات پائے گئے ھیں۔ اس کے علاوہ وادیٔ سندھ کی تصویری تحریر میں ایسے بہت سے نقوش ملے ھیں جن کو بربط اور چنگ کہا جا سکتا ہے۔ اس قسم کے ساز سمیر میں بھی مستعمل تھے۔

Marfat.com

حکمت

اس قسم کے شواهد بہت کم دریافت هوئے هیں جن سے یه اندازه لگایا جاسکے که وادیٔ سندھ کے لوگ طب، نجوم .اور علم الحساب سے بھی واقف تھے - البته یہاں سمندری جھاگ اور باره سنگھے کے سینگ کے ٹکڑے دریافت هوئے هیں - جن کی موجودگی اس امر کی طرف اشاره کرتی هے که یه چیزیں ضرور یہاں کے ویدوں کے نسخوں کا جزو هونگی - ایک ایسا سیاه ماده بھی ملا هے جس کو سلاجیت تجویز کیا گیا هے - سلاجیت ذیابیطس اور جگر کے امراض اور گھٹیا وغیره کیلئے اکثیر هے اسی طرح مٹی کی هانڈیوں میں ده شاخه یا استخوان ماهی رکھی هوئی ملی هے یه بھوک بڑھانے کیلئے استعمال کی جاتی هوگی اور بیرونی طور پر کان آنکھ گلا اور جلدی امراض میں استعمال کی جاتی هوگی[1]- مونگے اور نیم کی درخت کی پتیاں بھی احتیاط سے رکھی هوئی پائی گئی تھیں اور ادویات کے طور پر کام آتی هونگی ان تمام چیزوں سے یه عام اندازه لگایا گیا هے که اس تهذیب میں 'ایورویدک' طریق علاج ابتدائی دور میں تھا[2]-

---

1 Vedic Age—P. 178.

2 Dikshit—Prehistoric Civilizatoin of Indus Valley; P. 31.

Marfat.com

صحیح سمتوں میں باقاعدہ ترتیب سے بنے ہوئے مکانات اور سڑکوں سے یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ یہ لوگ سماوی اثرات کے قائل تھے اور علم نجوم سے بھی شغف رکھتے تھے۔ بعض محققین کی رائے ہے کہ یہاں کے لوگوں کا سال شمسی حساب سے تھا۔ اس کا اندازہ صرف اس بات سے لگایا گیا ہے کہ دریائے سندھ میں برسات کے خاص مہینوں میں طغیانی اور اسی طرح مقررہ مہینوں میں جاڑے اور گرمی کے موسم آتے ہوں گے اور موسموں کی یہ تبدیلی سورج کے عمل کے تابع ہے۔ چنانچہ قیاس کیا گیا ہے کہ یہ لوگ چاند کی بہ نسبت سورج سے زیادہ عقیدت رکھتے تھے۔ اس کا مزید ثبوت سواستکا کے بہت سے نشانات کا پایا جانا بھی ہے جنکو سورج کا مظہر سمجھا جاتا ہے۔

پیشے

جو باقیات ابتک دریافت ہوئی ہیں۔ ان سے یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ یہاں کے ارباب علم پروہت، وید، جوتشی اور ساحروں پر مشتمل تھے۔ حکام میں حکومت کے عمال اور بلدیہ کے ملازمین تھے۔ یہاں ایک تجارت پیشہ قوم آباد تھی بیشتر لوگ صنعت کار اور اہل حرفہ میں سے تھے اور ماہیگیر مچھیرے، ملاح بھیڑوں اور ڈھوروں کے چرواہے، نازی بان، گھریلو نوکر، زرگر، عقیق اور ہاتھی دانت کے کاریگر، کمہار کھلونے ساز، ٹھٹھیرے، راج، معمار، مکان بنانے والے

Marfat.com

مزدور ، لکڑھارے ، سنگ تراش اور مہر تراش تھے اور ان
تمام پیشہ وروں کی موجودگی کے کچھ نہ کچھ شواھد ضرور
ملتے ھیں[1]۔

1 Dikshit—Prehistoric Civilization of Indus Valley; P, 32.

Marfat.com

مذہب

اصنام پرستی
اشجار پرستی
حیوان پرستی
دوسرے عقائد

Marfat.com

Marfat.com

وادیٔ سندھ کے باشندوں کے مذہبی عقاید کے بارے میں کچھ کہنے سے پہلے دو باتوں کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ ایک تو یہ کہ وادیٔ سندھ کی کسی بستی سے اس قسم کی کوئی دستاویز، کتبہ یا تحریر دریافت نہیں ہوئی ہے جس سے ان لوگوں کے عقاید کے بارے میں حتمی طور پر کوئی فیصلہ کیا جاسکے چنانچہ ان بستیوں سے دریافت شدہ مجسمے مہریں، پتھر اور نقوش ہی ہماری رہنمائی کرتے ہیں اور ہمارے قیاسات کا سرچشمہ ہیں۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ وادیٔ سندھ کی تہذیب برصغیر ہند و پاکستان میں آریوں کے آنے سے قبل کی تہذیب ہے۔ لیکن تعجب یہ ہے کہ دریافت شدہ باقیات برصغیر ہند و پاکستان کے قدیم ترین مذہب و

Marfat.com

معتقدات کے بارے میں جو ثبوت اور شہادت بہم پہنچاتی ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان معتقدات کا بڑا حصہ ویدک لٹریچر اور وید کے زمانہ مابعد کے لٹریچر میں بھی موجود ہے آریاؤں کے ابتدائی اعتقادات کا حال ان کے سب سے قدیم صحیفے رگ وید سے معلوم ہوتا ہے جس کے بارے میں مغربی ماہرین لسانیات کا خیال کہ یہ ۱۵۰۰ اور ۱۰۰۰ قبل مسیح کے درمیان تصنیف کئے گئے ہوں گے۔ ان صحائف کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کا طریقہ پرستش محض حمد و ثنا (بھجن) اور قربانیوں (یگہ اور بھینٹ) تک محدود تھا۔ ان کا خیال تھا کہ فطری قوتیں روح کی حامل ہیں۔ چنانچہ انہوں نے فطری قوتوں کو انسانی شخصیت اور شکل سے بھی متصف کیا۔ جس سے ان کی کثرت پرستی[1] کے رحجان کا پتہ چلتا ہے۔ ان کے مذہبی تصورات میں تجسیمیت[2] پائی جاتی ہے چنانچہ ان کے یہاں آسمان (دیوس) انسانی شخصیت رکھتا ہے اسی طرح سورج کی کرنوں کو ہاتھ اور آگ (اگنی) کے شعلوں کو زبان قرار دیا گیا ہے بارش کا دیوتا (اندر) تو پورے طور پر انسانی شخصیت کا حامل تھا۔

بعض محققین کا خیال ہے کہ آریا غیر مہذب لیکن اعلیٰ جنگی صلاحیتوں کے مالک تھے۔ جب انہوں نے

---

1 Polytheism.
2 Anthropomorphism.

Marfat.com

بر صغیر ہند و پاکستان پر حملہ کیا تو انہیں یہاں ایک ایسی قوم سے سابقہ پڑا جو بڑی مہذب اور امن پسند تھی اور جو ان کی یورشوں کی تاب نہ لاسکی۔ لڑایوں کے بعد جب امن و امان کا دور شروع ہوا اور فاتح اور مفتوح کے درمیان مراسم قائم ہوئے تو رفتہ رفتہ غیر آریائی تہذیب اور تمدن نے اپنا رنگ لانا شروع کیا اور فاتح آریا اس تہذیب سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے چنانچہ ان دونوں قوموں کے اشتراک سے ہندو مت کی تخلیق ہوئی جس کے اکثر معتقدات ان قدیم باشندوں کے معتقدات کا پر تو ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ قیاس درست ہو مگر ابتک ایسے آثاری شواھد دریافت نہیں ہوئے جنکی بنا پر یہ کہا جاسکے کہ آرئے اور غیر آرئے یا مقامی باشندے کسی مقام پر ایک ساتھ رہے اور بسے ہوں یا ان میں ایسے ثقافتی تعلقات قائم ہوئے ہوں جو ایک دوسرے پر اثر انداز ہوئے ہوں۔ دراصل ابھی وادیٔ سندھ کی بربادی اور آریوں کی آمد کے عہد میں ایک خلا ہے جس کے لئے مزید تحقیقات کی ضرورت ہے۔

وادیٔ سندھ کی کسی بستی میں ابھی تک کوئی مندر یا معبد دریافت نہیں ہوا۔ موہنجوداڑو کا اسٹوپا یقینی مذہبی عمارت ہے لیکن جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے یہ بہت بعد یعنی تقریبا ۲۰۰ بعد مسیح کی تعمیر ہے۔ اور اس کا وادیٔ سندھ کی تہذیب سے کوئی تعلق نہیں۔ بعض

Marfat.com

محققین نے یہ بھی قیاس کیا ہے کہ اگر ان لوگوں کی کوئی مذہبی عمارت تھی بھی تو وہ اسٹوپہ کے نیچے دفن ہوگی۔ کیونکہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ہر فاتح قوم نے اپنے اثر و اقتدار کے سہارے اپنے مذہب کی برتری ظاہر کرنے کیلئے اکثر و بیشتر مفتوح اقوام کی مذہبی عمارتوں کی بنیاد پر ہی اپنی مذہبی تعمیروں کی اساس رکھی ہے۔ چنانچہ ہوسکتا ہے کہ جب اسٹوپہ تباہ ہوجائے تو ہمیں وادیٔ سندھ کے عہد کے لوگوں کی مذہبی عمارت کے بارے میں معلومات بہم پہنچ سکیں۔

اصنام پرستی

وادیٔ سندھ کے لوگوں کے عقاید میں اصنام پرستی کے کافی شواہد ملتے ہیں۔ یہاں ایک ایسی دیوی کا مجسمہ عام طور پر پایا گیا ہے جو ستر پوشی کیلئے کمر کے گرد کپڑے کی ایک لپٹی ہوئی پیٹی کے علاوہ تقریباً بالکل عریاں دکھائی جاتی ہے ان مجسموں کے گلوں میں زیورات کی بھرمار ہے ان کے سروں پر پنکھے کی طرز کا ایک انوکھا پہناوا ہے اور کانوں کے دونوں جانب کٹوریوں کی شکل کے سے دو حصے الگ سے جوڑے گئے ہیں۔ چند مجسموں میں ان کٹوریوں میں دھویں کے نشان بھی پائے گئے ہیں جن سے اندازہ لگایا گیا ہے کہ ان میں لوبان یا

Marfat.com

دوسری خوشبودار اشیا اس غرض سے جلائی یا سلگائی گئی ہوں گی کہ شاید دیوی خوش ہوکر منت ماننے والے پجاری کی دعا کو شرف قبولیت بخشے - ان مجسموں کی پشت ناہموار ہے جس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ وہ مکانوں میں طاق میں گیلی مٹی کے ذریعہ نصب کردی جاتی ہونگی ان مجسموں کو مادر ارض، دھرتی ماتا یا ماتا دیوی کے مجسمے کہا گیا ہے (پلیٹ نمبر ١٨-الف) -

بلوچستان میں دو قسم کی مورتیاں پائی گئی ہیں جو وادیٔ سندھ کی مورتیوں سے قدرے مختلف ہیں - یہ مورتیاں سر اور دھڑ پر مشتمل ہیں - ان کے پیر غائب اور نچلا حصہ ہموار ہے - اسی قسم کی مورتیاں مائی نان میں بھی دریافت ہوئی ہیں - سر آر یول اسٹائن نے کلی اور ماہی میں جو مورتیاں تلاش کی ہیں ان کے چہرے چڑیوں کی طرح پتلے اور نوکیلے ہیں وہ لاتعداد ہار پہنے ہیں ان کے ہاتھ کمر یا سینوں پر رکھے ہوئے ہیں اور زیادہ نمایاں نہیں ہیں - دوسری قسم کی مورتیاں ژوب میں مغل غنڈائی اور پیریانو غنڈائی وغیرہ میں پائی گئی ہیں انکے سر پر ایک پوشش ہے اور گلے میں بہت سے ہار پڑے ہیں - انکی شکل چڑیوں کی طرح نوکیلی ہونے کے بجائے چپٹی بے انتہا بھدی اور بے ڈھنگی ہے - انکا ماتھا ابھرا ہوا آنکھیں دھنسی ہوئی اور دہن بگڑا ہوا ہے - ان کے دو

Marfat.com

نہیں بنائے گئے ھیں - پیروں کی یہ غیر موجودگی اس تصور
کا مظہر ھے کہ گویا مادر ارض شکم گیتی سے نمودار ھو
رہی ھے - چند مورتیں ایسی ھیں گویا کوئی عورت آٹا
گوندھ رہی ھے یا روٹیوں کی ٹوکری بغل میں لئے ھے
ممکن ھے کہ مجسموں کی یہ قسم بچوں کے کھلونے ھوں
اور انمیں کوئی مذھبی مفہوم پنہاں نہ ھو۔ چند مورتیوں سے
ایسا معلوم ھوتا ھے گویا کوئی عورت گود میں بچہ لئے
ھے یا حمل کی حالت میں ھے ھوسکتا ھے ایسی مورتیاں
زمانہ حمل میں دیوتاؤں پر نظر کی غرض سے تیار کی جاتی
ھوں کیونکہ آج بھی برصغیر ھند و پاکستان کے بعض
علاقوں میں حاملہ عورت اور نوزائیدہ بچہ کی حفاظت کے
لئے خاص مذھبی احتیاط برتی جاتی ھے اور خراب اور ناپاک
روحوں سے انکو بچانے کے لئے طرح طرح کے ٹوٹکے کئے
جاتے ھیں -

بر صغیر ھند و پاکستان میں ماتا کا قصور عہد عقیق
سے بنیادی عقیدہ رہا ھے جس زمین پر انسان رھتا ھے وہ ایک
شفیق ماں کی طرح اسکی ضرویات زندگی فراھم کرتی ھے اسی
لئے قدیم زمانہ میں زمین کی پرستش شروع ھوئی اور بعد میں
اسے دھرتی ماتا ، ماتا ، مادر فطرت ، مادر ارض ، اور دوسرے
مختلف ناموں سے پکارا جانے لگا - اسکا اعتقاد ایک عام تصور
ھے جسکی نوعیت میں تو اختلاف رہا ھے لیکن ھمہ گیری

Marfat.com

کوئی شک نہیں چنانچہ ماتا کی مورتیاں ایران ، ایجین ، ایلم میسوپٹامیہ ، فرانس ، کاکشیا ، ایشائے کوچک ، شام ، فلسطین ، سائپرس ، کریٹ ، بلقان ، مصر ، وادیٔ سندھ اور بلوچستان میں پائی گئی ھیں -

بر صغیر ھند و پاکستان میں آج بھی ماتا کے مندر اور معبد تقریباً ھر گاؤں اور ھر شہر میں پائے جاتے ھیں - ھر گاؤں میں کچھ مخصوص دیویاں ھوتی ھیں جنکی پوجا کی جاتی ھے - ماتا 'پراکرتی' کے مترادف سمجھی جاتی ھے جس کی مزید ترقی یافتہ صورت 'شکتی' کہلاتی ھے - اور اسکے نمائندے 'گداما دیوتا' کہلاتے ھیں - یہ متفرق دیویاں در اصل ایک ھی طاقت کا مظاھرہ کرتی ھیں - یہ بربادیاں لاتی ھیں لیکن بھوت پریت سے نجات دلانے والی قوت بھی یہی ھیں یہی افزائش نسل کا مظہر ھیں زندگی بخشتی ھیں اور زندگی کی ھر چیز عطا کرتی ھیں - ماتا کا تصور آریائی تصورات سے ماقبل کا تصور ھے - دراصل بر صغیر ھند و پاکستان یا کسی دوسرے مقام پر آریوں نے ماتا دیوی یا کسی بھی نسوانی معبود کو اتنی اھمیت کبھی نہیں دی - ویدک دیو مالا (علم الاصنام) میں نسوانی معبود جزوی اھمیت کے حامل ھیں اولیت اور الوھیت ھمیشہ دیوتاؤں کو ھی حاصل رھی ھے دیویوں کی پرستش صرف اس لئے کی گئی ھے کہ وہ کسی نہ کسی دیوتا کی

Marfat.com

زوج اور چہیتی رہی' ہیں - پرتھوی جو آریوں کی ماتا ہے وادیٔ سندھ کی ماتا یا قدیم 'مادر ارض' سے بالکل جدا قوتوں کی مالک ہے یہ بات بھی خاص طور پر توجہ کے لائق ہے کہ ماتا کی پوجا کی سر براہی برہمنوں کے بجائے عام طور پر نیچی ذات کے لوگوں کے سپرد کیجاتی ہے -

ماتادیوی کے عقیدے کا پتہ ہڑپہ کی ایک چوکور مہر سے بھی ملتا ہے (پلیٹ نمبر ۲۱-۱) جس میں ایک نسوانی شبیہ سر کے بل کھڑی دکھائی گئی ہے - اس کے دونوں پیر الگ ہیں اور اسکے رحم سے ایک درخت نکلا دیکھایا گیا ہے - یہ تصویر مہر کے الٹی جانب داھنے کنارے پر بنائی گئی ہے - اسکے بائیں جانب ایک تصویری تحریر کے چار حروف کے بعد دو راکھشش بنائے گئے ہیں - دوسری طرف بھی ویسی ہی تصویری تحریر ہے اسکے بائیں جانب ایک مرد اور ایک عورت کی تصویر ہے آدمی کھڑا ہے اور اسکے ہاتھ میں درانتی جیسی شکل کا ایک چاقو ہے - عورت اسکے سامنے اوپر کو ہاتھ اٹھائے بیٹھی ہے - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ پناہ مانگ رہی ہے اور آدمی اس عورت کو قتل کرنا چاہتا ہے - اس مہر سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ اس منظر میں انسانی قربانی دکھائی گئی ہے اور وہ عورت مادر ارض پر بھینٹ چڑھائی جارہی ہے[1] -

1 Marshall—Mohenjodaro; Vol. I; P, 52

Marfat.com

مادرارض کے ساتھ ساتھ وادیٔ سندھ میں ایک دیوتا بھی ملتا ھے جسکو سر جان مارشل نے شیو کا مماثل کہا ھے۔ ھو سکتا ھے که وادیٔ سندھ والے اسے کسی اور نام سے پکارتے ھوں۔ لیکن ھندو دیو مالا میں شیوکا ایک خاص مقام ھے اور وہ اھم خصوصیات کا حامل ھے۔ ایک مہر پر اسکی شبیه بہت واضح شکل میں ملتی ھے (پلیٹ نمبر ١٩ - ٣) اسکے تین چہرے ھیں - وہ ایک نیچی چوکی پر یوگ کے آسن سے بیٹھا ھے۔ اسکی رانیں اور پنڈلیاں ملی ھوئی ھیں گھٹنے مڑے ھوئے ایڑیاں ملی ھوئی اور پیروں کے انگوٹھے باھر نیچے کی طرف نکلے ھوئے ھیں - وہ کلائی سے بازو تک آٹھ چھوٹی اور تین بڑی چوڑیاں پہنے ھے۔ دو بڑی چوڑیاں اوپر نیچے اور ایک بیچ میں ھیں دو بڑی چوڑیوں کے درمیان چار چھوٹی چوڑیاں ھیں - شانے پھیلے ھوئے ھیں اور ھاتھ اور انگوٹھے آگے کی جانب گھٹنوں پر ٹکے ھوئے ھیں - گلے میں لاتعداد ھار ھیں جو سینے پر پڑے ھوئے ھیں - کمر کے گرد ایک دھرا پٹکا ھے۔ سر پر دو سینگ ھیں جنکے درمیان ایک لمبا سر بند ھے۔ اسکے داھنی جانب ایک ھاتھی اور ایک چیتا دوسری جانب ایک بھینسا اور گینڈا اسکو گھیرے کھڑے ھیں - چوکی کے نیچے دو ھرن نظر آتے ھیں جن کے منه باھر کی طرف مڑے ھونے کی وجه سے ایک دوسرے کے قریب ھوگئے ھیں۔ مہر کے اوپر [illegible] حروف [illegible]

Marfat.com

مشتمل ایک تحریر ہے جس کا آخری حرف داھنی جانب کے سرے پر جگہ کی کمی کے باعث ھاتھی اور چیتے کے درمیان لکھا گیا ہے ۔

اس مہر سے دیوتا کی کئی خصوصیات ظاھر ہوتی ھیں ۔ ایک تو یہ کے اسکے تین چہرے ھیں یعنی وہ 'ترمکھا' ہے ۔ تاریخی دور میں شیو ایک ۔ دو ۔ تین ۔ چار اور بعض اوقات پانچ منہ والا دیوتا دکھا گیا ہے ۔ لیکن ھمیشہ اسکی تین آنکھیں رھی ھیں ۔ تیسری آنکہ 'تری لوچن' پیشانی پر بنائی جاتی ہے اور عقیدہ یہ ہے کہ جب کبھی وہ تیسری آنکہ کھول دیتا ہے تو اس سے آگ نکلنے لگتی ہے اور ھر چیز جل کر بھسم ہوجاتی ہے ۔ چنانچہ کام دیو (عشق کا دیوتا) انکی نگاہ غضب کا شکار ھوکر بھسم ھوگیا تھا اور اسی وجہ سے 'ان انگ' (بلا جسم کا) کہلاتا ہے ۔ شیو ، وشنو اور برھما کی تری سورتی ماونٹ ابو کے قریب دیوانگنا ، ارکان ، بلگام ، چتور گڈہ اور بہت سے مقامات پر پائی گئی ہے ۔ یہ تثلیث بر صغیر ھند و پاکستان کا نہایت قدیم عقیدہ ہے البتہ اسکی فلسفیانہ موشگافیاں تاریخی عہد کی اپج ھیں اور سچ تو یہ ہے کہ یہ عقیدہ اس بر صغیر تک ھی محدود نہیں بلکہ کسی نہ کسی شکل میں دوسرے ملکوں میں بھی پایا جاتا ہے چنانچہ سمیر میں انو ، ابا اور بیل ۔ یونان میں زیوس ، پوزیڈان اور 'ھیڈس' روم میں

Marfat.com

جوپیٹر، نیپچون اور پلاٹو ' مصر میں سیت ' هورس اور شو اور مسوپٹامیه میں سن، شمن اور اشطر کم و بیش اسی عقیدے کی قدیم صورتیں هیں - لیکن هوسکتا هے که وادیٔ سندھ والوں نے شیو کے تین منه یه ظاهر کرنے کے لئے بنائے هوں که وہ هر طرف اور هر چیز دیکھ سکتا هے

اس مهر کی دوسری اهم خصوصیت شیو کا یوگ آسن هے - عهد تاریخ کے مطابق شیو دراصل یوگیوں کا پیشوا هے اور تپیشیا اور نفس کشی کا مورث اعلیٰ هے - اسی وجه سے اسے 'مها تپا' اور مها 'یوگی' بھی کہاجاتا هے یوگ کی مخصوص غرض ذهنی ورزشوں اور یکسوئی قلب کے ذریعه خدا رسائی حاصل کرتا هے قیاس هے که یوگ بھی آریوں سے قبل کا تصور هے چنانچه پروهت کے مجسمے کی نیم باز پتلیاں بھی ناک کی نوک کو دیکھتی هوئی دکھائی گئی هیں جو یوگ کا ایک مرحله هے اس مجسمے کی مذهبی نوعیت کی نشاندهی اسکی شال پر بنی هوئی تپتیا ڈیزائن کرتی هے مصر اور سمیر میں یه تپتیا ڈیزائن خالص مذهبی نوعیت کی چیزوں پر پائی گئی هے - زیر بحث مهر کے علاوہ تین اور مهروں پر جو نقش مرتسم هیں انمیں دیوتا کی نشست اور انکے انداز سے بھی یوگ کا اندازہ هوتا هے - الغرض وادیٔ سندھ کے شیو کے بیٹھنے کا آسن اس کے یوگی هونے کا اهم ثبوت هے -

Marfat.com

شیو جانوروں کا بھی پالن ہار ہے۔ چنانچہ اسکو 'پسو پتی' بھی کہا جاتا ہے اور زیر بحث مہر پر بنی ہوئی ہاتھی ، گینڈے اور چیتے کی تصویریں اسکے پسو پتی روپ کی غمازی کرتی ہیں ۔ تاریخی دور میں پسو پتی کے لقب کے معنی مویشیوں کے آقا کے تھے اور مشابہت کی بنا پر پسو سے مراد انسانی گروہ سے لی گئی ہے جسکے آقا اور چرواہے شیو ہیں ۔ البتہ وید جنتروں میں پسو کے معنی جنگلی جانوروں کے لئے گئے ہیں اسلئے یہ نتیجہ نکالنا غلط نہ ہوگا کہ اس وقت اس دیوتا کو پالتو جانوروں کے بجائے جنگلی جانوروں کا آقا سمجھا جاتا رہا ہوگا ۔

شیو کے سینگ بھی خاص اہمیت کے حامل ہیں ۔ اس قسم کی سینگ دوسری شبیہوں کے سر پر بھی دکھائے گئے ہیں ۔ سینگ عہد عقیق میں بڑے متبرک مانے جاتے اور دیوی دیوتاؤں کی خاص علامات و نشانات گردانے جاتے تھے ۔ سمیر اور بابل کے دیوی دیوتاؤں کے بھی سینگ نکلے دکھائے گئے ہیں ۔ یہاں تک کہ ایک خاص دور میں وہاں کے بادشاہ اور وزیر اس خیال سے سروں پر سینگ پہنتے تھے کہ وہ خود کو دیوتاؤں کی اولاد اور اوتار کہتے تھے ۔ یہ تصور بھی غیر آریائی تصرر ہے لیکن آریوں سے قبل کا یہ نشان الوہیت گو عام طور پر ویدک آریوں میں مقبول نہ تھا لیکن مطلقاً ختم بھی نہ ہوا اور بعد کے عہد میں شیو کے

Marfat.com

ساتھ اسکے ترسول کی صورت میں ظاہر ہوا اسپر دوسرے مت والوں نے بھی تصرف کیا اور بدھوں کے یہاں 'تری رتنا' کی تثلیث بنا - یہ نشان بجائے خود توضیح اور تشریح کے قابل ہے لیکن یقیناً اس زنجیر کی ایک کڑی ہے جو اس دیوتا کو شیو سے ملاتی ہے -

اسکی چوکی کے نیچے دو ہرن دکھائے گئے ہیں تاریخی عہد میں شیو کے ہمراہ عام طور پر ایک ہرن (مریگا) دکھایا جاتا ہے - بالخصوص جب اس کو 'دکشنا مورتی' یا 'یوگا دکشنا مورتی' کے روپ میں پیش کیا جاتا ہے - اسی طرح مہاتما بدھ کے پہلے وعظ کے مجسمے میں انکے تخت کے نیچے ہرن دیکھائے گئے ہیں - معلوم نہیں یہ تصور وادئ سندھ سے بدھ مت کے ماننے والوں میں کب اور کس طرح پہنچا ؟

شیو کے نقوش کئی مہروں پر کندہ ہیں - دو مہروں پر یہ دیوتا سنگھاسن پر بیٹھا دکھایا گیا ہے - ایک مہر پر زمین پر بیٹھا ہے - مگر ان تینوں صورتوں میں کمر کے گرد لپٹے ہوئے پٹکے کے علاوہ اسکو بالکل برہنہ دکھایا گیا ہے - دو مہروں پر اسکے تین چہرے ہیں تیسری میں ایک - تینوں مہروں میں اسکے سر پر سینگ ہیں - دو مہروں میں ان سینگوں کے درمیان پتیاں اور پھول لگے ہوئے ہیں

Marfat.com

جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ قوت نمو یا نباتات کا دیوتا بھی ہے۔

اسکا رقص سے بھی تعلق ہے۔ ہندؤں کے بیشتر مجسموں میں اس کو دلکش انداز میں رقص کرتا دکھا جاتا ہے۔ اسکو 'نٹ راج' بھی کہا جاتا ہے دراصل اس رقص سے نظام کائنات کی باقاعدہ حرکت[1] کی طرف اشارہ مقصود ہوتا ہے۔ ہڑپہ سے دریافت شدہ ایک مجسمے کے بارے میں بھی یہ قیاس کیا گیا ہے کہ وہ شیو کے نٹ راج روپ کا مظہر[2] ہے۔

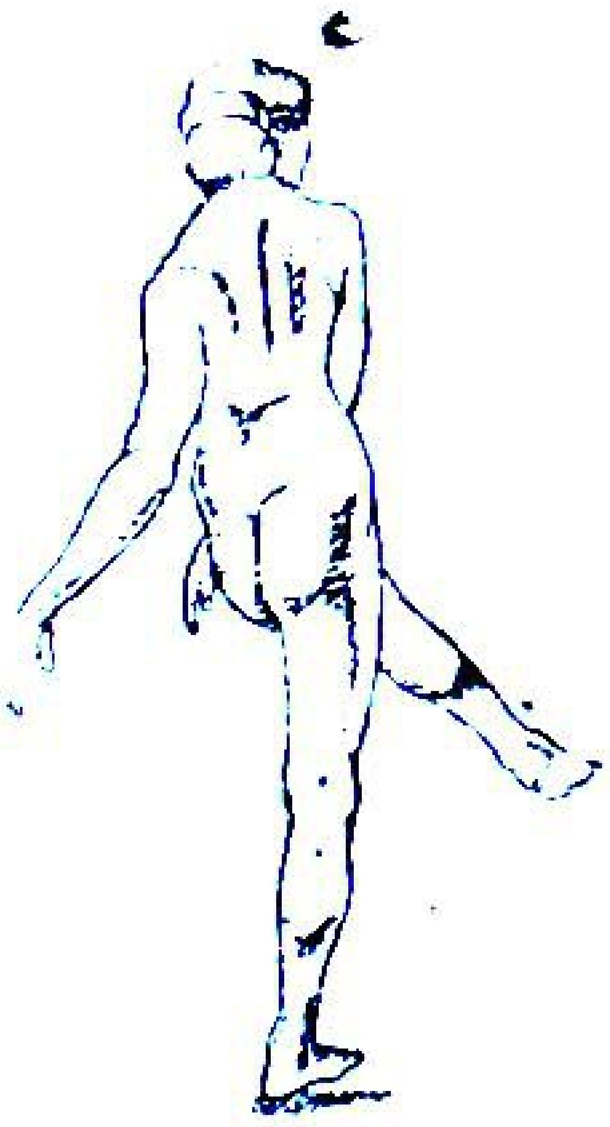

پلیٹ نمبر ۱۸ ب ۳ کا تکمیل شدہ خاکہ

---

1 Cosmic Rythem.

2 Vedic Age; P, 181.

لیکن ہڑپہ کے اس مجسمے کو شیو کا مجسمہ کہنا زیادہ مناسب معلوم نہیں ہوتا۔

Marfat.com

اشجار پرستی

ہر ملک میں درختوں کا احترام کسی نہ کسی صورت میں کیا جاتا ہے۔ برصغیر ہند و پاکستان میں درخت بھوتوں ، جنوں اور شہیدوں کے مسکن مانے جاتے ہیں ۔ چنانچہ عام طور پر رات کو پھول یا پتے توڑنا، یا بعض ہرے درختوں کو کاٹنا، اور دوپہر کو پیپل کے درخت پر چڑھنا اچھا نہیں سمجھا جاتا ۔ مقدس درخت کا تصور بہت عام اور قدیم ہے۔ چنانچہ ہندوں کا سوم ، نارڈک قوم کا ڈرازل ، ایرانیوں کا ہوم ، یہودیوں کا 'شجرۃالحیات' یا 'شجرۃالعلم ، بودھوں کا بودھی درخت ، مسلمانوں کا طوبیٰ سب اسی تصور کے مظہر ہیں ۔ بابل کے لوگ بہشتی درخت کی جسے وہ 'اشیرا، کہتے ہیں نقل بنا کر پوجتے تھے ۔ عیسائیوں میں 'کرسمس ٹری' اب بھی عقیدت کا مرکز ہے ۔

وادیٔ سندھ میں اس قسم کے کافی ثبوت ملتے ہیں جن سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ لوگ درختوں کو متبرک خیال کرتے تھے اور ممکن ہے کہ انکی پرستش بھی کرتے ہوں اسکا اندازہ مہروں پر بنے ہوئے نقوش سے ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک مہر کے دائیں طرف اوپر کے گوشے میں زمین پر ایک تھالے سے پیپل کی دو شاخیں نکلی ہوئی دکھائی گئی ہیں ان

Marfat.com

دونوں شاخوں کے درمیان ایک دیوی کی تصویر ہے جسکے سر پر سینگ ہیں - اسکے سامنے ایک دوسری عورت سر بسجود دکھائی گئی ہے - دیوی اور پجاری کے بال لمبے ہیں ہاتھوں میں بہت سی چوڑیاں اور سروں پر سینگوں کے درمیان گھاس یا پتیاں نکلی ہوئی ہیں پجارن کے پیچھے ایک مرکب جانور ہے جسکا نصف جسم بیل کا نصف بکری کا اور چہرہ انسانوں جیسا ہے وہ نہایت عقیدت سے یہ منظر دیکھ رہی ہے - ان نقوش کے نیچے نسوانی شکلوں کی ایک قطار مخالف سمت منہ کئے کھڑی ہے ہر شکل کے سر پر کانگی سی نکلی ہوئی ہے - لیکن سر پر سینگ نہیں ہیں یہ شکلیں سات کے طلسمی اعداد پر مشتمل ہیں اور محققین کا خیال ہے کہ یہ شاید چیچک کی دیوی 'شیتلا' اور اسکی چھ بہنیں ہیں - (پلیٹ نمبر ۲۱-۲) -

اس منظر میں پیپل کا درخت خاصی اہمیت رکھتا ہے - آج بھی پیپل سے اہل ہنود کے بہت سے عقائد وابستہ ہیں - مثلاً چند مخصوص ایام میں لکشمی (دولت کی دیوی) اس میں اقامت پزیر ہوتی ہے - چنانچہ اہل ہنود اسکے گرد طواف کرتے ہیں اسکے تنے پر دھاگا لپیٹا اور سیندور لگایا جاتا ہے عورتیں اولاد نرینہ کے حصول کے لئے اسپر چڑھاوے چڑھاتی ہیں بعض اوقات مردہ روحوں کی پیاس بجھانے کیلئے اسپر پانی کی ہانڈیاں ٹانگی جاتی ہیں - چونکہ اس درخت کے پتے معمولی ہوا میں ہلنے لگتے ہیں اسلئے سلف سے یہ

Marfat.com

عقیدہ چلا آرہا ہے کہ یہ دیوی دیوتاؤں کا مسکن ہے اسی درخت کے نیچے مہاتما بدھ کو گیان حاصل ہوا تھا جس کے سبب سے اسکی اہمیت اور بڑھ گئی ہے۔

ایک دوسری مہر پر ایک درخت کی شاخ محراب کی صورت میں دکھائی گئی ہے جس میں پتیاں نکلی ہوئی ہیں۔ اسکے اندر ایک دیوی کھڑی ہے۔ یہ نقش کچھ اس طرح تراشے گئے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے جیسے کسی بت کو پتوں والے فریم میں رکھدیا گیا ہے (پلیٹ نمبر ۱۹ - ۵)۔ چند دوسری مہروں پر بھی درخت اور دیوی دکھائے گئے ہیں۔

پانچ مہروں پر درخت بڑی احتیاط سے بنائے گئے ہیں اور فنکاروں نے ان پر کافی محنت کی ہے۔ ان میں سے بعض درختوں کی جڑوں کے گرد تھالے بنائے گئے ہیں ایسے تھالے ابتدائی تاریخی عہد میں متبرک درختوں کی جڑوں کے گرد ہی بنائے جاتے تھے۔ مٹی کے برتنوں پر بھی پیپل کے پتوں کی طرز کی نقاشی کی گئی ہے۔ کئی مہروں پر نیم کا درخت بھی بنا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ دوسرے درخت بھی متبرک خیال کئے جاتے ہوں۔

ایک مہر پر دو آدمی دکھائے گئے ہیں جن کے ہاتھوں میں نیم کے درخت ہیں ان درختوں کے درمیان درختوں

کی دیوی کی تصویر ہے جسکے ہاتھ پھیلے ہوئے دکھائے گئے ہیں - ان دونوں درختوں کی جڑیں الگ الگ ہیں اور یہ قیاس کیا گیا ہے کہ یہ درخت اسی دیوی کے احترام میں لگائے جارہے ہیں کیونکہ متبرک درختوں کا لگانا بھی عہد قدیم میں مذہبی فریضہ تھا جس سے درخت لگانے والے کو ثواب حاصل ہوتا تھا اسی مہر کے دوسرے سرے پر ایک نیم کے درخت کے سامنے ایک آدمی کو سجدہ کرتے دکھایا گیا ہے - (پلیٹ نمبر ۲۱ - ۳)

قیاس ہے کہ وادئ سندھ میں اشجار پرستی کے دو طریقے رائج تھے ایک تو یہ کہ درخت اپنی فطری حالت میں پوجے جاتے تھے اور دوسرا طریقہ یہ تھا کہ درخت کی روح کو انسانی شکل اور انسانی صفات دیکر اسکی پرستش کی جاتی تھی - ہندوستان میں درختوں یا کسی اور چیز کو انسانی شکل و صورت دے دینا بہت عام ہے - کیونکہ تصور یہ ہے کہ درخت اور پودا ایک شخصیت رکھتا ہے اور اس میں روح ہوتی ہے اسلئے اسکے ساتھ انسانوں جیسا برتاؤ بھی کیا جاتا ہے - چنانچہ درخت کاٹنے سے پہلے اسکی روح سے معافی مانگی جاتی ہے - گونڈ قوم کے افراد جو غیر آریائی نسل سے تعلق رکھتے ہیں رات کو نہ تو درخت ہلاتے ہیں نہ پھل توڑتے ہیں کیونکہ ایسا کرنے سے درخت کی روح کے سونے میں خلل پڑتا ہے - جنوبی

Marfat.com

ھندوستان میں بعض غیر آریائی فرقوں میں عورتیں اپنے خاوندوں سے بیاھنے سے پہلے کسی درخت سے بیاہ دیجاتی ھیں تاکہ زندگی بھر ھری بھری رھیں - درختوں کا آپس میں بھی بیاہ کیا جاتا ھے چنانچہ تلسی کے مقدس پودے کا ھر سال بیاہ کیا جاتا ھے - ایسے موقع پر پوجا ھوتی ھے اور سالگرام پتھر کو بھوگ دیا جاتا ھے - ان حالات میں درخت خود ایک دیوتا مانا جاتا ھے - نہیں کہا جاسکتا کہ یہ معتقدات وادیٔ سندھ کے لوگوں کے عقاید سے کس حد تک مماثل ھیں -

حیوان پرستی

اشجار پرستی کی طرح حیوان پرستی بھی ایک دیرینہ رسم بندگی ھے - جس کا تقریباً ھر ملک میں رواج تھا وادیٔ سندھ میں اشجار پرستی سے زیادہ حیوان پرستی کا رواج تھا جسکا پتہ مہروں پر جانوروں کی نقاشی اور مٹی اور پتھر کے مجسموں سے چلتا ھے - سر جان مارشل نے ان جانوروں کو تین حصوں میں تقسیم کیا ھے ۱ - خیالی یا اسطوری جانور ۲ - وہ جانور جنکی اسطوری حیثیت مشتبہ ھے ۳ - فطری جانور -

پہلی قسم کے جانور تشبیہی اور مرکب جانور ھیں مثلاً ایسے جانور جنکا ایک حصہ بکری یا دنبے کا ایک حصہ

Marfat.com

بیل کا اور سر انسان کا - سمیر میں شیر کا جسم اور انسانی شکل والے جانور مصر میں انسانی جسم اور چڑیا یا بھیڑئیے کے سر والے جانور مذہبی نوعیت کے جانور تھے - موھنجودارو کی ایک مہر پر ایک عجیب الخلقت جانور بنایا گیا ھے جسکے تین سر ھیں - ایک سر پر بھینسے کے سینگ دوسرے سر پر ھرن کے سینگ تیسرے سر کے سینگ اندر مڑنے کے بجائے باھر مڑے ھوئے ھیں انکا جسم اور کھر بیل کے ھیں - (پلیٹ نمبر ۲۲ - ۵) اسی قسم کے تین سر ایک دوسری مہر پر بھی بنے ھیں - ایک مہر پر شیر کے تین سر بنے ھیں - یہ تین سر اور شیر کے تین سر شاید اتفاقی بات نہیں ھے بلکہ ممکن ھے کہ انکا ایک دوسرے سے کوئی ربط ھو - دو مہروں پر نصف انسان، نصف بیل جیسا جانور ایک شیر پر حملہ کرتے دکھایا گیا ھے (پلیٹ نمبر ۲۰ - ۵) - اس قسم کے جانور سمیر میں بھی ملتے ھیں -

ایک مہر پر ایسے راکشش کی تصویر ھے جس کا چہرا انسانوں کا سونڈ اور دانت ھاتھی کے سینگ بیلوں کے جسم کا اگلا حصہ مینڈھے کا اور پچھلا حصہ شیر کا ھے (پلیٹ نمبر ۱۹ - ۱) ایک مہر پر پیپل کے درخت کی دو شاخوں پر ایک سینگ والے بیل کے سر نکلے دکھائے گئے ھیں (پلیٹ نمبر ۲۲ - ۵)

Marfat.com

دوسرے قسم کے جانوروں میں ایک سینگ والے بیل [1] ھیں ۔ انکے نقوش لاتعداد مہروں پر ملے ھیں لیکن اس قسم کا جانور کہیں نہیں پایا جاتا ۔ ھوسکتا ھے کہ اسکا تصور گینڈے سے لیا گیا ھو ۔ اسکے شانے پر ایک زین دکھائی جاتی ھے ۔ بعض بعض مہروں پر اسکے گلے میں چھلے یا جھریاں سی پڑی ھوئی دکھائی گئی ھیں ۔ اسکے منھ کے نیچے ایک عجیب برتن رکھا ھوا ھوتا ھے (پلیٹ نمبر ۲۰ - ۴) جس کے نقش دیکھنے سے یہ اندازہ لگتا ھے کہ ایک ڈنڈے کے اوپر دو برتن اوپر نیچے لگائے گئے ھیں ۔ جنکے نیچے کے خانے میں آگ سلگائی جاتی تھی جسکا اندازہ اس بات سے ھوتا ھے کہ بعض مہروں میں اس سے آگ کی لپٹیں سی نکلتی دکھائی گئی ھیں ۔ خیال کیا گیا ھے کہ یہ لوبان دان ھے ۔ اور ان لوبان دانوں کی موجودگی ان جانوروں کی تقدیس کی ضمانت ھے یہ لوبان دان ھاتھ میں لیجائے جاتے ھونگے کیونکہ نہ تو ان کے ڈنڈے کے نیچے پیندے لگے ھیں اور نہ ھی انہیں زمین میں گڑا ھوا دکھایا گیا ھے معلوم ھوتا ھے کہ یہ لوبان دان خاصی اھمیت رکھتے تھے اور رفتہ رفتہ بذات خود تقدیس کا مظہر بن گئے تھے اور انکو بھی

---

۱ چند مہروں پر ان جانوروں کے دو سینگ دکھائے گئے ھیں ۔ یہ بھی قیاس کیا گیا ہے کہ چونکہ یہ نقوش ایک رخ سے بنائے گئے ھیں اسلئے ممکن ہے دوسرا سینگ پہلے سینگ کی آڑ میں ھو جانے کی وجہ سے نمایاں نہ کیا گیا ھو ۔

Marfat.com

پوجا جانے لگا تھا ۔ ایک تصویر میں ایک ایسا لوبان دان بنایا گیا ہے جو لمبائی میں اسکے سامنے کھڑے ہوئے انسان سے بہت بڑا ہے جس سے لوبان دان کی اہمیت کا اندازہ دلانا مقصود ہے ۔

فطری جانوروں میں کوھان والا بیل ، گینڈا ، چھوٹے سینگوں والا بغیر کوھان کا بیل ، شیر اور ھاتھی بکثرت بنائے گئے ھیں ۔ ان میں سے بھینسے ، گینڈے اور شیر کے سامنے ناند رکھے ہوئے ھیں ۔ ھاتھی کے سامنے بعض مہروں میں ناند رکھی ہے بعض میں نہیں ہے ۔ چھوٹے سینگ اور بغیر کوھان والے بیل کے سامنے ناند نہیں ہے ۔ یہ ناندیں غالباً ان متبرک جانوروں پر خوراک کا چڑھاوا چڑھانے کی مظہر ھیں ۔ ان کے علاوہ سینڈھا ، سور ، کتا ، بندر ، ریچھ ، خرگوش ، گلہری اور طوطے بھی دریافت ہوئے ھیں ۔ لیکن انکی تصویریں مہروں پر بنانے کے بجائے انکے مجسمے یا تو تانبے کے پتروں پر کندہ کی گئی ھیں یا پختہ مٹی سے بنائے گئے ھیں اور خیال ہے کہ بچوں کے کھلونے رہے ہونگے ۔ اوپر بیان کئے ہوئے بقیہ جانوروں کی حیثیت کچھ طلسماتی سی ہے مہروں پر بنے ہوئے ایسے نقوش تمام مکانوں سے پائے گئے ھیں اور ان کے مقصد کے بارے میں کوئی آخری بات کہنا بہت دشوار ہے لیکن اسی قسم کی دوسری مہروں پر عجیب و غریب دیوی اور دیوتاؤں کے نقوش اس بات پر دلالت کرتے ھیں کہ حقیقی

Marfat.com

غیر حقیقی یا نیم حقیقی جتنے جانور بھی ھیں ان کا کوئی نہ کوئی مذھبی مفہوم ضرور ھے ۔ البتہ انکی مذھبی اھمیت کے مدراج کا اندازہ لگانا ممکن نہیں اور نہیں کہا جاسکتا کہ کون سا جانور زیادہ مقدس سمجھا جاتا تھا اور کون سا کم ۔ کیونکہ اس تصریح کے لئے ھمارے پاس ٹھوس دلائل نہیں ھیں ۔ علاوہ ازیں کسی چیز کو مذھبی تقدیس یا اھمیت دینا اور اسکی پرتش کرنا لازم و ملزوم نہیں ھیں کیونکہ کسی جانور کو سعد یا نحس سمجھا جاسکتا ھے لیکن یہ ضروری نہیں کہ اسکی پرتش بھی کی جائے ۔

بہر حال یہ قیاس کرنا غلط نہ ھوگا کہ مرکب جانوروں کی مورتیاں (جنکے چہرے انسانوں کے دکھائے گئے ھیں) تین چہروں کی مورتیاں اور درخت کی دیویاں پوجی جاتی تھیں اور اسی طرح بڑے جانور مثلاً ایک سینگ کے بیل، بھینسے، چیتے، ھاتھی، گینڈے اور گھڑیال وغیرہ بھی دیوتا سمجھے جاتے تھے ۔ بقیہ جانور کسی نہ کسی توھم کے ماتحت مذھبی اھمیت کے حامل تھے ۔ مثال کے طور پر ھندوں کے یہاں شیر یا چیتا ماتا کی سواری سمجھا جاتا تھا لیکن یہ ماتا سے علحدہ کوئی چیز نہیں بلکہ ماتا جب غصہ اور جلال کی حالت میں ھوتی ھے تو چیتے کا روپ اختیار کرلیتی ھے بہار کے گونڈ اس کو "وگھئی دیوی" یعنی شیر دیوی کہتے ھیں ۔ بھیل قوم کے افراد اسی قبیل کی ایک دیوی کے

Marfat.com

معتقد ہیں جسے 'واگھیا کنور' یعنی شاہزادہ شیر کہتے ہیں۔ کھانڈوں کے یہاں یہ دیوی زمین کی دیوی یا مادر ارض چیتے کی بجائے ہاتھی کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ بر صغیر ہند و پاکستان کے ویدک عہد میں ہاتھی کو 'ایرادت' یعنی اندر کی سواری کہا جاتا ہے۔ لیکن اسے گنیش یا گنپت (عقل کا دیوتا اور مجسمہ خوشبختی) سمجھ کر پوجا کی جاتی ہے۔ گنیش شیو کا بڑا لڑکا ہے جو پاورتی کے بطن سے پیدا ہوا اور جنوبی ہندوستان میں جہاں غیر آریائی قوموں کی آج بھی کثرت ہے اسکی پرستش بڑی عقیدت سے کیجاتی ہے۔

ایک مہر پر ایک بھینسے کو دکھایا گیا ہے جسنے کچھ انسانوں پر حملہ کیا ہے اور انکو زیر کر کے انکے درمیان نہایت فتحمندانہ طریقہ پر کھڑا ہے (پلیٹ نمبر ۱۹ - ۲) ہوسکتا ہے کہ یہ کسی دیوتا کا اپنے دشمنوں پر فتح پانے کا مظہر ہو۔ ایک جگہ ایک ایسا بھینسا دکھایا گیا ہے جس نے ایک آدمی کو اپنے سر پر اٹھا رکھا ہے۔ جنگلی بھینسا ہندوستان اور افریقہ میں بہت خطرناک سمجھا جاتا ہے۔ اسکو 'یم' یعنی موت کے دیوتا کی سواری بھی مانا جاتا ہے۔ وہ پانی کا سیاہ دیوتا بھی سمجھا جاتا ہے اور 'بھینسا سر' کے نام سے بھی اسکی پرستش ہوتی ہے۔ یہ بھینسے کئی مہروں پر بنے ہوئے پائے گئے ہیں اور ہوسکتا ہے کہ

Marfat.com

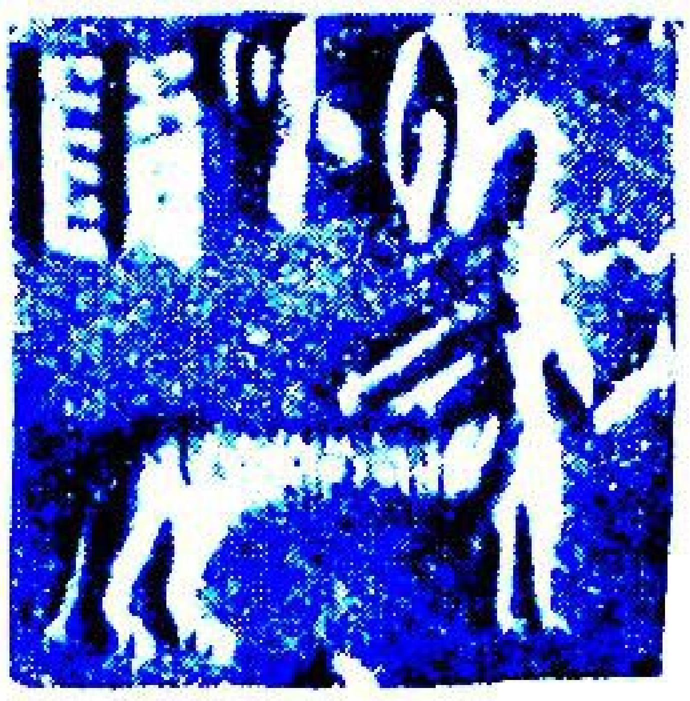

۱

۲

۳

۵

۴

۶

۷

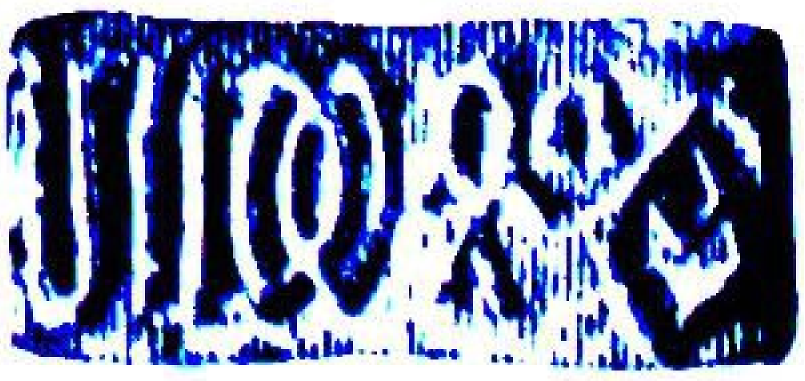

۸

پلیٹ نمبر ۱۹ - مہریں

Marfat.com

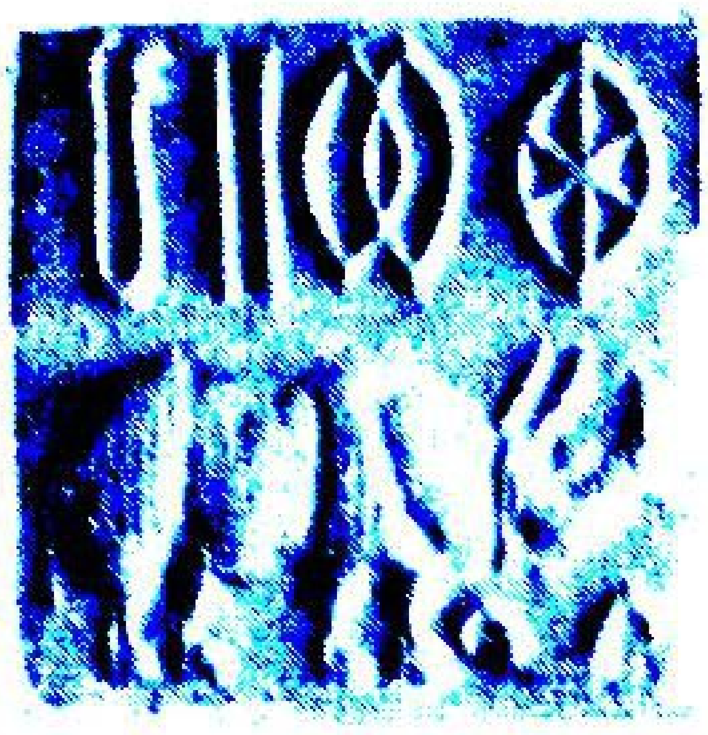

۱

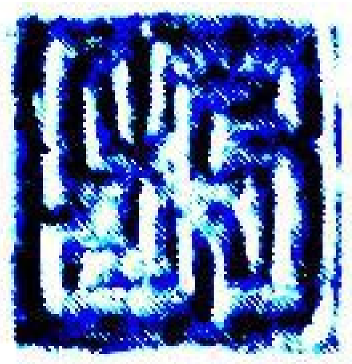

۲

۳

۴

۵

۶

پلیٹ نمبر ۲۰ - مہریں

Marfat.com

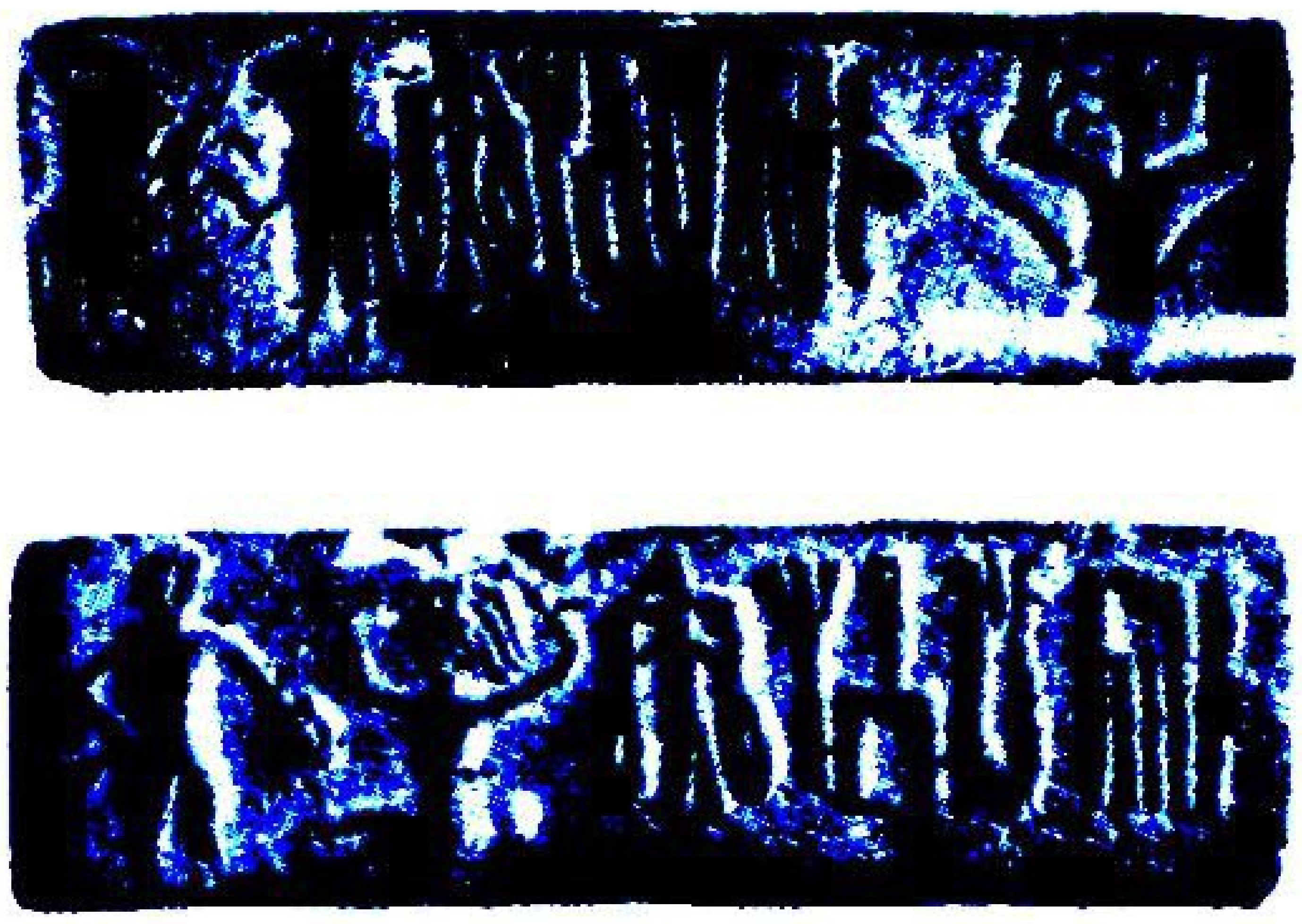

۱

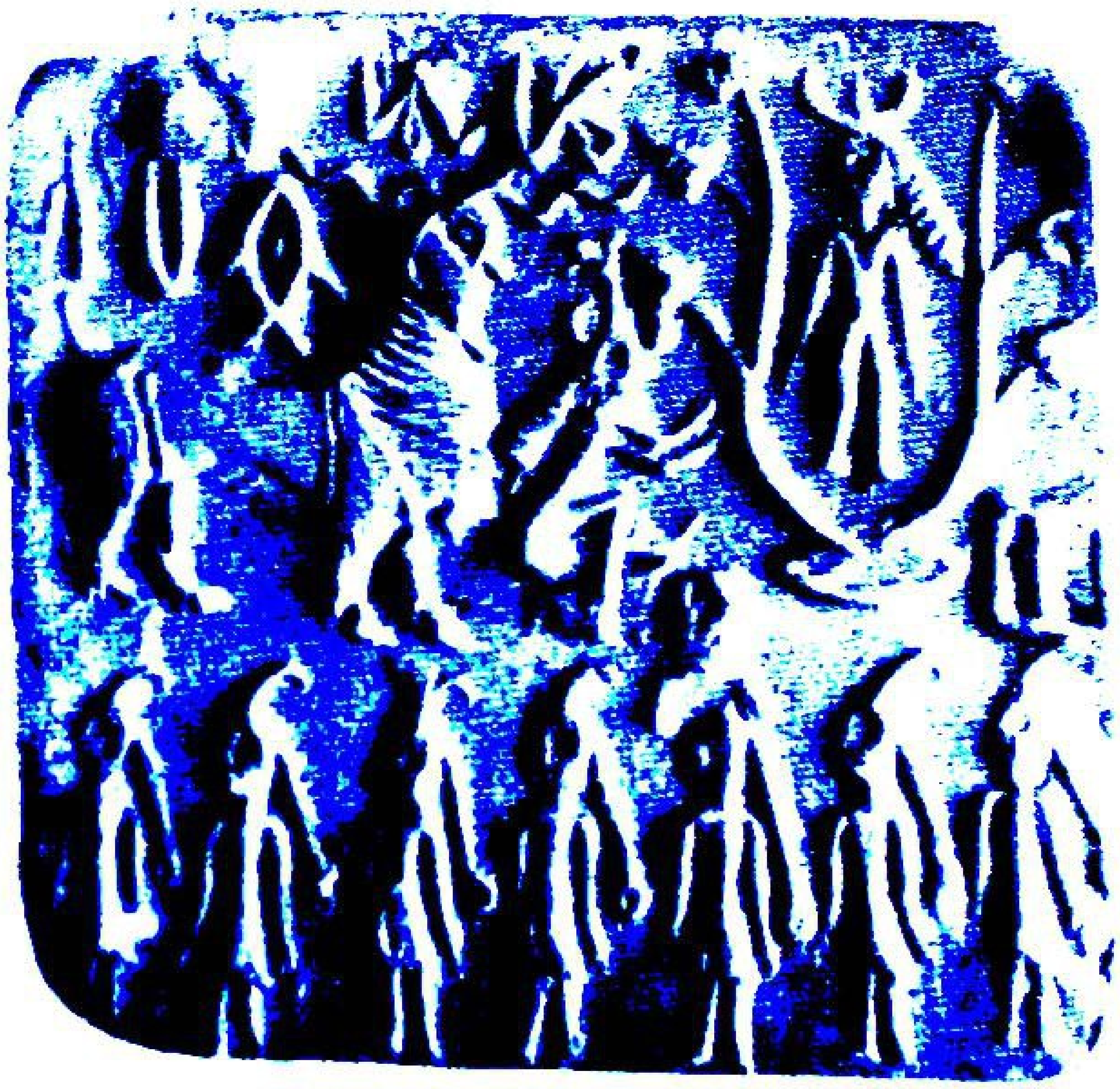

۲

۳

پلیٹ نمبر ۲۱ - مہریں (۱۔۳ مہروں کے ہر دو رخ)

Marfat.com

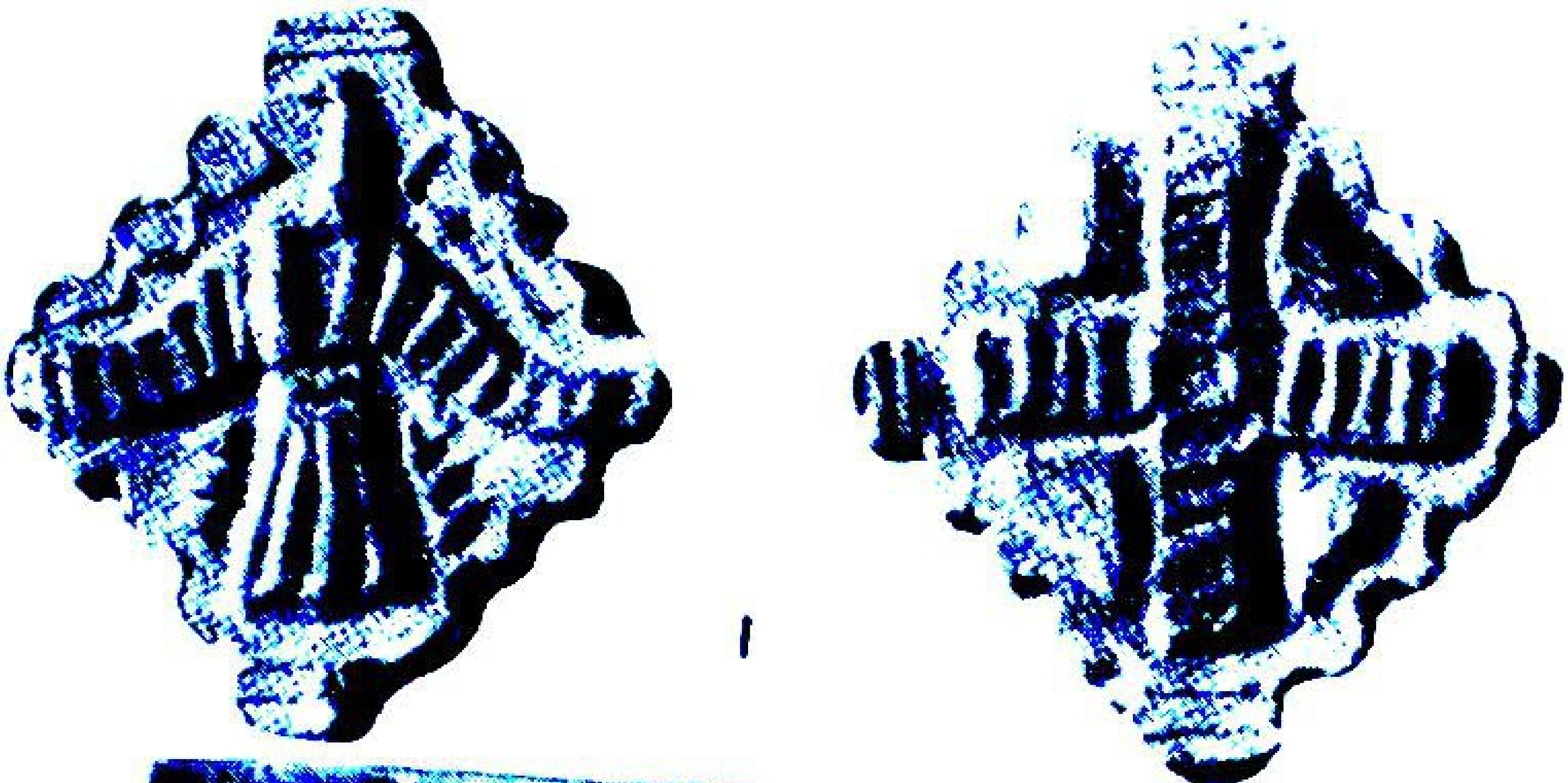

۱

۲

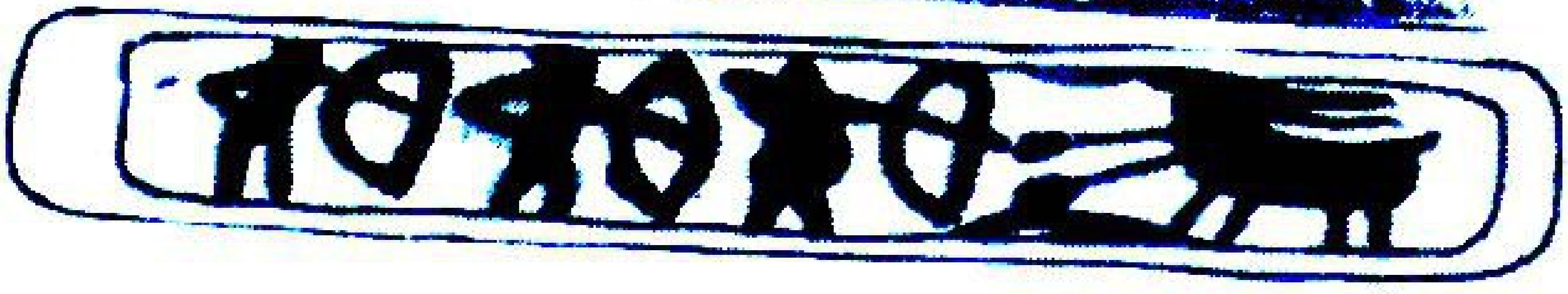

۳

۴

۵

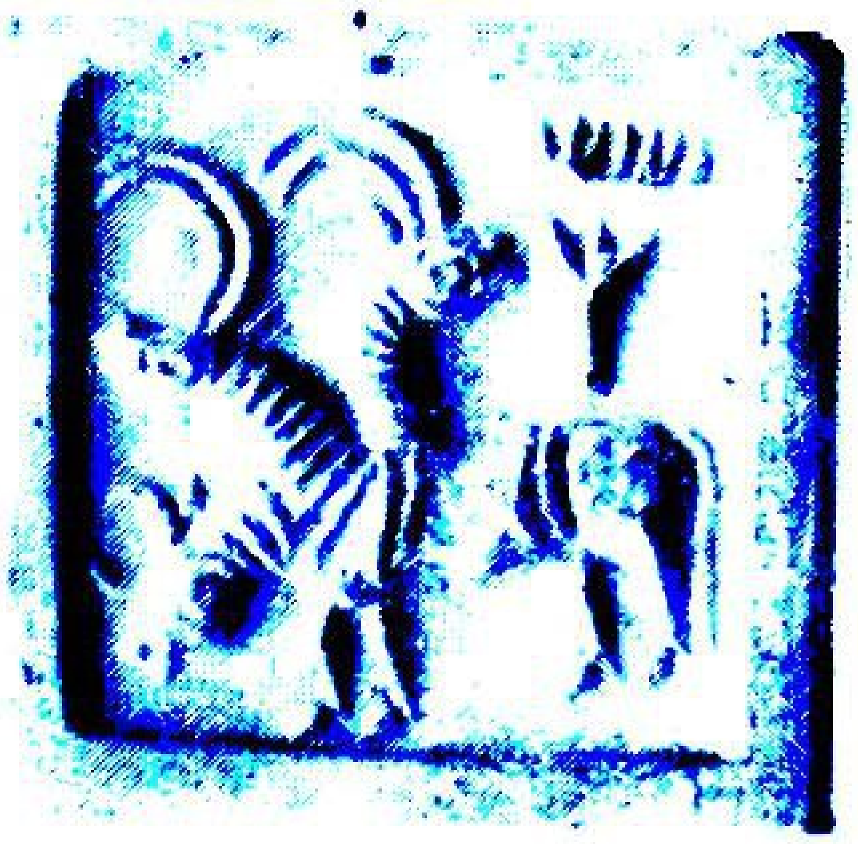

پلیٹ نمبر ۲۲ - مہریں (نمبر ۱ مہر کے دو رخ)

Marfat.com

وادیٔ سندھ کے لوگوں کے کسی خاص عقیدے سے متعلق ہوں۔

سانڈ، کوھان والے اور بغیر کوھان کے بیل ھندو مذھب میں شیو سے متعلق ھیں۔ شیو مت کے لوگ اسکی پرستش کرتے ھیں اور سال میں کم از کم ایک مرتبہ تہوار کے موقع پر اسکی پوجا کرلیتے ھیں۔ سانڈ کو داغ کر شیو کے نام پر آزاد کردینا کارثواب سمجھا جاتا ھے اور یہ عقیدہ بھی عام ھے کہ مرنے کے بعد دوسرے عالم میں یہ سواری کا کام دیگا۔ ویدک عہد اور بالخصوص آریایٔ دیومالا میں اسکا یہ مقام نہیں ھے اور نہیں کہا جاسکتا کہ وادیٔ سندھ کے لوگ اس سے کیا عقائد وابستہ رکھتے تھے۔

بہت سی مہروں پر گینڈوں کی تصویریں کندہ ھیں۔ (پلیٹ نمبر ۲۰-۱) آجکل گینڈا بر صغیر ھندو پاکستان میں کم و بیش معدوم ھوچکا ھے اور اسکی قدیم تقدیس کی بھی کوئی خاص شہادت موجود نہیں لیکن ابتک لہوٹا ناڈ قوم کے لوگ گینڈے کی ھڈی اپنے کھیتوں کے قریب اس غرض سے دفن کیا کرتے ھیں کہ آنکے عقیدے کے مطابق ایسا کرنے سے کھیت کی پیداوار بڑھتی ھے۔

اس بات کے شواھد بھی ملے ھیں کہ یہ لوگ سانپ یعنی ناگ دیوتا کو بھی متبرک مانتے تھے۔ ھڑپہ میں سانپ

Marfat.com

کی ایک بہت واضح تصویر ملی ہے۔ اسکے علاوہ مہروں پر بھی سانپ کی تصویریں بنائی گئی ہیں۔ ایک مہر پر ایک دیوی کے سامنے دو آدمی سجدہ کرتے دکھائے گئے ہیں انکے پیچھے ایک سانپ پھن پھیلائے لیکن گردن جھکائے دکھایا گیا ہے (پلیٹ نمبر ۱۹ - ۸) ایک مہر پر ایک چھوٹی سی چوکی کے سامنے ایک سانپ کی تصویر ہے۔ اس چوکی پر ایک برتن رکھا ہے جس سے شاید یہ ظاہر کرنا مقصود ہےگویا سانپ کے لئے دودھ رکھا گیا ہے۔ ویدک عہد میں سانپ کا عقیدہ نہیں پایا جاتا لیکن بعد کے دور میں ناگ کی تصویر یا مجسمے کو کسی دیوی یا دیوتا کے سامنے اظہارِ عقیدت کرتا ہوا دکھانا فنکاری کا محبوب ترین نمونہ سمجھا جاتا ہے۔ یہ بات بھی لطف سے خالی نہیں کہ فنکاری اور حکایات میں ناگ کا پانی سے بڑا گہرا تعلق ہے چنانچہ سانپ کی پرستش کے بارے میں ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ وہ پانی کی روح تسلیم کئے جاتے ہیں۔ ممکن ہے زہریلے ہونے کے خوف کے باعث اُن کا مقدس ہونا تسلیم کیا گیا ہو۔ سانپوں کے بارے میں ہزاروں معتقدات ہیں لیکن اس کا فیصلہ مزید تحقیق کا محتاج ہے ان میں سے کونسا عقیدہ وادیٔ سندھ سے بالخصوص متعلق تھا۔

ہڑپہ سے دریافت شدہ ایک معین نما دو رخی مہر پر ایک طرف تو ایک دوسرے کو کاٹتے ہوئے دو خطوط بنائے گئے ہیں دوسری طرف ایک عقاب بنا ہے جسکا سر بائیں جانب

Marfat.com

مڑا ہوا ہے۔ اسکے دونوں بازؤں پر ایک ایک سانپ بھی نظر آتا ہے (پلیٹ نمبر ۲۲ - ۱) یہ نشان مسوپٹامیہ میں بھی پایا جاتا ہے سوس، شام اور تل بارک میں بھی ایسے ہی نشانات ملتے ہیں سوس میں یہ 'نن گرسون' ہے جو 'نم اسپ' کا آسمانی شکاری روپ ہے ۔ ہندوستان میں یہ 'گرودا' کا ہم اصل ہوگا۔ گرودا وشنو کی سواری ہے اور ہمیشہ اپنے منہ میں سانپ لئے اڑتا دکھایا جاتا ہے۔

یہ لوگ فاختہ کو بھی متبرک مانتے تھے۔ اسکے مجسمے عام طور پر سنگھاسن پر رکھے ہوئے ملے ہیں۔ فاختہ مسوپٹامیہ اور کریٹ میں بھی متبرک خیال کی جاتی تھی ۔

ہندو اور دوسرے قدیم مذاہب میں ہر دیوتا کی سواری کے لئے ایک خاص جانور مخصوص ہے۔ مثلاً برھما راج ہنس پر سوار ہوتے ہیں، شیو بیل پر، شیو کی زوجہ درد شیر پر، شیو کا بیٹا گنیش چوھے پر اسی طرح بعض جانور دیوی دیوتاؤں سے منسوب کئے گئے ہیں یا انکی علامت قرار دئے گئے ہیں۔ یونانیوں کا عقیدہ تھا کہ کبھی کبھی دیوتا جانوروں کے بھیس میں آتے ہیں چنانچہ یونان میں مانات استھر کی، بیل زیوس کی، گائے ھیرا کی. سور ڈیمیٹر کی، چوھا اپالو کی، گھوڑا پوزیڈان کی، ھرن ارسمیٹس کی اور فاختہ آیفروڈائٹ کی شبیہ مانے جاتے تھے ۔ مگر معلوم نہیں وادی' سندھ کے دیوتا بغیر سواری سفر کرتے تھے یا انکی اپنی

Marfat.com

سواریاں بھی تھیں اور یہ بھی ٹھیک سے نہیں کہا جاسکتا کہ ان دیوتاؤں سے کون کون سے جانور منسوب تھے ۔

دوسرے عقائد

وادیٔ سندھ کے لوگوں کے اعتقادات میں پانی کو مقدس تصور کیا جاتا تھا یا نہیں ، اس کا فیصلہ مشکل ہے ۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ موھنجوداڑو کے لوگوں کے یہاں اس کی خاص اھمیت تھی اس کا اندازہ غسلخانوں اور نہانے دھونے کے اس عام انتظام سے کیا جاسکتا ہے جو تمام مکانوں اور پبلک مقامات پر کیا جاتا تھا ۔ موھنجوداڑو سے زیادہ کسی دوسرے پرانے شہر میں نہانے دھونے کا ایسا انتظام نظر نہیں آتا ۔ یہ بہت ھی اھم اھتمام و انتظام اس بات کی دلیل ہے کہ یہ امر یقیناً مذھبی نقطہ خیال سے ضروری سمجھا جاتا ھوگا ۔ اور یہ کہنا کہ اس انتظام کا موجب مذھبی نقطہ نگاہ تھا کچھ غلط بھی نہیں کیونکہ مدت دراز سے برصغیر ھند و پاکستان میں تالاب چشمے اور دریاؤں کا غسل مذھبی تخیل اور معتقدات کی بنا پر رائج رہا ہے چنانچہ کٹر ھندو آج بھی علی الصباح کسی دریا اور اگر دریا نہ ملے تو تالاب یا کنویں یا مکان ھی کے پانی سے غسل کرنا ضروری سمجھتے ھیں کیونکہ اس سے ایک دن کے گناہ دھل جاتے ھیں اور گنگا اشنان سے تو ساری زندگی کے گناہ

Marfat.com

تک ڈھل جاتے ہیں - پانی ہندوں میں پاک اور پوتر سمجھا جاتا ہے لیکن اسکے معنی پانی کی پرستش نہیں ہیں - دریاوں کی پرستش بالکل جدا عقیدہ ہے -

گنگا اور جمنا کو دیوی سمجھ کر اہل ہنود انکی پرستش کرتے ہیں لیکن آزادی سے قبل دریا پنتھیوں کا سب سے بڑا مقدس مقام سندھ میں تھا اور ہوسکتا ہے کہ دریائے سندھ کی پرستش کی یہ رسم بہت قدیم ہو کیونکہ دریاوں کی پرستش عالمگیر اعتقاد رہا ہے اور یہ بعید از قیاس نہیں کہ وادیٔ سندھ کے لوگ دریائے سندھ کو قابل پرستش سمجھتے ہوں -

بہت سی مہروں پر گھڑیال کی تصویریں بھی بنائی گئی ہیں (پلیٹ نمبر ۱۹ - ۲) - بعض کے دانتوں کے درمیان مچھلی بھی دبی ہوئی دکھائی گئی ہے - ہوسکتا ہے کہ انکو دریائی دیوتا سمجھا جاتا ہو کیونکہ عہد قدیم میں بہت سی قومیں گھڑیال کو متبرک مانتی اور اسکی پوجا کرتی تھیں - مدھ پردیش کے سونجھر لوگ اب بھی گھڑیال کو زندہ پکڑ کر اسکی پوجا کرتے ہیں اور پوجا کے بعد اسکو پھر دریا میں چھوڑ دیتے ہیں - بعض جنگلی قومیں لکڑی کے گھڑیال بنا کر دو کھمبوں سے لٹکا دیتے ہیں اور اسکی پوجا کرتے رہتے ہیں گھڑیال کی دو قسمیں ہیں ایک گھڑیال دوسرا مگر اور ان دونوں کی پوجا کیجاتی ہے -

Marfat.com

کئی مہروں پر سواستکا کا نشان بھی ملا ہے (پلیٹ نمبر ۲۰-۲)
یہ نشان ایلام کے ابتدائی عہد میں بھی عام تھا اور متبرک تصور کیا جاتا تھا ۔ سواستکا سے آریاوں کا تعلق بعد کا عقیدہ ہے ۔

دیوتاؤں اور روحوں کو خوش کرنے کیلئے رقص و سرود خاص مذہبی اہمیت رکھتے ہیں ۔ چنانچہ وادیٔ سندھ میں بھی ایسی مہریں ملی ہیں جن میں ایک آدمی ڈھول بجاتا اور کچھ لوگ ناچتے دکھائے گئے ہیں ۔ ایک مہر پر ایک آدمی ایک شیر کے سامنے ڈھول یا مردنگ بجاتا دکھا گیا ہے (پلیٹ نمبر ۱۹ - ۴) ایک مہر پر ایک ارنے بھینسے کے سامنے ایک عورت ناچتی دکھائی گئی ہے ۔ یہ بات یقین سے نہیں کہی جاسکتی کہ وادیٔ سندھ میں دیو داسیوں کا رواج بھی تھا ۔ لیکن دوسری قدیم تہذیبوں میں اسکا وجود اور وادیٔ سندھ میں کانسے کی بنی ہوئی رقاصہ کا مجسمہ ، مردنگ اور تھاپ دینے کی کھڑتال وغیرہ کی موجودگی اس خیال کو تقویت پہنچاتے ہیں کہ رقص یہاں کی عبادات کا ایک اہم جزو رہا ہوگا اور دیو داسیاں بھی ہوتی ہونگی ۔

Marfat.com

تدفین

Marfat.com

Marfat.com

وادیٔ سندھ کے باشندوں کے طریق تدفین کے بارے میں موھنجودارو کی بہ نسبت ھڑپہ سے زیادہ شواھد دریافت ھوئے ھیں - ھڑپہ کے یہ آثار وادیٔ سندھ کے آخری دور سے متعلق ھیں اور خیال کیا گیا ھے کہ ان میں سے بعض کا تعلق اس دور سے ھے جب موھنجودارو زوال پذیر ھو چکا تھا اور ھڑپہ کی آبادی میں بھی کافی نسلی تبدیلی آچکی تھی - موھنجودارو میں ابھی کوئی باقاعدہ قبرستان دریافت نہیں ھوا ھے - مختلف مقامات پر انسانی ڈھانچے ملے ھیں جنکے بارے میں یہ کہنا کہ انہیں دفن کیا گیا تھا شاید زیادہ درست نہ ھوگا ھوسکتا ھے کہ موھنجودارو میں جب مزید کھدائی کی

Marfat.com

جائے تو کوئی قبرستان برآمد ہوجائے اور یہ مسئلہ حل ہوسکے ہڑپہ میں کئی قبرستان ملے ہیں جن میں سے ایک قبرستان کو مدفن آر-۳۷[1] کہا گیا ہے- ایک دوسرا مدفن ایریا جی میں تھا اسی طرح 'مدفن آر ۳۷'، اور ہڑپہ کی فصیل کے درمیان ایک اور مدفن دریافت ہوا جسے مدفن ایچ[2] کہا گیا ہے- ان مدفنوں سے جو باقیات دریافت ہوئی ہیں ان کا مطالعہ ہمیں بتاتا ہے کہ وادیٔ سندھ میں تدفین کے تین طریقے رائج تھے- یعنی- مکمل تدفین[3] ۲- جزوی تدفین[4] اور ۳- خاکستری تدفین[5]-

مکمل تدفین

مکمل تدفین سے مراد یہ ہے کہ پوری لاش کو دفن کر دیا جاتا تھا- ان لاشوں کے ہمراہ ظروف گلی، منکے سیپ کے چمچ، ہاتھی دانت کے ٹکڑے اور چھوٹے چھوٹے برتن زاد راہ آخرت کے طور پر دفن کئے جاتے تھے-

ہڑپہ میں جب ۱۹۳۷ اور ۱۹۴۶ کے درمیان کھدائی کی گئی تھی تو فصیل کے جنوب میں ایک نسبتاً بلند مقام سے ستاون قبریں برآمد ہوئی تھیں- اس علاقہ کو

---

1 Cemetry R—37.
2 Cemetry—H
3 Complete Burials.
4 Fractional Burials
5 Post Cremation Burial.

Marfat.com

مدفن آر - ۳۷ کہا جاتا ہے - اس قبرستان میں بہ استثنائے
چند لاشیں عموماً شمالاً جنوباً رکھی گئی ہیں - انکے سر مسلمان
مردوں کی طرح شمال کی طرف اور پیر جنوب کی طرف
ہیں اور ہر قبر میں پندرہ بیس اور بعض بعض جگہ تو چالیس
چالیس ظروف گلی بھی دفن ملے ہیں - بعض لاشیں زیورات
پہنے دفن کی گئی ہیں یہ زیورات سنگ صابوں اور عقیق کے
منکوں کے ہار، تانبے کی انگوٹھیوں اور تانبے کے پتلے تار کی
بالیوں پر مشتمل ہیں کہیں کہیں آرائش و زیبائش کا سامان
مثلاً تانبے کے دستے دار آئینے، کاجل لگانے کی سلائیاں اور سیپ
کے چمچ بھی دفن پائے گئے ہیں - ایک قبر میں پیروں کی طرف
مٹی کا دیا اور مرغ کی ھڈیاں بھی رکھی ہوئی تھیں - عام طور
پر یہ اثاثہ لحد نچلے قسم کا ہوتا تھا - ان تمام قبروں میں
دو قبریں نسبتاً زیادہ اہم ہیں جن میں سے ایک قبر میں اندرونی
جانب نچی اینٹیں جڑی ہوئی ہیں جو لاش کے چاروں طرف تابوتی
صندوق سا بناتی ہیں - تدفین کا یہ طریقہ اسی عہد میں جنوبی
بلوچستان میں نال کے مقام پر بھی رائج تھا - دوسری
قبر میں ایک زنانہ لاش لکڑی کے ایک تابوت میں رکھ
کر دفن کی گئی ہے - یہ تابوت سات فٹ لمبا پیروں کی
طرف دو فٹ اور سرھانے ڈھائی فٹ چوڑا تھا - اور ڈیڑھ انچ
موٹے دیودار کی لکڑی کے تختوں سے بنایا گیا تھا - ھڈیوں
کے اوپر راکھ کے رنگ کی ایک تہ سی جمی ہوئی تھی

Marfat.com

جس سے یہ اندازہ لگتا ہے کہ شاید لاش کو نرکل یا سرکنڈوں کے کفن میں لپٹایا گیا تھا ۔ ڈھانچے کے دائیں ہاتھ کی بیچ کی انگلی میں تانبے کی ایک سادی انگوٹھی پڑی ہوئی ملی تھی اور سیپ کا بنا ہوا ایک چھلا کا سہ سر کے بائیں جانب اور دو چھلے بائیں کاندھے کے اوپر پڑے تھے غالباً یہ کان کی بالیاں ہونگی ۔ اس قبر میں سینتیس برتن رکھے تھے جن میں صرف ایک برتن تابوت کے اندر اور باقی برتن بے ترتیبی سے سرھانے پڑے تھے ۔ یہ قبر بر صغیر ھند و پاکستان میں اپنے طرز کی واحد قبر ہے اور سارگن اور قبل سارگن دور یعنی تقریباً ۲۳۰۰ قبل مسیح کے مسوپٹامیہ کے تابوتی لحدوں سے مماثلت رکھتی ہے ۔

بلوچستان میں نال اور شاھی ٹمپ میں بھی مکمل تدفین کے آثار ملے ھیں۔ نال میں مکمل ڈھانچوں کے ساتھ ساتھ اسی عہد کے جزوی تدفین کے آثار پائے گئے ھیں ۔ لاشوں کے ھمراہ لاتعداد برتن بھی ملے ھیں جن میں کھانے اور دوسری دنیا یا سفر آخرت میں کام آنے والی بہت سی چیزیں دفن کی گئی ھیں شاھی ٹمپ میں لاشوں کو پشت یا بغل کے بل پر دفن کیا گیا ہے اور ان کے سرھانے یا پیروں کی طرف بھی ایسے برتن دفن کئے گئے ھیں جن میں دنبے یا بکریوں کی ھڈیاں دفن کی گئی ھیں ان کے علاوہ پتھر کے منکے، تانبے کی بسولیاں، نیزوں کے سر اور دوسری اشیا بھی پائی گئی ھیں ۔

Marfat.com

جزوی تدفین

جزوی تدفین سے مراد وہ طریق تدفین ہے جس میں لاش کو کھلی فضا میں چھوڑ دیا جائے اور اس کا گوشت و پوست سڑنے کے بعد کیڑوں مکوڑوں کی غذا بن جائے اور صرف ہڈیاں بچ رہیں اور ان بچی کھچی ہڈیوں کو دفن کر دیا جائے ۔ موہنجودارو میں اس کی مثال ایچ ۔ آر رقبہ کے ایک مکان سے دریافت شدہ ڈھانچے کے اجزا ہیں ۔ یہاں ایک ٹوٹے ہوئے مٹی کے برتن میں ایک کاسہ سر رکھا ہوا ملا تھا ۔ قریب ہی ہڈیوں کے چند ٹکڑے پڑے تھے مٹی کے برتن ، چقماقی اوزار ، سیپ کا چمچ ، ہاتھی دانت کے ٹکڑے اور چند چھوٹے برتن بھی پائے گئے تھے یہ کاسہ سر موہنجودارو کے وسطی عہد کے مکان کے فرش کے نیچے سے دریافت ہوا تھا ۔ اس برتن پر بارہ سنگھے ، پیپل کے پتوں والی شاخوں اور دوسری قسم کے نقوش بنائے گئے ہیں ۔ ایسے نقوش نال ، جمدت نصر اور دوسری جگہوں پر بھی دریافت ہوئے ہیں ۔ وی ۔ ایس ۔ ایریا میں ایسے مدفن دریافت ہوئے ہیں ۔ ایک جگہ بہت سی انسانی ہڈیاں مٹی کے ظروف ڈلی ۔ پکائی ہوئی مٹی کے جانوروں کے مجسمے منکے ، چقماقی اوزار اور دوسری اشیا کے ہمراہ ملی ہیں ۔ چند برتنوں میں جلی ہوئی ہڈیاں بھی رکھی ہوئی ہیں ۔

Marfat.com

ہڑپہ میں سو سے زیادہ جزوی تدفین کے آثار دریافت ہوئے ہیں جن میں سے ٹیلہ اے۔ بی کی دوسری تہ کی باقیات موہنجوداڑو کی ہمعصر ہیں یہاں دو کاسہ سر، ایک نچلا جبڑا، چند دوسری ہڈیاں اور ایک ٹوٹا ہوا آرتی تھالا ایک مکان کے کونے میں دفن ملا تھا۔ اس کے دو طرف اینٹوں کا بنا ہوا حاشیہ ہے جو شاید قبر بنائے جانے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اسی طرح ایریا جی میں مدفن ایچ کی نچلی تہوں میں ۱۰ کاسہ سر جانوروں کی ہڈیاں اور مختلف قسم کے مٹی کے برتن دریافت ہوئے ہیں۔

ہڑپہ کا سب سے اہم قبرستان مدفن۔ ایچ ہے۔ یہ مدفن آر ۳۷ اور فصیل کے درمیان واقع ہے۔ اس میں دو تہیں ہیں نچلی تہ موجودہ اوپری سطح سے چھ فٹ نیچے ہے اور بالائی تہ سطح زمین سے دو یا تین فٹ نیچے ہے۔ نچلی تہ میں تقریباً دو درجن ڈھانچے ملے ہیں ان کے گھٹنے مڑے ہوئے اور سر مشرق یا شمال مشرق کی جانب ہیں۔ ان میں سے چند لاشیں جزوی طور پر دفن کی گئی ہیں۔ بالائی سطح پر کھوپڑیاں اور لمبی ہڈیاں بڑے خاکدانوں میں رکھ کر دفن کی گئی ہیں بچوں کی پوری کی پوری لاشیں خاکدان[1] میں رکھکر دفن کی گئی ہیں۔

---

۱ مٹی کے وہ بڑے مٹکے جن میں لاشیں ہڈیاں یا کاسہ سر رکھ کر دفن کئے جاتے تھے

Marfat.com

ان برتنوں کے منہ ڈھکن سے بند کر دئے جاتے تھے ۔ ان خاکدانوں کی نقاشی وادیٔ سندھ کے دوسرے ظروف سے مختلف ہے ۔ ان کے اوپری حصوں میں پٹیاں بنائی گئی ہیں ۔ ان کے نیچے دلچسپ نقوش پر مشتمل چوڑی پٹیاں ہیں ۔ ایک ایسے انسان کی شکل بنائی گئی ہے جسکی شکل چڑیوں کی چونچ کی طرح ہے یہ انسان یا دیوتا دو بیل پکڑے ہوئے ہے ان بیلوں کے پیچھے کتا ، اڑتا ہوا مور اور ایک کافی بڑی بکری کی تصویر بنائی گئی ہے بکریوں کے سینگوں پر آٹھ ترسول بنے ہیں ۔ بعض تصویروں میں مور کے پیٹ میں لیٹے ہوئے انسان کا خاکہ بنایا گیا ہے ان نقوش میں ویدک عہد کے ان تصورات کی جھلک ملتی ہے جنکی رو سے انسانی روح کو آسمان پر لے جانے کے لئے اس قسم کی سواریوں کی اعانت کی ضرورت محسوس کی جاتی تھی[1]۔

خاکستری مدفن

لاشوں کو جلا کر انکی راکھ کسی برتن میں رکھکر دفن کرنے کو خاکستری مدفن کہا گیا ہے ۔ یہ راکھ چوڑے منہ والے ایسے برتنوں میں رکھی جاتی تھی جو گھریلو استعمال کے برتنوں سے مختلف ہوتے تھے ۔ ان میں انسانی ہڈیاں خال خال ہی ملی ہیں اور ہڈیوں کی موجودگی اہم بھی نہیں کیونکہ مقصد تو راکھ دفن کرنا تھا ۔ ان خاکدانوں

1 Wheeler The Indus Civilization: P.p 49-50

Marfat.com

میں مختلف چھوٹے چھوٹے برتن مثلاً پیالیاں، تشتریاں، نوکیلے پیندوں والی صراحیاں، پکائی ہوئی مٹی کے جانور، مہریں بکری، بھیڑوں اور مچھلیوں کی ہڈیاں چقماق اوزار اور کوئلہ وغیرہ پائے گئے ہیں۔ ایک مکان سے دریافت شدہ خاکدان میں چند جھلسی ہوئی انسانی ہڈیاں جس میں ایک کاسہ سر اور ہاتھ کی انگلیوں کی ہڈیاں ہیں اور چند صراحیاں ملی ہیں۔ ہڑپہ میں موہنجودارو سے زیادہ خاکدان ملے ہیں موہنجودارو میں ایسے خاکدان صرف چھ مقامات پر دریافت ہوئے ہیں۔

موہنجودارو میں مختلف مقامات پر بہت سے ڈھانچے دریافت ہوئے ہیں جن کے بارے میں یہ قیاس کیا گیا ہے کہ وہ کم و بیش کسی نہ کسی حادثہ کا شکار ہوئے تھے۔ ایچ۔آر۔ ایریا میں ایک مکان کے فرش کے نیچے سے ۱۴ ڈھانچے دریافت ہوئے تھے۔ ان میں سے ۱۳ ڈھانچے مردوں اور عورتوں کے اور ایک ڈھانچہ بچے کا تھا۔ ان کے ہمراہ سیپ کے بنے ہوئے زیورات، تانبے کے کڑے اور انگوٹھیاں اور منکے بھی ملے تھے چند ہڈیوں میں زیورات پروئے ہوئے پائے گئے تھے جن سے یہ اندازہ لگتا ہے کہ مرتے وقت یہ لوگ یہ زیورات پہنے ہوئے تھے۔ چھ ڈھانچے وی۔ایس۔ ایریا میں ملے ہیں۔ ان میں سے ایک ڈھانچہ بچہ کا ہے۔ ایک ڈھانچہ مردوں والی گلی میں پایا گیا تھا۔ لیکن شاید ان میں سے ایک لاش بھی دفن نہیں کی گئی تھی بلکہ یہ کسی

Marfat.com

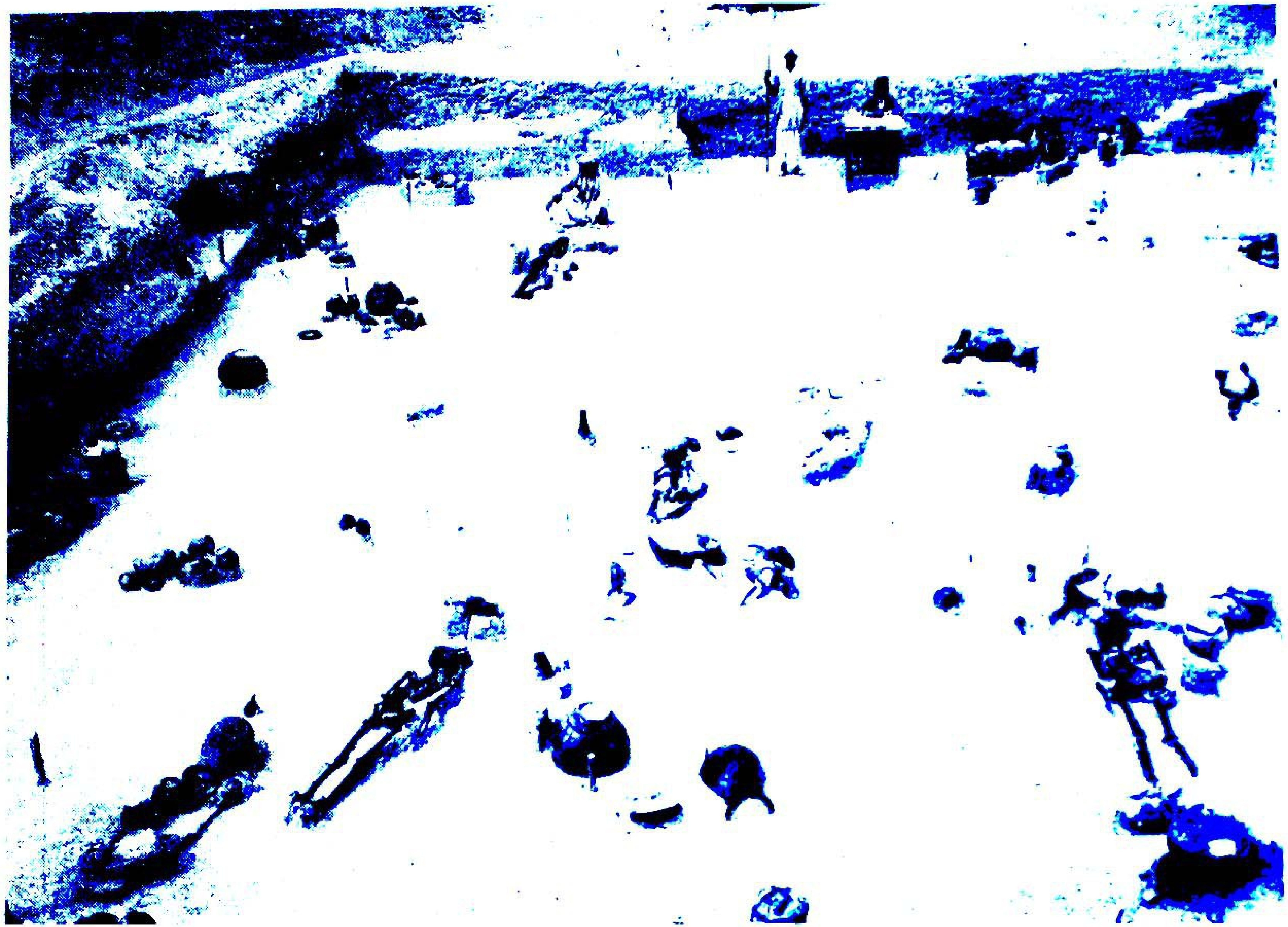

پلیٹ نمبر ۲۳ - الف - ہڑپہ - مدفن آر - ۳۷

Marfat.com

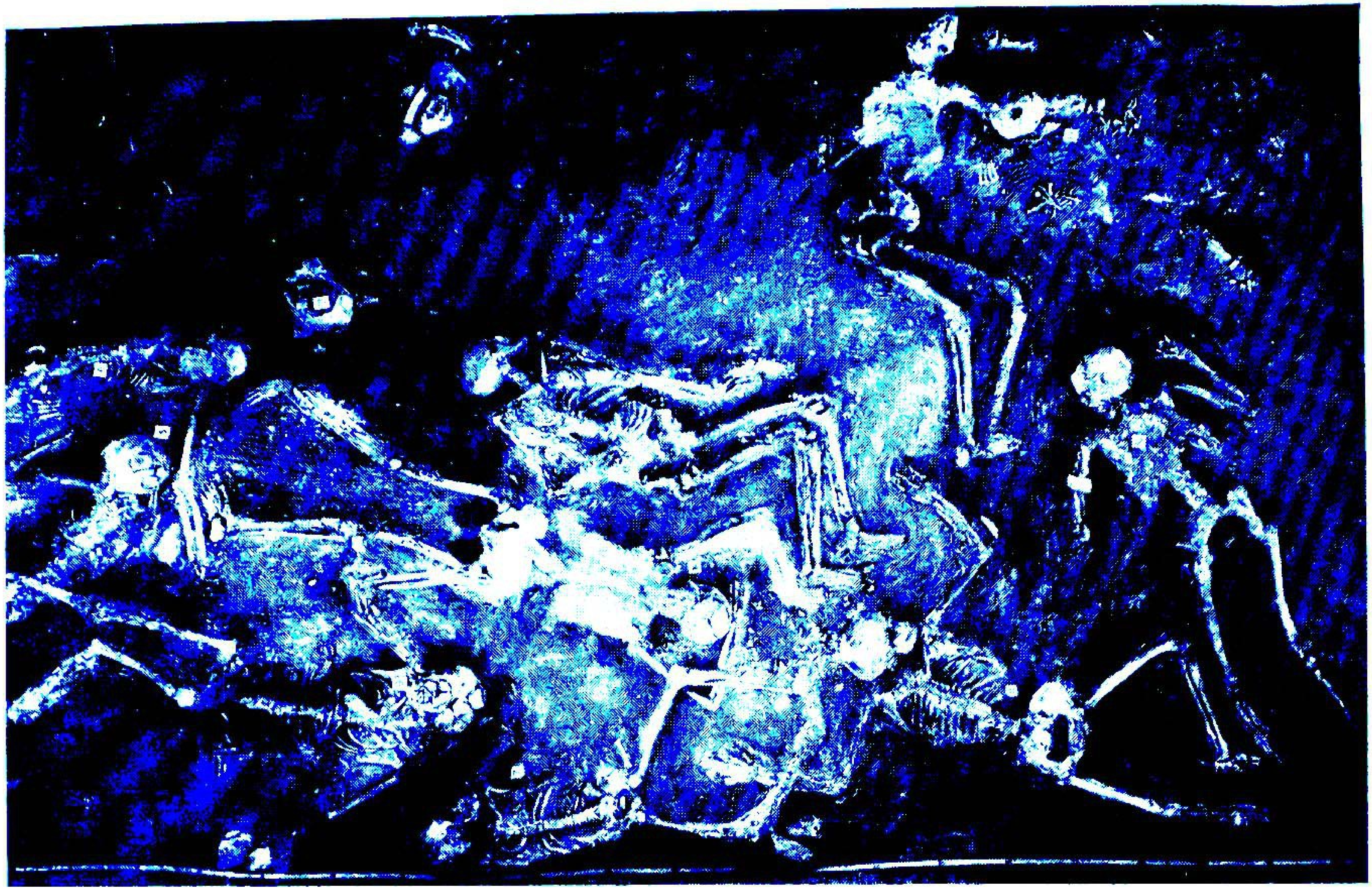

پلیٹ نمبر ۲۳ - ب - موہنجوداڑو — چند لاشیں

Marfat.com

نہ کسی بلائے ناگہانی کا شکار ہوئے اور انسانی ہاتھوں سے دفنائے جانے کے بجائے دست قدرت نے انہیں دفن کیا چنانچہ ان لاشوں سے وادیٔ سندھ کے لوگوں کے طریق تدفین کے بارے میں کوئی نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا ۔

ہڑپہ اور موہنجوداڑو بین الاقوامی نوعیت کے شہر تھے ظاہر ہے کہ یہاں مختلف نسلوں اور مختلف اقوام کے لوگ آباد رہے ہوں گے ان لوگوں کی رسموں، اعتقادات اور زمانہ میں تفاوت ہوگا اسلئے انکے رسوم تدفین میں بھی لازماً فرق رہا ہوگا ۔ چنانچہ ہوسکتا ہے کہ وادیٔ سندھ کے باشندوں میں سے کچھ لوگ اپنے مردوں کو دفن کرتے اور انکے ہمراہ اثاثہ لحد بھی رکھ دیتے تھے ۔ کچھ لوگ اپنے مردوں کو کھلی فضا میں رکھ دیتے تھے اور گوشت پوست الگ ہو جانے کے بعد ہڈیوں کو اکٹھا کر کے گھڑوں میں رکھکر دفن کر دیتے تھے ۔ اور کچھ لوگ ان کو جلا کر راکھ اور ہڈیاں خاکدانوں میں رکھکر دفن کرتے تھے ۔ نہیں کہا جاسکتا کہ مردوں کو دریا میں بہانے کا رواج بھی تھا ۔

Marfat.com

Marfat.com

لسانی جائزہ

Marfat.com

Marfat.com

وادیٔ سندھ کے لوگوں کے نسلی جائزہ اور انکی جسمانی ساخت کا اندازہ ان دو قسم کی باقیات کا تجزیہ کرنے سے لگ سکتا ھے جو انکے کاسہ سر اور ڈھانچوں اور کانسے یا پتھروں کے بنے ھوئے انسانی مجسموں پر مشتمل ھیں - موھنجوداڑو، ھڑپہ، چنہوداڑو میں تقریباً ۵۰ کاسہ سر اور ڈھانچے اور لاتعداد فشردہ ھڈیاں مختلف مقامات اور مختلف حالات میں پائے گئے ھیں - ان میں سے چند تو باقاعدہ دفن کئے گئے ھیں اور بیشتر کسی ناگہانی حادثے کا شکار ھوئے ھیں - باقاعدہ دفن شدہ باقیات اس تہذیب کے سب سے اھم مدفنوں یعنی ھڑپہ کے ایریا - جی اور مدفن - آر - ۳۷ سے

Marfat.com

دریافت ہوئے تھے لیکن افسوس ہے کہ ان ڈھانچوں کا نہ تو ابتک کوئی تفصیلی جائزہ ہی لیا گیا ہے اور نہ کوئی تفصیلی رپورٹ ہی شائع ہوئی ہے۔ چنانچہ لے دے کر ہمیں موہنجوداڑو کی گلیوں اور مکانوں سے دریافت شدہ ڈھانچوں کی تحقیق کی رپورٹ پر تکیہ کرنا پڑے گا۔ یہ تحقیقات مارشل، میکے، کرنل سیول اور مسٹر گوھا نے شائع کی ہیں اور ان کی رپورٹ سے پتہ چلتا ہے کہ موہنجوداڑو میں آسٹریلوی، بحرروسی، الپائینی اور منگولی گویا چار مختلف نسلوں کے لوگ آباد تھے۔ دریافت شدہ کھوپڑیوں میں آدھے سے زیادہ کم و بیش ایک ہی نسل کے لوگوں سے تعلق رکھتی ہیں اور انکو بحرروسی نسل سے متعلق کیا گیا ہے۔ پروفیسر اسٹورٹ پگٹ نے بحر روسی لوگوں کے بارے میں لکھا ہے[1]۔

"موجودہ زمانہ میں یہ لوگ آئیبیریا سے ہند تک بڑی تعداد میں پھیلے ہوئے ہیں اس جنس کے خصوصی نمونے فلسطین کے اندر نطوفی دور میں ملتے ہیں۔ یہ گروہ شمالی افریقہ کے جنوبی ڈھلوان اور ایشیا کے اندر ایک دوسرے سے ممتاز ہوا ہوگا۔ قبل فراعنہ کے لوگ اسی جنس سے تعلق رکھتے تھے۔ اس گروہ کے خالص ترین نمائندے عرب کے

---

1 Piggott Stuart—Prehistoric India ; P.P. 145—146

Marfat.com

جزیرہ نما میں ملتے ہیں یہ لوگ ہندوستان کے اندر شمال کی آبادیوں میں، نیز دوسرے مقامات کی اعلیٰ جاتیوں میں بھی ملتے ہیں - یہ میانہ قد بھی ہوتے ہیں بلند و بالا بھی - رنگ سانولا بھی زیتونی قسم کا بادامی بھی - کھوپڑی اور چہرہ لمبوترا ، اٹھے بانسے کی ستواں ناک ، بال کالے ، آنکھیں بڑی بڑی کشادہ ، کالی بھی اور بادامی بھی ، بدن کی ساخت نحیف - اثری شہادتیں ظاہر کرتی ہیں کہ یہ لمبوتری کھوپڑی والے بحر روسی لوگ ممالک سیالک ، اناو ، العبید علی شہر ، وغیرہ مغربی ایشیا کی قدیم ترین کاشتکار آبادیوں میں ہر جگہ موجود تھے - العبید کی کھوپڑیاں موہنجوداڑو کی کھوپڑیوں سے نمایاں قرابت رکھتی ہیں - "

کرنل سیول کے اندازے کے مطابق وادیٔ سندھ میں اس نسل کے مردوں کی لمبائی پانچ فٹ سوا چار انچ اور عورتیں چار فٹ نو انچ سے لیکر چار فٹ سوا چار انچ تک لمبی ہونگی -

تین کاسہ سر پروٹو اسٹرلائڈ[1] یا آسٹریلوی نسل کے ملے ہیں - یہ لوگ یہاں کے قدیم یا اصلی باشندے رہے ہوں گے یہ چھوٹے قد کے ہوتے تھے اور کرنل سیول کے اندازے کے مطابق انکی لمبائی اوسطاً پانچ فٹ ایک انچ ہوتی تھی - انکا رنگ گہرا سیاہ بال سیاہ لہرئے دار اور گھنگریالے سر

1 Proto-Australoids

Marfat.com

لمبا ناک چوڑی اور چپٹی هونٹ موٹے اور گوشت سے بھرے هوئے هوتے تھے۔ اس نسل کے لوگ آج بھی وسطی اور جنوبی هندوستان میں پائے جاتے هیں اور برهمن ان سے اچھوتوں جیسا سلوک کرتے هیں۔

منگول نسل کا صرف ایک کاسه سر ملا هے موهنجودارو سے دریافت شده کھوپڑیوں میں ایک کو یقین کے ساتھ اور تین کو شبه کے ساتھ الپائینی[1] قرار دیا گیا هے۔

ایریا۔ جی اور مدفن۔ آر۔ ۳۷ سے دریافت شده ڈھانچوں کے سرسری جائزے سے جو نتائج اخذ کئے گئے هیں ان سے پته چلتا هے که یه اس نسل کے لوگوں پر مشتمل هے جنکے سر بڑے اور لمبوترے یا بیضوی هیں کھوپڑی کی بالائی هڈی اونچی چهرا لمبوترا اور ناک چوڑی هے اور یه موهنجودارو کے آسٹریلوی نسل کے لوگوں سے مشابه هیں۔

اس سلسلے میں رهنمائی کرنے والی دوسری باقیات پتھر اور کانسے کے بنے هوئے انسانی مجسموں پر مشتمل هیں لیکن ان سے قابل اعتماد نتائج اخذ کرنا مشکل هے اور پھر ان نتائج کے پیش نظر کھوپڑیوں اور ڈھانچوں سے انکا تقابل زیاده صحیح نہیں هوسکتا۔ کیونکه یه مجسمے نقل مطابق اصل کے اصول پر نہیں بنائے گئے هیں

1 Alpinoids

Marfat.com

ان کے خد و خال زیادہ واضح نہیں ہیں - بہرحال موہنجودارو سے دریافت شدہ چار مجسمے قابل غور ہیں - پہلا تو کانسے کا بنا ہوا رقاصہ کا مجسمہ جسکی زلفوں کی آرایش اور دوسری سجاوٹ جنوبی بلوچستان کے کلی کلچر کی پختہ مٹی کی بنی ہوئی مورتیوں سے مشابہ ہے - بھرے بھرے ہونٹوں والی یہ خاتون آسٹریلوی نسل سے متعلق کی جا سکتی ہے - آسٹریلوی نسل کے لوگوں کا سیاہ رنگ اور جنوبی بلوچستان کا قدیم نام 'گیڈروشیا'[1] یعنی 'سیاہ رنگ کے لوگوں کا ملک' کا تعلق بھی خالی از علت نہیں[2] -

چونا پتھر کا بنا ہوا ایک آدمی کے سر کا مجسمہ بھی اہم ہے (پلیٹ نمبر ۱۴ - ب) اسکی چھوٹی مگر پوری لہریئے دار داڑھی، سر پر چپکے ہوئے لہریئے دار بال جو جوڑے کی شکل میں کھینچ کر موباف سے باندھے گئے ہیں اس کے بحر رومی نسل سے متعلق ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہیں - ایک اور مجسمے کی آنکھیں اس کے منگول نسل کا فرد ہونے پر دلالت کرتی ہیں -

وادیٔ سندھ کے باشندوں کی نسل کے بارے میں محققین نے کچھ اور نظریئے بھی قائم کئے ہیں - چنانچہ ان کو

1 Gedrosia

2 Stuart Piggott — Prehistoric India; P. 148.

Marfat.com

دراوڑ، بروھی، سمیری، پانی، آشور، رواتی، واھیکے، داس ناگے اور آرئے وغیرہ بھی کہا گیا ہے[1] - اکثریت ایسے محققین کی ہے جو انہیں دراوڑ سمجھتے ہیں لیکن دراوڑ کا لفظ بر صغیر ہند و پاکستان میں غیر آریائی زبان بولنے والی تمام قوموں کے لئے استعمال کیا گیا ہے جس سے یہ بات بخوبی سمجھ میں آسکتی ہے کہ دراوڑ نسلی گروپ سے زیادہ لسانی گروپوں کا نام ہے چنانچہ یہاں کے وہ باشندے بھی جنکو پراچین ہندوستان کے باسی کہا جاتا ہے اور جو آج بھی وسطی اور جنوبی ہندوستان میں نیم وحشی زندگی بسر کرتے ہیں اور پروٹواسٹرلائڈ یا آسٹریلوی نسل سے تعلق رکھتے ہیں دراوڑ کہلاتے ہیں اور وہ باشندے بھی دراوڑ کہلاتے ہیں جنکو بحر روم کی نسل سے متعلق سمجھا جاتا ہے اور جنکے بارے میں یہ قیاس کیا گیا ہے کہ وہ ہندوستان میں آریوں کی آمد سے کئی ہزار سال پہلے داخل ہو چکے تھے - بروھی جو دراوڑی زبان بولتے ہیں ترکی ایرانی نسل کے ہیں[2] اور نسلی اعتبار سے وسطی اور جنوبی ہندوستان کی دراوڑی زبان بولنے والی دوسری نسلوں سے بالکل مختلف اور برصغیر ہند و پاکستان کی دوسری قوموں سے الگ ہیں چنانچہ یہ خیال کیا جا سکتا ہے

---

1 Vedic Age; P. 193.

2 Vedic Age; P. 195.

Marfat.com

کہ وادیٔ سندھ کے لوگ بروھی نہ تھے۔ سمیری لوگوں کی نسلی کیفیت کے بارے میں ابھی کوئی قطعی بات معلوم نہیں ہے البتہ موھنجودارو کے لوگوں سے اُن کے بہت قریبی تعلقات تھے اور یہ بات تسلیم کی جا سکتی ہے کہ وادیٔ سندھ میں کافی سمیری آباد تھے۔ پانی اور دوسری قوموں کے بارے میں اب تک ایسی کوئی ٹھوس دلیل پیش نہیں کی گئی ہے کہ ھم اُن کو کسی معلوم شدہ نسل سے متعلق کر سکیں۔ اس بات پر بھی تقریباً تمام محققین متفق ھیں کہ وادیٔ سندھ کی تہذیب آریوں کے برصغیر ھند و پاکستان میں وارد ھونے سے پہلے کی تہذیب ہے اس لئے ان کا آریہ ھونا یکسر غلط اور نسلی عصبیت کی ایک بھونڈی مثال ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

رسمُ الخط

Marfat.com

Marfat.com

قوموں اور ملکوں کی تاریخ میں زبان اور رسم الخط کا مسئلہ بڑی اہمیت رکھتا ہے اور ان کی ترقی و تنزل کے ساتھ ساتھ زبان اور رسم الخط کو بھی عروج و زوال ہوتا رہا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ جس قوم کو دنیا میں عروج نصیب ہوا اسکی زبان اور رسم الخط نے بھی عروج و ترقی کے منازل طے کئے اسی طرح اس قوم کے زوال کے ساتھ ساتھ اس کی زبان بھی روبہ انحطاط ہوتی گئی یہاں تک کہ ایک مخصوص دائرے میں محدود ہو کر مردہ ہو گئی اور پھر امتداد زمانہ کی بدولت نوبت یہاں تک پہنچی کہ نہ کسی نے اسے سنا اور نہ ہی کوئی صفحہ اسکے حروف سے اثر پذیر

Marfat.com

ہوسکا - البتہ کہیں پتھر اور اینٹ ، کہیں درخت کی چھال اور پتوں کہیں جانوروں کے چرسوں ، قبر کے الواح ، ظروف گلی ، دھات کے ٹکڑوں یا ویران عمارات کی بوسیدہ دیواروں پر آثار قدیمہ کے طور پر انکے نشانات باقی رہ گئے -

زبان خواہ زندہ ہو یا مردہ مورخ کے نقطۂ نظر سے اس کی اہمیت میں فرق نہیں پڑتا - بلکہ مردہ زبانیں جو سلف سے متعلق ہیں نسبتاً زیادہ تاریخی اہمیت رکھتی ہیں کیونکہ یہ اس زمانہ کی نا معلوم تاریخ مدون کرنے میں بڑی معاون ہوتی ہیں - البتہ ان زبانوں کو پڑھنے کیلئے بڑی کاوش کی ضرورت پڑتی ہے - اسی وجہ سے تقریباً ہر قدیم اور نا معلوم تحریر ابتدا میں غلط سلط پڑھی گئی لیکن علمائے لسانیات کی تحقیق نے اصل حقیقت کا انکشاف کر ہی لیا - اس محنت اور جانفشانی کا نتیجہ یہ ہوا کہ مصر ، سمیر ، ایلام اور یونان کی زبانیں پڑھ لی گئیں جس سے ان قوموں کی تاریخ زیادہ واضح ہو گئی -

وادیٔ سندھ کے فرزندوں کا بھی اپنا رسم الخط تھا اپنی زبان تھی اور اس میں لکھتے پڑھتے تھے لیکن افسوس کہ یہ زبان آج چند مہروں اور ظروف پر چند نشانات کے علاوہ کہیں محفوظ نہیں - ممکن ہے یہ تحریر دوسری چیزوں پر بھی ثبت کی جاتی ہو لیکن وہ سب تلف ہوچکی

Marfat.com

هیں اور انکے آثار آج نہیں ملتے - یہ دریافت شدہ تحریریں بہت مختصر هیں چنانچہ سب سے بڑی تحریر صرف سترہ حروف پر مشتمل ہے - یہ تحریریں تصویری نشانات ھیں جن کو آج تک پڑھا نہیں جاسکا کیونکہ ھم کو نہ تو ان لوگوں کی زبان معلوم ہے اور نہ ھی ان کا رسم الخط - اسکے علاوہ کسی ایسے کتبے کا پتہ بھی نہیں چل سکا ہے جس میں عبارت دو زبانوں میں لکھی ہو کہ ایک کی مدد سے دوسرا خط پڑھا جاسکے -

لیکن چونکہ اس تہذیب نے برصغیر ھند و پاکستان کی قدیم تاریخ کے بارے میں ھمارے تصورات کو یکسر بدل ڈالا ہے یہاں کے حالات سے حقیقی واقفیت حاصل کرنے کیلئے اسکا پڑھنا نہایت اھم اور ضروری سمجھا گیا اور بہت سے ماھر لسانیات نے اپنی تحقیق و تلاش اس موضوع پر مرکوز کی ہے - ان محققین میں سر فہرست مسٹر ویڈل[1] کا نام لیا جاسکتا ہے جن کا خیال ہے کہ وادیٔ سندھ کے رسم الخط کی سمیری رسم الخط سے بے انتہا مماثلت ہے ان کی رائے ہے کہ موھنجوداڑو کے لوگ آریا تھے چنانچہ انہوں نے وادیٔ سندھ کی مہروں کے نشانات کا سمیری رسم الخط کے نشانات سے تقابل کرنے کے بعد اسمیں ویدک عہد کے بزرگوں اور دیوتاؤں کے نام تلاش کرنے کی کوشش

---

1 Waddel, L.A—The Indo Sumerian Seals Deciphered

Marfat.com

کی - لیکن ان کا طریق مطالعہ اور ان کے نتائج غیر مکمل اور تشنہ تھے۔ اس کے بعد سر جان مارشل کی کتاب، موہنجودارو اینڈ انڈس ویلی سویلائزیشن، شائع ہوئی - اس میں رسم الخط پر دو ابواب شامل کئے گئے ہیں - ان میں پروفیسر لینگڈن[1] نے ایک نیا نظریہ پیش کیا اور اس رسم الخط کو برہمی زبان کے مماثل قرار دیا - لیکن یہ نظریہ صحیح نہیں کیونکہ برہمی زبان یقینی طور پر فیونیشی زبان سے مشتق ہے اور اس کا سندھی رسم الخط سے کوئی علاقہ نہیں - ایک اور محقق مسٹر گیڈ[2] کا خیال ہے کہ یہ تحریریں رکنی ہیں اور ایک قدیم ہند - آریائی زبان سے متعلق ہیں اور مہروں میں عام طریقہ پر نام تحریر کئے گئے ہیں - لیکن ان کا طرز استدلال سائنٹفک نہیں ہے - سر جان مارشل کی کتاب کے شائع ہونے کے بعد ڈاکٹر پران ناتھ نے اس رسم الخط پر کام کرنا شروع کیا انھوں نے ایک تشریحی تقطیع مرتب کی جس میں ان نشانات کو برہمی زبان کے حروف سے مطابقت دی گئی تھی[3] اگرچہ ان کا طریق کار صحیح تھا لیکن انھوں نے یہ نظر انداز کر دیا کہ اشوک کے برہمی زبان کے کتبوں اور موہنجودارو کے درمیان ہزاروں سال کے عرصہ کا فرق ہے اور اس عرصہ میں نشانات جو شروع

---

1 Marshall—Mohenjodaro and the Indus Civilization, II; P. 431

2 ایضاً

3 Nath Dr. Pran—The Script of the Indus Seals, Journal Royal Asiatic Society 1931 Pp. 671—674.

Marfat.com

میں ایک لفظ یا جملہ ہوا کرتے تھے حروف بن چکے تھے۔ ڈاکٹر پران ناتھ کے بعد مصریات کے عالم سر فلنڈرس پیٹری نے اس معمہ کو حل کرنے کی کوشش کی[1]۔ انھوں نے ان مہروں کے نشانات میں قدیم مصری زبان کے حروف پڑھنے کی کوشش کی ان کے نزدیک یہ مہریں اس زمانہ کے سرکاری افسران کی مہریں ہیں جن پر نام کے بجائے ان کے عہدے درج ہیں۔ یہ نظریہ اس لئے بھی غلط ہے کہ موہنجودارو میں ہزاروں مہریں ملی ہیں اور ہر مہر کی تحریر دوسری تحریر سے الگ ہے جس کے معنی یہ ہوئے کہ وہاں ہزاروں عہدے دار تھے جو بالکل قرین قیاس نہیں ہے۔ سر فلنڈرس کے بعد ایک اور مستشرق ہویسی نے اس رسم الخط کا سلسلہ جزائر ایسٹر سے دریافت شدہ لکڑی کے تختوں پر کندہ کتبوں سے جا ملایا[2]۔ لیکن جزائر ایسٹر کے ان کتبوں کی تاریخ بڑی مشتبہ ہے اور اس قسم کے شواہد بھی موجود نہیں ہیں جن سے وادیٔ سندھ کی تہذیب کا جزائر ایسٹر سے اس قسم کا تعلق تسلیم کیا جاسکے جو رسم الخط پر اثر انداز ہوسکے۔

مسٹر جی۔ آر۔ ہنٹر کی کوشش بھی قابل قدر ہے[3] جنھوں نے اس رسم الخط کا بڑا گہرا مطالعہ کیا لیکن وہ چند اصول

---

1 Petrie Sir W. M - Mohenjodaro, Ancient Egypt, 1932, Pp. 33-40

2 Hovesy, W. Von--Inselschrift Und Indusschrift, Orientalist, Literaturzeitung, 1934, P, 665 ff

3 Hunter, G R—The Script of Harappa & Mohenjodaro and its Connection with other Scripts

Marfat.com

جو انہوں نے ابتدائی طور پر مرتب کئے زیادہ صحیح نہیں تھے چنانچہ انکے نتائج غلط نکلے ۔ اس رسم الخط کو انہوں نے صوتیاتی قرار دیا ان کے خیال میں ابتدا میں یہ خط تصویری تھا لیکن بعد میں اسکی ہیت بالکل بدل گئی اور آخر میں انہوں نے لینگڈن کے نظریہ سے اتفاق کرتے ہوئے کہا کہ وادیٔ سندھ کا رسم الخط برھمی زبان سے مماثل ھے (اس تصور کی تکذیب اوپر کی جاچکی ھے) اسی طرح ایک اطالوی ماھر لسانیات مسٹر مریگی نے کہا کہ یہ سارے نشانات تصویری ھیں اور ھر نشان ایک پورے جملے کی ترجمانی کرتا ھے[1]۔ انکے خیال میں یہ زبان سنسکرت بولنے والے لوگوں کی زبان نہیں ھے۔ لیکن وہ ان کتبوں کی زبان نہیں بتاتے البتہ انکی تشریح کرتے اور مطلب بتاتے ھیں ۔ ان کی تحقیق بھی خامیوں اور غلطیوں سے مبرا نہیں ھے پروفیسر ھروزنی نے مندرجہ بالا آرا اور نظریات کا نہایت دقیق مطالعہ کیا ھے اور سب نظریوں سے اختلاف کرتے ہوئے یہ رائے قائم کی ھے کہ وادیٔ سندھ کی زبان سے اگر کوئی زبان مماثل ھو سکتی ھے تو وہ حتی زبان ھے[2]۔ لیکن یہ نظریہ بھی چند بے بنیاد مفروضوں پر قائم کیا گیا ھے ۔ اسی طرح سے فادر ھراس[3]

---

1 Meriggi, Herr. P — Zur Indus Sehrift Zeitschrift der Dentschen Morgenlandischen Gese Ilschaft, XII Pp. 189-241

2 Hrozny Bedrich—Ancient History of Western Asia and India and Crete, Prague.

3 Heras—Rev S.J.—Studies in proto-Indo Medeterranian Culture Bombay- 1953,

Marfat.com

نے موہنجوداڑو کے اس رسم الخط کو قدیم تامل زبان بتایا ہے لیکن یہ نظریہ بھی قرین قیاس نہیں مانا جاسکتا ۔ کیونکہ موجودہ تامل جس کا فادر ہراس نے وادیٔ سندھ کی زبان سے تقابل کیا ہے تقریباً پانچ سو سال بعد مسیح سے زیادہ قدیم نہیں ہے ۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ قدیم تامل صوتی اعتبار سے اس دراوڑی زبان کی بہت ہی تبدیل شدہ صورت ہے جو قبل مسیح کے وادیٔ سندھ کے عہد میں بولی جاتی رہی ہوگی اسلئے دونوں کا باہم رابطہ مشکوک ہے ۔

چند محققین نے اسے سنسکرت سے جا ملایا ہے جس میں پیش پیش سوامی شنکر انند[1] ہیں جنکو وادیٔ سندھ کی زبان کا راز تانترک میں ملتا ہے اور جن کی زبان سنسکرت ہے انہوں نے اس رسم الخط کے بہت سے نشانات کی قدیم سکوں اور تاریخی دور کی بعض مہروں پر کندہ نشانات سے مطابقت دی ہے انہوں نے اپنے نظریہ کو ثابت کرنے مین مضحکہ خیز دلائل پیش کئے ہیں اور اس بنیادی بات کو جان بوجھ کر فراموش کرنے کی کوشش کی ہے کہ وادیٔ سندھ کی تہذیب براعظم ہند و پاکستان میں آریوں کے آنے سے قبل کی تہذیب ہے ۔ اس خیال سے کلکتہ یونیورسٹی کے ایک پروفیسر بروا نے بھی جزوی ترمیموں کے ساتھ اتفاق کیا ہے[2] ۔ اسی

---

1 Sankaranand—The Rigvedic Culture of Prehistoric Indus

2 Barua, Dr. B.M—Indus Script and Tantric code, Indo-Iranica, I Pp 15-21

Marfat.com

طرح ڈاکٹر کرمارکر نے بھی وادئ سندھ کی زبان کو سنسکرت قرار دیا ہے[1] بلکہ ان کے خیال کے مطابق وادئ سندھ کی تہذیب ویدک عہد یا اس کے بعد کی تہذیب ہے۔ اس کے برعکس مولانا ابو جلال ندوی کی تحقیق کے اعتبار سے یہ رسم الخط عربی رسم الخط سے مشتق ہے[2]۔ انہوں نے یہاں کی مہروں پر قدیم عربی حروف دریافت کئے ہیں بلکہ ان کے خیال کے مطابق ان مہروں پر نہ صرف عربی رسم الخط میں حروف کندہ ہیں بلکہ ان کے نقاش کو بھی عرب بتاتے ہیں۔ وہ یہ بھی بتاتے ہیں کہ صانعین مہر کا منشا تصویروں کے ذریعہ عربی زبان لکھنے اورءپڑھنے کی تعلیم دینا تھا۔ گویا یہ مہریں تعلیمی تاش ہیں اور درسی لوحوں کی حیثیت رکھتی ہیں۔

یہ اور ایسی دوسری آراء اس کثرت سے پیش کی گئی ہیں کہ پڑھنے والا ان نظریات کے گورکھ دھندے میں پھنس کر رہ جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ مسئلہ ان تمام کوششوں اور تحقیقوں کے باوجود آج بھی وہیں ہے جہاں آج سے تیس سال پہلے تھا۔ اور ان تمام کوششوں میں کوئی کوشش ایسی نہیں ہے جس کو بغیر کسی اعتراض کے مان لیا جائے۔

---

1 Kar markar, Dr. A.P.—The Aryo - Dravidian Character of the Mohenjodaro Inscriptions Pracyavani I Pp 99 - 101

2 مولانا ابو جلال ندوی رسالہ تاریخ و سیاست، انجمن ترقی اردو پاکستان، نومبر ۱۹۵۳ء

Marfat.com

وادیٔ سندھ کے رسم الخط کو تصویری رسم الخط کہا گیا ہے۔ لیکن چڑیوں، مچھلیوں، انسانوں اور چند دوسری شکلوں کے علاوہ بقیہ تمام نشانات کم و بیش رواجی، تقلیدی اور غیر طبعی ہیں - اس رسم الخط کی خاص خوبی اسکی تخطیط مستقیم ہے یعنی اسکو خطا لاو تاد اور میخی بھی کہا جاسکتا ہے۔ چند مخصوص الفاظ اور دوسری علامات سے اس بات کا اندازہ لگایا گیا ہے کہ یہ رسم الخط دائیں جانب سے بائیں جانب لکھا جاتا ہوگا لیکن چند کتبے ایسے بھی ہیں جن سے اس خیال کی تردید ہوتی ہے۔ چنانچہ جن مہروں پر دو سطروں میں عبارت کندہ ہے ان سے پتہ چلتا ہے کہ اوپر والی سطر تو داھنی جانب سے بائیں جانب اور نیچے کی سطر اسی تسلسل میں بائیں جانب سے داھنی جانب لکھی گئی ہے۔

موجودہ رسم الخط سے تقریباً تین سو چھیانوے نشانات اخذ کئے گئے ہیں۔ ابتدا میں یہ نشانات یقیناً بہت زیادہ رہے ہونگے جیسا کہ سمیری رسم الخط اپنے ابتدائی دور میں موجودہ نشانات سے تقریباً دو چند نشانات پر مشتمل تھا اور رفتہ رفتہ غیر ضروری اور ثانوی نشانات ختم ہو کر موجودہ صورت پیدا ہوئی ہے۔ وادیٔ سندھ کا رسم الخط بھی اسی طرح غیر واضح اور نا ہمواری کے دور کے بعد اپنی موجودہ مستحکم شکل میں صورت پذیر ہوا ہوگا۔

Marfat.com

مختلف نشانات اس بات کی طرف اشارہ کرتے ھیں کہ یہ رسم الخط ابجدی نہیں بلکہ رکنی ھے جس میں تصویری تصوری ، تشکیلی ، پیکانی یا آشوری خطوں کی آمیزش ھے۔ بہت سے الفاظ پر تاکیدی علامتیں بھی پائی جاتی ھیں جو اس عبارت کی پختگی کا ثبوت ھیں ۔

اس رسم الخط میں اگر حروف کی شکل و صورت کا باقاعدہ جائزہ لیا جائے تو معلوم ھوتا ھے کہ انکی بناوٹ میں عام طور پر خاص تبدیلی نہیں ھوئی اور ان تمام مہروں میں وہ ابتدائی مراحل جن سے ترقی کر کے یہ تحریر تصویری تحریر سے تصوری رسم الخط یا صوتی رسم الخط بنی ھوگی مفقود ھیں۔ چنانچہ وہ تمام کڑیاں جن سے اس تحریر کی ابتدائی غیر منضبط شکل اور بعد کی ترقی یافتہ شکل کا صحیح اندازہ لگایا جا سکے ابھی تک دریافت نہیں ھو سکیں ۔ اسکے برعکس اگر ھم برھمی رسم الخط کی ان تمام تبدیلیوں اور ترکیبوں پر غور کریں جو مختلف ادوار میں ھوتی رھی ھیں اور جس سے اسکا جمود برابر ٹوٹتا رھا ھے تو ھمیں وادیٔ سندھ کے رسم الخط کا یہ جمود بہت غیر فطری معلوم ھوتا ھے در حقیقت یہ ایک ناقابل توجیہہ عجوبہ ھے کہ وادیٔ سندھ میں کم و بیش ایک ھزار سال تک ایک ھی خط بغیر کسی تغیر اور تبدیلی یا ترقی کے رائج رھا ۔ یہ بات بعید از قیاس نہیں کہ وادیٔ سندھ کی زبان بیرونی اثرات سے بے نیاز ھو کر پھلی

Marfat.com

پھولی ہوگی ۔ یا یہ کہ سر دست جو مطابقت اس رسم الخط میں اور برھمی یا سامی رسم الخط میں ہے وہ محض اتفاقی ہے در اصل اس تحریر کا صحیح حل اسی وقت نکل سکتا ہے جب مسوپٹامیہ یا وادیٔ سندھ کی کھدائی میں کوئی ایسی تختی یا مہر دریافت ہو جائے جس میں ان دونوں زبانوں میں کندہ کتبے دریافت ہو سکیں ۔ اس طرح مسوپٹامیہ کی زبان کی مدد سے وادیٔ سندھ کا رسم الخط پڑھا جاسکے گا کیونکہ مسوپٹامیہ کی زبان پڑھی جا چکی ہے ۔

بہرحال وادیٔ سندھ کے رسم الخط سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ مہروں ، تختیوں اور برتنوں پر عرصہٗ دراز تک ایک ہی قسم کی عبارت تحریر کی جاتی رہی ۔ عبارت میں اس پختگی تک پہنچنے کے لئے بہت سے ابتدائی نقوش بنے اور مٹے ہوں گے جن سے یہ ترقی یافتہ شکل پیدا ہوئی ہوگی لیکن جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے اس تہذیب کی نہ تو ابتدا ہی معلوم ہے اور نہ انتہا بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم اچانک ایک ایسے دور سے روشناس ہو گئے ہیں جو اس تہذیب کا زریں دور تھا ۔ اسی وجہ سے اس تحریر کی ابتدائی اور آخری شکلوں کا پتہ نہیں چلتا ۔

Marfat.com

Marfat.com

زمانہ

Marfat.com

Marfat.com

وادیٔ سندھ کی تہذیب کے زمانہ کا تعین ایک دشوار مسئلہ ہے۔ اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ یہاں کی کھدائی میں مختلف تہیں تفصیلی طور پر صحیح انداز میں متعین نہیں کی گئی تھیں۔ پھر اب تک یہاں سے برآمد ہونے والے رسم الخط میں لکھی ہوئی تحریر بھی نہیں پڑھی جاسکی ہے جو اس سلسلہ میں کوئی مدد کرسکے۔ موہنجو دارو کے کھنڈرات میں صرف اسٹوپہ ہی تاریخی دور کی عمارت ہے جو تیسری صدی قبل مسیح کی تعمیر ہے۔ لیکن اسٹوپہ کا وادیٔ سندھ کی تہذیب سے کوئی تعلق نہیں ہے اور اس دور کی جو باقیات بھی برصغیر

Marfat.com

ہند و پاکستان میں ملی ہیں ان کا وادیٔ سندھ کی تہذیب کی باقیات سے کوئی علاقہ نہیں ہے ۔ وادیٔ سندھ کی تہذیب انفرادی خصوصیات کی حامل ہے لیکن اس کے باوجود یہ دوسری تہذیبوں سے الگ تھلگ اور بے تعلق نہ تھی بلکہ اسکے برعکس ہمسایہ تہذیبوں سے اسکے گہرے روابط تھے اور چونکہ میسو پٹامیہ اور دوسری تہذیبوں کا عہد متعین کیا جاچکا ہے اسلئے وادیٔ سندھ کے زمانہ کا عکس ان ہمسایہ تہذیبوں سے اسکے تعلقات اور روابط کے آئینہ میں دیکھنا پڑے گا ۔

اس تہذیب کی باقیات کا ہمسایہ ممالک کی تہذیبوں کی باقیات سے تقابل کرنے سے پہلے موہنجو دارو کے کھنڈرات کا سرسری جائزہ بھی ضروری ہے ۔ یہاں کھدائی میں عمارات کی اوپر نیچے سات مختلف تہیں ملی ہیں ۔ انمیں سے ایک ابتدائی تین درمیانی اور تین متاخر دور سے متعلق ہیں اسکے علاوہ سنہ ۱۹۵۰ء کی 'گہری کھدائی' کرنے پر پانی کی زیریں سطح کے نیچے بھی آباد تہیں دریافت ہوئی ہیں اور باوجود یکہ پانی نکالنے کے دو مشینیں لگائی گئی تھیں پانی اس فراوانی سے نکلتا رہا کہ دیواریں بیٹھ گئیں تھیں اور کھدائی جاری نہ رہ سکی تھی یہ کھدائی زیر زمین پانی کی موجودہ سطح سے دس فٹ کی گہرائی تک کی گئی تھی اور اسمیں متواتر آبادی کے نشانات پائے گئے تھے ۔ نہیں کہا جاسکتا کہ ابھی اور کتنی آباد تہیں زیر زمین دفن ہیں۔

Marfat.com

اسکے علاوہ یہ بات بھی بیان کی جاچکی ہے کہ موھنجو دارو دریائے سندھ کی بے راہ روی کا شکار رہا ہے۔ اور یہاں برابر سیلاب آتے رہے ھیں جس سے یہ شہر بستا اور اجڑتا رہا ہے۔ لیکن یہ عمل تیزی سے جاری رھتا تھا۔ جسکا اندازہ یہاں سے دریافت شدہ باقیات کی بے مثل یک رنگی، تمام تہوں میں ایک ھی سائز کی اینٹوں کی موجودگی، مکان کے نقشوں میں کسی خاص تبدیلی یا فرق کا فقدان اور ایک ھی شکل و صورت اور وضع قطع کی مہروں اور ظروف گلی وغیرہ سے لگتا ہے۔ ھڑپہ اور موھنجو دارو میں تہذیب کے جس دور سے ھم روشناس ھوئے ھیں اسے ھڑپہ کلچر کا نام دیا گیا ہے لیکن وادیٔ سندھ کی باقیاتی تفتیش میں تین مختلف کلچر یعنی آمری کلچر، جھکر کلچر اور جھانگر کلچر بھی دریافت ھوئے ھیں۔ آمری کلچر ھڑپہ کلچر کا پیش رو تہا جھکر اور جھانگر کلچر ھڑپہ کلچر کے بعد کے عہد سے متعلق ھیں گویا جسطرح موھنجو دارو کے دریافت شدہ عہد میں ایک طرف ابتدائی زمانہ کی گنجائش ہے اسی طرح اسکے تباہ ھوجانے کے بعد بھی یہ تہذیب کچھ عرصے تک دوسرے مقامات پر برقرار رھی۔ چنانچہ ھڑپہ میں بالائی سطح پر ایسی باقیات بھی ملی ھیں جن سے یہ اندازہ ھوتا ہے کہ یہ علاقہ موھنجو دارو کے برباد ھوجانے کے بعد بھی آباد رہا ہے۔ چنھو دارو کی بالائی سطح پر بھی جھکر

Marfat.com

اور جھانگر کلچر کی باقیات دریافت ہوئی ہیں - اور جھکر کلچر کی تاریخ ۱۷۰۰ قبل مسیح تجویز کی گئی ہے -

مزید برآں وادیٔ سندھ میں لوہے کی باقیات دریافت نہیں ہوئیں جس سے یہ اندازہ کیا جاتا ہے کہ یہ تہذیب عہد جدید سے قبل کے زمانہ سے متعلق ہے - لوہا مشرق وسطیٰ کے تمام ممالک میں تقریباً قبل مسیح کے دو ہزار سالہ دور میں دریافت ہوا ہے - ہم نے یہ بھی دیکھ لیا ہے کہ وادیٔ سندھ کا تعلق قبل تاریخ کے اس دور سے ہے جب شہر تعمیر ہونے لگے تھے اور شہری زندگی کسی نہ کسی نظم و ضبط کی تابع تھی - ہتھیاروں، اوزاروں اور برتنوں کے بنانے کے لئے تانبے اور کانسے کے ساتھ ساتھ پتھروں کا استعمال بھی جاری تھا - کمھار کے چاک دریافت ہوچکے تھے جسکی وجہ سے ظروف کی بناوٹ میں خوبصورتی اور نفاست پیدا ہوچکی تھی - بغیر پہیوں کے پھسلنے والی گاڑیوں کے بجائے گول پہیوں والی گاڑیاں مستعمل تھیں - عمارتیں پختہ اور کچی اینٹوں کی اونچی کرسیوں پر بنائی جاتی تھیں رسم الخط ترقی یافتہ شکل میں تھا طرح طرح کے نیم قیمتی پتھروں اور سیپ اور سنکھ کا کام کیا جاتا تھا - سونے اور چاندی کے نہایت اعلیٰ اور فنکارانہ زیورات بھی بنائے جاتے تھے یہ خصوصیات جنوب مغربی ایشیا کے دریاؤں کے کناروں کی تمام بستیوں میں پائی جاتی تھیں

Marfat.com

انکا فرداً فرداً جائزہ لینے کے بجائے اگر سب کی ترقی پر غور کیا جائے تو ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ وادیٔ سندھ کی تہذیب سمیر کی اولین تہذیب اور ایلام اور میسوپٹامیہ کے 'طوفان نوح' سے قبل کے دور کی تہذیب کے ہم عصر تھی۔ اسکا اندازہ ان باقیات کی تحقیق سے ہوتا ہے جو اس زمانہ میں سفر اور تجارت کے زریعہ ایک جگہ سے دوسری جگہ لائی اور لے جائی گئی تھیں۔ اور جو ہمارے سارے قیاسات کا مرکز ہیں۔ اس قسم کی باقیات وادیٔ سندھ اور میسوپٹامیہ سے قبل مسیح کے تین ہزار سالہ دور کے آخری نصف صدیوں اور دو ہزار سالہ دور کے ابتدائی نصف صدیوں میں ملی ہیں۔ اس سلسلے میں مسٹر گیڈ کی تحقیقات بہت اہم ہیں[1]۔ جس میں انہوں نے وادیٔ سندھ کی طرز کی بنی ہوئی آر سے سولہ مہروں اور بابل کی غیر تحقیق شدہ دو مہروں کا ذکر کیا ہے اور اس سے قبل کی دریافت شدہ ایسی آٹھ مہروں کی فہرست بھی دی ہے جو کش، سوس، لاگش، اما اور تل اسمیر سے اور دو غیر معلوم مقامات سے دریافت ہوئی تھیں۔ اسی طرح کی ایک مہر موصل کے قریب ٹیپ گوارا سے اور ایک شیام سے بھی ملی ہے۔ یہ انتیس یا تیس مہریں بہت اہم ہیں لیکن ان سب کے بارے میں مکمل تفصیلات کا پتہ نہیں۔ صرف بارہ مہریں ہی اس قسم کی ہیں جن کے دریافت کرنے

1. Gadd, C.J. — Sals of Ancient Indian Style found at Ur. Proceedings of the British Academy XVIII (1932).

Marfat.com

والوں نے انکو زمانے کے اعتبار سے بیان کیا ہے ۔ یہ یقینی طور سے نہیں کہا جاسکتا کہ وہ وادیٔ سندھ سے درآمد کی گئی تھیں یا وادیٔ سندھ کی مہروں کی طرح مقامی نقش تھیں یا کسی تیسرے ذریعہ سے آئی تھیں ۔ پھر بھی بعض مہروں پر مقامی حرفت کے آثار کی جھلک سے انکار نہیں کیا جاسکتا لیکن یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ان مقامات میں جو مہریں مستعمل تھیں وہ وادیٔ سندھ کی چوکور یا مستطیل مہروں کے بجائے اسطوانی ہوتی تھیں اور غالباً ایسی مہریں چوکور مہروں سے زیادہ کارآمد بھی تھیں کیونکہ ان کے ذریعہ سامان تجارت پر گیلی مٹی کا سہارا دیکر مہر لگانا زیادہ آسان ہوتا ہوگا ۔ چنانچہ لاگاش کے قریب میں ایک کپڑے کی گانٹھ پر اسی قسم کی مہر لگائی گئی تھی ۔ جن مہروں کو ہم وادیٔ سندھ کی مہروں کا چربہ یا اسی ڈیزائن اور اسی نقش و نگار کی مہریں قرار دیتے ہیں ان پر ایک سینگ والا بیل، ہاتھی، گینڈا اور گھڑیال کی تصاویر اور وادیٔ سندھ کے رسم الخط میں تحریر کندہ ہے ۔ ان مہروں میں سے آٹھ مہریں ایسی تہوں میں سے دریافت ہوئی ہیں جو قبل سارغن یا سارگن دور کی یعنی تقریباً ۲۳۵۰ ق-م سے متعلق ہیں ۔ ایک مہر ۱۸۰۰ ق-م کی، ایک مہر جسکی تہ بہت مشتبہ ہے ۱۵۰۰ ق - م کی، اور ایک مہر ۲۰۰۰ ق - م سے ۱۷۵۰ ق - م کے دور کی ہے ۔

Marfat.com

ہڑپہ میں ایک معین نما مہر اور چنہودارو میں ایک گول جھکر کچر کی مہر ملی تھی جس پر ایک عقاب کی شکل بنی ھے سوسا میں ایسی مہر ۲۴۰۰ ق ۔ م میں تل باریک (شمالی شام) میں ۲۱۰۰ ق ۔ م میں دریافت ہوئی ھیں ۔ الغرض جن تہوں سے یہ مہریں دریافت ہوئی ھیں انکی تاریخ تقریباً ۲۵۰۰ قبل مسیح سے ۱۵۰۰ قبل مسیح ھے لیکن انکا یقینی عہد ۲۳۵۰ قبل مسیح سے ۱۷۰۰ قبل مسیح مانا جاتا ھے ۔ اور یہی وادیٔ سندھ کی تہذیب کا زمانہ کہا جاتا ھے ۔

دوسری شہادتیں بھی قابل غور ھیں ۔

تل اسمر کی عکادی دور کی تہوں میں جہاں سے اوپر بیان کی ہوئی مہروں میں سے دو مہریں ملی تھیں وادیٔ سندھ کی پچی کاری کے سنکھ کے بنے ہوئے گردے کی شکل کے ٹکڑے اور انکے ہمراہ وہ کھنڈی دار ظروف بھی ملے ھیں جو موھنجودارو اور ہڑپہ دونوں جگہ پائے گئے ھیں ۔ ایسے ظروف کسی دوسرے مقام سے متعلق نہیں کئے جاسکتے اور بلا شبہ وادیٔ سندھ سے اسی دور میں وھاں پہنچے ہوں گے ۔

اسی طرح سبزی مائل بھورے پتھروں کے برتنوں کے ایسے ٹکڑے جنپر چٹائی کی پٹیوں جیسی ڈیزائن بنی ہوئی

Marfat.com

ہے ۔ موھنجودارو کی ابتدائی تہوں میں دریافت ہوئے تھے ۔ اسی قسم کے ٹکڑے آر کش اور لاگش میں ابتدائی دور فراعنہ میں دریافت ہوئے ہیں ۔ پروفیسر پگٹ کے قول کے مطابق وہ مکران اور سیستان میں بنائے جاتے تھے اور وہیں سے مشرقی اور مغربی ممالک میں برآمد کئے جاتے تھے ۔ پتھر کے دوسرے برتن جسمیں خانہ دار مثلث نقوش بنائے گئے ہیں اور جو یا تو چوکور ہیں یا استوانی اور جنمیں سے بعض میں چارخانے بنے ہیں جس میں مصالحے وغیرہ رکھے جاتے تھے جنوبی بلوچستان میں ماھی اور موھنجودارو کی بالائی تہوں میں دریافت ہوئے ہیں ۔ مختلف شکل کے نقوش والے نیم قیمتی پتھروں کے بنے ہوئے منکے وادیٔ سندھ اور تل اسمار کے عکادی دور کے لوگ ایک ہی وقت میں استعمال کرتے تھے ۔ سونے کی گول چپٹی ٹکیاں جو ھاروں میں پروئی جاتی تھیں اور جن میں دھاگا گزارنے کی نلیاں بھی بنی ہوئی تھیں (پلیٹ نمبر ۱۳ ب ۷) موھنجودارو اور میسوپٹامیہ کے عکادی دور اور ٹرائے کی تہ II جی (جسکی تاریخ ۲۳۰۰ ق ، م ہے) میں دریافت ہوئے ہیں ۔

ان شواھد سے بہر حال یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ وادیٔ سندھ اور مغربی ممالک میں ۲۳۰۰سال اور ۱۷۰۰ سال کے درمیان گہرے روابط تھے یعنی کم و بیش یہی تاریخیں وادیٔ سندھ کی تہذیب کی تھیں ۔ ان تاریخوں میں دو دو سو

Marfat.com

سال کی کمی یا بیشی کی جاسکتی ہے اور انکی انتہائی تاریخیں ۲۵۰۰ سال ق - م سے لیکر ۱۵۰۰ ق - م تک مقرر کی جاسکتی ہیں - لیکن اس سلسلہ میں یہ بات بھی ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے کہ موہنجوداڑو اور چنہوداڑو کا بالکل ابتدائی دور ابھی تک معلوم نہیں اور نہیں کہا جا سکتا کہ اسکی وسعت کہاں تک ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

خاتمہ تہذیب

Marfat.com

Marfat.com

قوموں اور تہذیبوں کے زوال اور بربادی کی داستان تخریب و انحطاط کی ایک ایسی روئداد ہوتی ہے جسکے اسباب کم و بیش ایک سے ہی ہوتے ہیں۔ لیکن جہاں وادیٔ سندھ کی تہذیب کی بہت سی باتیں ہنوز راز سربستہ ہیں وہاں یہ بھی ایک دلدوز حقیقت ہے کہ اسکی انتہا بھی معلوم نہیں۔ داستان 'حسن و عشق' ہو تو 'فلک کج رفتار' کی شکایت کر کے جی ٹھنڈا کیا جاسکتا ہے لیکن سنگ و خشت کے ٹھوس حقائق کی کہانی اتنی آسانی سے ختم نہیں کیجا سکتی اور باوجود یکہ یہ نہیں کہاجاسکتا کہ آسمان کی کون سی گردش تھی جسنے اس عظیم‌الشان آبادی کو خرابہٴ عالم بنادیا لیکن پھر بھی ہمیں ایسے آثار تلاش کرنے اور انپر گفتگو کرنا ہی پڑے گی جو ان اسباب کا کچھ پتہ دیں جنھوں نے موہنجودارو اور ہڑپہ کو محکمہ آثار قدیمہ کی تحویل میں دیدیا ہے۔

ایک مشہور ضرب المثل ہے کہ دریائے سندھ کے

Marfat.com

دھارے میں سونا بہتا ہے لیکن یہ تلخ حقیقت بھی اسی دریا سے متعلق رہی ہے کہ اس میں سے موت کے سوتے بھی پھوٹتے ھیں۔ جہاں اس نے اپنی وادیوں میں ہزاروں بستیوں کو آباد کیا ہے وھیں یہ لاکھوں بستیوں کو نگل بھی گیا ہے اسکی بے راہ روی نے جتنا نقصان نواحی بستیوں کو پہنچایا ہے اسکو فراموش نہیں کہا جاسکتا ۔ اس دریا نے معلوم نہیں کتنی بار موھنجودارو کو اپنی زد میں لیا ھوگا ۔ ھڑپہ چنھودارو اور چند دوسرے مقامات پر بھی سیلاب کے آثار پائے گئے ھیں ۔ ممکن ہے اس تہذیب کی بربادی کی ذمہ داری ان سیلابوں پر ھی ھو۔ کون جانے۔ ھو سکتا ہے کہ آب و ھوا کی وہ تبدیلی جسکا ذکر 'جغرافیائی پس منظر' کے باب میں کیا جا چکا ہے اس بربادی میں برابر کی شریک رھی ھو اور یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی ایسی وبا آئی ھو جس نے ان تمام بستیوں کا قلع قمع کردیا ھو ۔

وادیٔ سندھ کی بربادی کے بارے میں چند اور نظریات بھی ھیں جنکا بیان کرنا دلچسپی سے خالی نہ ھوگا ۔

کسی عہد کی تاریخ کی تدوین میں پرانے کتبات کو بڑا دخل ھوتا ہے ۔ بر صغیر ھند و پاکستان میں سب سے قدیم وہ کتبے ھیں جو وادیٔ سندھ کی مہروں پر کندہ ھیں لیکن بدقسمتی سے وہ ابھی تک پڑھے نہیں جاسکے ھیں اس عہد کے بعد کا سب سے قدیم کتبہ ۳۰۰ قبل مسیح کا مہاراجہ

Marfat.com

اشوک کے دور کا کتبہ ہے ان دونوں کتبوں کے درمیان کے عہد سے متعلق ابھی تک کوئی ایسا تحریری مواد دریافت نہیں ہوا ہے جو ہماری معلومات میں اضافہ کر سکے البتہ اسی دور سے متعلق مذہبی نوعیت کا وہ ادبی سرمایہ ہے جو نسلاً بعد نسلاً بغیر کسی لفظی تغیر و تبدل کے موجودہ دور تک پہنچا اور حیطہ' تحریر میں لایا گیا۔ اس میں رگ وید سب سے پرانا ہے۔ اس کا عہد ماہرین لسانیات نے بارھویں صدی ق۔م یا اس سے کچھ قبل تجویز کیا ہے خیال کیا گیا ہے کہ یہی وہ عہد ہے جب آریا مغربی ایشیا میں داخل ہوئے چنانچہ رگ وید کی مدد سے ہم اس دور کی تاریخ کی تشکیل کر سکتے ہیں جب دو ہزارویں سال قبل مسیح کے درمیان آریا یہاں آباد ہوئے تھے۔

سر مورٹیمر وھیلر نے اس سلسلے میں بڑی دلچسپ باتیں کہی ہیں[1]۔ ان کے بیان کے مطابق ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آریوں نے مقامی باشندوں کے شہر پناہوں کے اندر بسے ہوئے شہروں کو تاخت و تاراج کیا۔ ان بستیوں کے لئے رگ وید میں 'پور' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کے معنی قلعہ یا چہار دیواری کے اندر بسی ہوئی آبادی وغیرہ کے لئے گئے ہیں۔ ایک شہر کو وسیع (پرتھوی) اور چوڑا (یوروی) کہا

Wheeler—The Indus Civilization—P.p.90—93.

Marfat.com

گیا ہے۔ بعض قلعوں کو 'فولاد کا بنا ہوا' یعنی نہایت مضبوط بتایا گیا ہے۔ بعض قلعے ایسے بتائے گئے ہیں جن کے گرد 'سرادی' یعنی موسمی قلعے تھے یعنی موسم برسات میں دریاؤں کی طغیانی اور سیلاب کا پانی دشمن کے حملہ کے خلاف گویا قلعہ جیسی حفاظت کرتا ہوگا۔ ایسے قلعے بھی بتائے گئے ہیں جنکو 'ست بھوجا' کہا گیا ہے یعنی جن میں سو دیواریں تھیں۔ آریوں کے دیوتا اندر کو 'پورم وادارا' یعنی قلعہ شکن بھی کہا گیا ہے۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اندر نے اپنے زیر حمایت دیو داس کے لئے نوے قلعے تسخیر کئے تھے یہی وہ نوے قلعے تھے جن پر مقامی سردار سمبارا کی عملداری تھی اور جن کو اس نے اس طرح بھسم کر دیا تھا جیسے آگ کپڑے کو جلا دیتی ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ قلعے کہاں تھے۔ اب سے کچھ دنوں پیشتر یہ تصور کیا جاتا تھا کہ یہ سب قلعے فرضی اور اسطوری تھے۔ لیکن ہڑپہ اور موہنجودارو میں دریافت شدہ شہر پناہیں اور ستکاجن دور، علی مراد اور دوسرے مقامات میں دریافت شدہ فصیلوں نے یہ نظریات تبدیل کر دئے اور خیال یہ ہے کہ یہ فصیلیں رگ وید میں بیان کی ہوئی شہر پناہیں ہیں اور ان کے برباد کرنے والے 'اندر مہاراج' تھے۔

سر وھیلر اور اسٹورٹ پگٹ نے اپنے اس نظریہ کو

Marfat.com

ثابت کرنے کے لئے بڑا زور قلم صرف کیا ھے ۔ ان کا خیال ھے کہ آریا ھندوستان میں بلوچستان کی طرف سے آئے ھوں گے ۔ علاقہ ژوب میں راعنا غنڈائی کے تیسرے دور کے اختتام یعنی ۲۰۰۰ ق-م کے قریب تباھی، بربادی اور لوٹ مار کے نشانات ملتے ھیں ایسے ھی نشانات دوسرے مقامات پر بھی پائے گئے ھیں ۔ یہ بربادیاں اور ترک سکونت دریاؤں کی عارضی طغیانی، تبدیلی آب و ھوا یا وباؤں کے سبب نہیں ھوئی تھیں بلکہ یہ بربریت کی ایک دلدوز داستان کی غمازی کرتی ھیں ۔ وسطی بلوچستان میں اکثر قدیم ٹیلوں پر راکھ کی تہیں اور ڈھیر پائے گئے ھیں ۔ ایسا معلوم ھوتا ھے جیسے کسی نے ساری بستی جلا کر پھونک دی ھو ۔ نال کے کھنڈرات کی زمین آگ میں جلنے کے سبب سرخی مائل ھے جس کی وجہ سے یہ 'شور دمب' یعنی سرخ کھنڈر کہلاتا ھے ۔ بلوچستان میں اعلیٰ پیمانے پر کھدائی نہیں ھوئی ھے جس کی وجہ سے اس آتش زدگی کے مزید نشانات نہیں مل سکے ھیں لیکن عام تباھی اور بربادی کا ثبوت اکثر نظر آتا ھے ۔

یقیناً نئے حملہ آور ان مقامات پر قابض ھو چکے ھوں گے ۔ ان کے بعد ھی کچھ ایسے حملہ آور آئے جو ایسے ظروف گلی استعمال کرتے تھے جن پر کوئی رنگ آمیزی نہ کی جاتی تھی ۔ چنانچہ بلوچستان میں ایک نیا کلچر شاھی تمپ

Marfat.com

میں پایا جاتا ہے۔ شاہی تمپ کے یہ لوگ دستہ والی کلہاڑیاں اور تانبے کی گول مہریں استعمال کرتے تھے۔ ان لوگوں نے یہاں کے قدیم کلچر یعنی کلی کلچر کو ختم کیا۔ موہنجودارو کے آخری دور میں بھی ایسے ظروف گلی اور پتھر کے برتن ملے ہیں جو بلوچستان میں دریافت ہوئے ہیں اور جن سے یہ اندازہ لگایا جاتا ہے کہ یہاں کے لوگ حملہ آوروں سے شکست کھا کر وادیٔ سندھ میں عافیت کوش ہوئے ہوں گے [1]۔

ڈاکٹر وھیلر کے خیال کے مطابق وادیٔ سندھ کی مغربی سرحدی علاقوں پر حملہ آوروں کی تاخت و تاراج نے وادیٔ سندھ پر گہرا اثر ڈالا۔ لوگ بھاگ بھاگ کر یہاں آئے، آبادی بڑھی، افراط و تفریط ہوئی، بڑے بڑے کمرے چھوٹے کمروں میں تبدیل ہوئے۔ محل مکانات بن گئے کمہاروں کی بھٹیاں شہر کے اندر حتیٰ کی سڑک کے اوپر بنائی جانے لگیں۔ گلیوں کی منصوبہ بندی ختم ہوئی۔ تازہ واردوں کی آمد سے قانون اور امن میں خلل پڑا۔ الغرض صورت حال نازک تھی۔ حملہ آور وادیٔ سندھ کے دروازے پر دستک دے رہا تھا۔ حکام شہر لوگوں سے صدیوں پرانے بلدیاتی قوانین کی پابندی نہ کرا سکے۔ بدنظمی پیدا ہوئی جس کے نشانات موہنجودارو کی بالائی سطح پر

1. Basham A.L — The Wonder that was India, P, 26.

Marfat.com

دیکھے جا سکتے ھیں - یہاں تک کہ حملہ آور در آئے - لیکن ان کے آنے سے پہلے ھی کافی تعداد میں لوگ شہر چھوڑ کر بھاگ چکے تھے - اور جو بچ رہے تھے وہ حملہ آوروں کے قتل و غارت کا نشانہ بنے - اس بات کے شواھد ملتے ھیں کہ موھنجودارو کے آخری دور میں مرد عورتیں اور بچے گلیوں اور مکانوں میں قتل کئے گئے اور وھیں بے گور و کفن پڑے رھے - چنانچہ ایچ - آر - ایریا کے ایک مکان میں تیرہ مردانہ و زنانہ ڈھانچے اور ایک بچہ کا ڈھانچہ جن میں سے چند کڑے انگوٹھیاں اور منکے پہنے ھوئے تھے کچھ اس طرح پڑے ھوئے پائے گئے ھیں جس سے ان کی اچانک موت کا پتہ چلتا ھے یہ ھڈیاں بڑی خستہ حالت میں تھیں لیکن ایک کھوپڑی پر ۱۴۶ ملیمیٹر کا لمبا گھاؤ تھا جو کسی تیز اور بھاری ھتھیار کی ضرب سے ھی پڑ سکتا ھے - ایک دوسرے کے سر پر بھی اسی قسم کے نشان تھے - وی - ایس ایریا کی ایک گلی میں سولہ ڈھانچے جن میں سے ایک بچے کا تھا دریافت ھوئے تھے - ایچ - آر ایریا کی ایک گلی میں بھی ایک لاش ملی تھی ڈی - کے ایریا میں نو لاشیں ملی تھیں جن میں پانچ لاشیں بچوں کی تھیں جو ایک دوسرے کے قریب ٹیڑھی سے پڑی ھوئی تھیں - اسی طرح ڈی - کے ایریا میں ایک کنوئیں کے قریب ایک ایسا حادثہ پیش آیا تھا جس میں چار جانیں ضائع ھوئی تھیں اس کنوئیں پر جانے کے لئے

Marfat.com

قریب کی ایک گلی سے راستہ تھا۔ یہاں کنویں پر چڑھنے کے لئے زینے بنائے گئے ہیں ان زینوں پر دو لاشیں ملی تھیں۔ غالباً یہ لوگ زخمی ہو کر زینوں پر چڑھ رہے تھے لیکن طاقت جواب دے گئی اور وہیں ختم ہو گئے۔ غالباً ان میں سے ایک عورت تھی۔ دوسرا فرد مرنے کے پہلے پیٹھ کے بل گرا تھا۔ دو آدمیوں کی لاشیں باہر گلی میں پائی گئی تھیں۔ اسی سطح پر ایک کلہاڑی بھی پائی گئی ہے جس میں موٹا ڈنڈا ڈالنے کا سوراخ تھا۔ اور جس کا سرا بہت دھاردار تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ کلہاڑی حملہ آوروں کی ہوگی کیونکہ ایسا عمدہ ہتھیار وادیٔ سندھ کے لوگوں کے پاس نہ تھا۔ اس کے علاوہ ایسی تلواریں بھی ملی ہیں جن کی ساخت انوکھی اور جو کافی مضبوط ہیں ایک برتن میں دفن شدہ ایک منگول نسل کے فرد کا کاسہ سر بھی ملا ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ یہ کسی حملہ آور کا ہو۔

ان واقعات کی تاریخ متعین کرنے کے لئے ہم کو مشرق قریب کے حالات کا جائزہ لینا پڑے گا۔ یہ تقریباً دو ہزار سال قبل مسیح کی بات ہے کہ وادیٔ عراق میں عکادی تخت کی حالت دگرگوں تھی کیونکہ سارغن یا سارگن کے بیٹے فارم سن کی وفات کے بعد گوتی اور دوسرے قبائل اس سر زمین میں گھس آئے تھے۔ ان وحشی

Marfat.com

حملہ آوروں نے اس شدت سے مملکت پر دھاوا بولا کہ اس عہد کے دو سو سال بعد ایک شاعر نے ان لوگوں کے بارے میں لکھا: 'وہ غول جن کی یلغار میں آندھی اور طوفان کا زور ہے۔ ایک ایسی قوم جس نے کبھی شہر کی صورت نہیں دیکھی، [1]۔

غرض ایک طرف ایشیا میں ایک غیر حکومت طاقت پکڑ رہی تھی دوسری طرف فارس میں ایک نئے دور کی ابتدا ہو رہی تھی۔ شمال کی جانب روسی ترکستان سے لیکر بحر کیسپین تک لاتعداد جنگجو قبائل مارے مارے پھر رہے تھے۔ انکا انداز فکر مختلف، زبان نئی، خیالات نئے تھے یہ لوگ آریا تھے۔ یہ آریا اس زمانہ میں پھیلتے جا رہے تھے۔ کچھ خراسان کے شمال سے آئے اور کرمان ہوتے ہوئے فارس جا پہنچے۔ کچھ باختر سے جنوب مشرق کی طرف مڑ گئے اور ہندوکش کی پہاڑیوں کو پار کر کے پنجاب آدھمکے۔ جو فارس پہنچے وہ مشرق کی طرف ہو لئے اور متواتر حملہ کرتے ہوئے آراکوشیا (جنوبی افغانستان) درنجانہ اور مکران پر پل پڑے۔ آریوں کی یہ قتل و غارت اور آتش زنی کئی صدیوں تک جاری رہی اور بلوچستان کے مظلوم باشندے اپنا وطن چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔ کچھ نے وادیٔ سندھ میں پناہ لی اور کچھ پنجاب چلے گئے۔ لیکن سندھ اور پنجاب میں پناہ لینے کے بعد بھی

Piggott Stuart- Prehistoric India, P. 214

Marfat.com

ان کو چین نصیب نہ ہوا ۔ کیونکہ آریوں کے قبضہ میں اب تک جو علاقہ آیا تھا وہ زیادہ سرسبز و شاداب نہ تھا ۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ پنجاب اور سندھ میں ہرے بھرے کھیت لہلہا رہے تھے ۔ ہر طرف مسرت و شادمانی کے چشمے رواں تھے ۔ ایسی ارضی جنت کو دیکھنے کے بعد ان کو بھلا کیونکر آرام آتا ۔ انھوں نے وادیٔ سندھ پر حملہ کیا اور یہاں کے دیرینہ جمود کو توڑ ڈالا ۔ مقامی باشندے خونخوار اور جفاکش آریوں کے مقابلے کی تاب نہ لا سکے اور وادیٔ سندھ کی تہذیب ایک حیرتناک موڑ پر آکر ہمیشہ کے لئے ختم ہوگئی ۔

وادیٔ سندھ کی بربادی کا متذکرہ بالا سبب ڈاکٹر سر آر ۔ ای ۔ ایم ۔ وہیلر اور اسٹورٹ پگٹ کی کاوشوں کا نتیجہ ہے اور کافی عرصہ تک اس کو وادیٔ سندھ کی بربادی کا صحیح حل سمجھا گیا ۔ لیکن ہندوستان میں حالیہ حفریات کے نتائج اور پاکستان میں ڈاکٹر فضل احمد خان ناظم محکمہ آثار قدیمہ کی تحقیقات اور دوسرے محققین نے ان بنیادوں کو ہلا دیا جن پر یہ دلچسپ لیکن کمزور قیاسیات پر مبنی نظریہ قائم کیا گیا تھا ۔ ہڑپہ کے قبرستان ایچ کے بارے میں وہیلر کا یہ قیاس تھا کہ ہڑپہ کے برباد کرنے والوں یعنی آریاؤں کا قبرستان ہے ۔ ایسا قبرستان صرف ہڑپہ میں ہی ملا ہے ۔ اور اس قسم کی باقیات کسی

Marfat.com

دوسرے علاقہ میں دریافت نہیں ہوئی ہیں۔ حالانکہ ہونا یہ چاہئے تھا کہ اگر آریا سارے شمال مغربی ہندوستان میں پھیل چکے تھے تو ان کے دوسرے قبرستان بھی ان علاقوں میں ملنا چاہئے تھے۔ اور قبرستان ایچ سے دریافت شدہ ظروف گلی سے مماثلت رکھنے والے ظروف کم از کم پنجاب یا ان دوسرے دریاؤں کے کنارے جن کو یہ لوگ مقدس خیال کرتے تھے اور برصغیر ہند و پاکستان میں ان کے ابتدائی مسکن تھے، ضرور ملنے چاہئے تھے۔ لیکن ایسے ظروف ابھی تک کہیں دریافت نہیں ہوئے ہیں۔

ہڑپہ کے قبرستان ایچ کے بارے میں اگر وہیلر کی دلیل تھوڑی دیر کے لئے صحیح بھی فرض کرلی جائے تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو افراد یہاں دفن ہیں وہ کچھ عرصہ تک تو یہاں آباد بھی رہے ہونگے۔ کیونکہ یہ بات قابل تسلیم نہیں ہے کہ لوگ آباد کہیں ہوں اور ان کے قبرستان کسی بہت دور دراز مقام پر بنائے جائیں۔ ہڑپہ میں وادی سندھ کی بربادی کے بعد کی تہوں میں جھکر اور جھانگر کلچر کی تہیں ملی ہیں جو یقیناً آریا دور سے قبل کی ہیں۔ چنانچہ آریاؤں کی آبادی کے شواہد کی غیر موجودگی اس نظریہ کی قطعی نفی کرتی ہے۔

اس کے علاوہ بیکانیر کے علاقہ میں بھی کئی مقامات پر کھدائی کی گئی ہے یہاں کئی مقامات پر بالائی سطح

Marfat.com

سے بھورے رنگ کے ظروف ملے ھیں جن کی تاریخ محققین نے ۶۰۰ قبل مسیح تجویز کی ھے۔ بھورے رنگ کے ظروف کی تہ کے نیچے سیلاب کی لائی ھوئی مٹی کی ایک موٹی تہ ھے اور اس تہ کے نیچے وادیٔ سندھ کی باقیات ملی ھیں جو ھڑپہ اور موھنجودارو سے دریافت شدہ باقیات سے پوری مماثلت رکھتی ھیں۔ گویا وادیٔ سندھ کی باقیات اور ۶۰۰ قبل مسیح کے دور کے بھورے رنگ کے ظروف کے درمیان کسی مقام پر اس قسم کے ظروف دریافت نہیں ھوئے ھیں جن کا خالق آریاؤں کو گردانا جا سکے۔ بھورے رنگ کے ایسے ھی ظروف پنجاب، مغربی اتر پردیش، ھستنا پور سرسولی اور گھاگھر کے کنارے جو آریوں کا قدیم مسکن ھیں کثرت سے دریافت ھوئے ھیں۔ روپڑ میں بہت چمکدار اور اکثر سیاہ اور اچھی طرح پکائے ھوئے ظروف گلی ملے ھیں جن کو ماھرین نے 'شمالی سیاہ پالش کئے ھوئے ظروف[1]۔' کہا ھے۔ ایسے ظروف ٹکسلا میں بھی دریافت ھوئے تھے جن کی تاریخ ۵۰۰-۳۰۰ قبل مسیح تجویز کی گئی ھے۔

وادیٔ سندھ کی باقیات، 'بھورے رنگ کے ظروف' اور 'شمالی سیاہ پالش کئے ھوئے ظروف' انبالہ سے پینسٹھ میل شمال کی جانب دریائے ستلج کے کنارے ایک ھی مقام پر چند معمولی وقفوں سے دریافت ھوئے ھیں۔ یہاں سب سے

[1] "Northern Black Polish"

Marfat.com

نچلی تہوں میں وادیٔ سندھ کی تہذیب کے دور کی آبادی کی تمام باقیات یعنی مٹی کے ظروف، منکے، چوڑیاں' چقماقی اوزار اور تانبے کے برتن کافی تعداد میں برآمد ہوئے ہیں۔ ایک ایسی مہر بھی برآمد ہوئی ہے جس پر وادیٔ سندھ کے رسم الخط میں تین حروف کندہ ہیں ان کے اوپر سیلاب سے لائی ہوئی مٹی کی موٹی تہ ہے جس کے اوپر 'بھورے نقوش والے ظروف' ملے ہیں اور ان کے اوپر کی تہوں میں ' شمالی سیاہ پالش کئے ہوئے ظروف' پائے گئے ہیں۔ ان تہوں کے بعد برصغیر ہند و پاکستان کا تاریخی دور شروع ہو جاتا ہے۔ چنانچہ یہ بات بالکل واضح ہے کہ ایک طرف باقیات کی قدیم ترین تاریخ ۶۰۰ قبل مسیح ہے تو دوسری طرف باقیات کی آخری تاریخ ۱۷۰۰ ق۔م ہے ان دونوں کے درمیان ایک خلا ہے جو ابھی تک پر نہیں ہوسکا ہے اور جس کو مزید تحقیق ہی پر کر سکے گی اور اسوقت ہی اس تہذیب کی بربادی کا صحیح سبب بھی معلوم ہوسکے گا۔

Marfat.com

Marfat.com

بازگشت

Marfat.com

Marfat.com

وادیٔ سندھ کی تہذیب کے اس جائزے سے جو گذشتہ اوراق میں پیش کیا گیا ہے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مسیح سے تقریباً ڈھائی ہزار سال قبل وادیٔ سندھ میں ایک ایسی تہذیب کی عملداری تھی جو مغربی ایشیا کے دوسرے علاقوں کی طرح متاخر حجری دور کی تہذیب تھی۔ جہاں تانبے اور کانسے کے ہتھیاروں۔ اوزاروں اور برتنوں کے ساتھ ساتھ پتھر کے ہتھیار۔ اوزار اور برتن بھی مستعمل تھے۔ شہری زندگی باقاعدہ نظم و نسق کے تابع تھی۔ شہر منصوبہ بندی کے تحت بسائے جاتے تھے جنمیں شاہراہوں اور گلیوں کی کشادگی کا خاص طور سے خیال رکھا جاتا تھا۔ شہر میں صفائی اور حفظان صحت کے اصولوں پر پابندی سے عمل ہوتا تھا صفائی کے لئے بے شمار بدرؤوں اور چہ بچوں کی موجودگی اور ان کی باقاعدگی سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہاں صفائی کا محکمہ موجود تھا۔ اسی طرح اوزان اور پیمانوں کو ہموزن رکھنے کی دیکھ بھال کے لئے نگراں مقرر تھے۔ گلی کوچوں کے دونوں طرف

Marfat.com

خوبصورت سرخ پختہ اینٹوں کے بنے ہوئے مکانات ہوتے تھے جنمیں کئی کمرے اور وسیع صحن ہوتے تھے ۔ ان مکانوں میں صناع اور تاجر رہا کرتے تھے جن کا بنایا ہوا سونے، نیم قیمتی پتھروں، ہاتھی دانت، ہڈی، سنکھ وغیرہ کا آرائیشی سامان دور دراز شہروں کو برآمد کیا جاتا تھا۔ یہ صناع پتھر کی ایسی نفیس مہریں یا لوحیں بھی بناتے تھے جن پر بیل، بھینسے، ہاتھی، گینڈے، شیر اور دوسرے جانوروں کی نہایت خوبصورت تصویریں کندہ ہوتی تھیں یہ لوگ سنگ تراشی کے علاوہ کانسے کے برتن اور اسلحہ بھی نہایت مہارت سے ڈھالتے تھے۔ اسی طرح چاک پر مٹی کے برتن بنانے میں تو ان کی شہرت مثالی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ لوگ خوشنما سرخ رنگ کے ایسے روغنی برتن بناتے تھے جنپر طرح طرح کے ڈیزائینوں کی نقاشی کی جاتی تھی۔ مٹی کے بنے ہوئے بچوں کے کھلونے بیل، گاڑیاں، چھوٹے چھوٹے جانور، جھنجھنے سیٹیاں وغیرہ اور ماتا دیوی کی مورتیاں بھی بنائی جاتی تھیں۔ کچھ لوگ کاشتکاری کرتے اور جو، گیہوں، تل، مٹر اور روئی کی فصلیں اگاتے اور اس وادی کے باشندوں کی خوراک کا بندوبست کرتے تھے۔ دنیا کی دوسری تہذیب یافتہ قوموں کی طرح ان کا بھی ایک مذہب تھا۔ قیاس کیا گیا ہے کہ ماتا دیوی کی مورتیاں، جو پکی ہوئی مٹی سے بنائی گئی ہیں اور ایک ایسی شکل جس کو شیو کا

Marfat.com

'جد اعلی' کہا جا سکتا ہے ان لوگوں کے دیوتا تھے جن کی پرستش کی جاتی تھی۔ اصنام پرستی کے علاوہ ان لوگوں کے عقائد میں اشجار پرستی حیوان پرستی اور دوسرے عقائد بھی شامل تھے۔

اسی طرح ان کا ایک رسم الخط تھا جس میں یہ لوگ لکھتے پڑھتے تھے۔ اس رسم الخط کو کوشش کے باوجود آجتک پڑھا نہیں جا سکا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ تہذیب اس دور کی مکمل ترین تہذیبوں میں سے ایک تھی اور اگر ہمارے پاس اس تہذیب کی مکمل باقیات ہوتیں تو اسکی اہمیت کا زیادہ صحیح اندازہ کیا جا سکتا تھا جو تقریباً ایک ہزار سال تک وادی' سندھ میں پھلا پھولا اور پروان چڑھا اور طویل عرصے کے بعد نامعلوم طریقہ سے ختم ہو گیا۔

وادی' سندھ کی تہذیب کی وہ خصوصیات جو ہمیں نمایاں طور پر نظر آتی ہیں مغربی ایشیا کی قدیم تہذیبوں میں ہر جگہ پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ وادی' نیل کا علاقہ ہو یا دجلہ و فرات کا، دریائے قارون کی سر زمین ہو یا دریائے سندھ کے وسیع میدان یہ سارے ... علاقے کسی تہذیب کی پیدائش اور ترقی کے لئے بہت مناسب ہیں۔ ان تہذیبوں میں ایک گونہ مشابہت پائی جاتی ہے اس زمانہ میں بھی جب انسان شکاری دور سے گذر رہا تھا اور

Marfat.com

اس دور میں بھی جب اس نے کاشتکاری شروع کی اور مستقل بستیاں بنا کر رہنا سیکھا کیونکہ ان علاقوں کی آب و ہوا نہ زیادہ سرد تھی نہ بہت گرم اور نہ یہاں کا موسم نا قابل برداشت تھا ۔ یہاں پانی اور خوراک کی فراوانی تھی اور دریاؤں کے کنارے کنارے سفر کرنا بھی آسان تھا ۔ گویا یہاں تہذیبوں کے پھلنے پھولنے کی تمام آسانیاں موجود تھیں اور اسی کا نتیجہ تھا کہ اس پورے علاقہ میں کم و بیش ایک ھی دور میں انسان نے تہذیب کے مدارج طے کئے ان تہذیبوں میں تھوڑا بہت زمانوی اختلاف ھو تو ھو لیکن کلی اختلاف بہت کم ھے ۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ھے کہ ایک تہذیب نے دوسری کا سہارا لیا اور اپنے خاص جغرافیائی ماحول میں اس خاص تہذیب کو پھلنے پھولنے کا موقع ملا پھر بھی ان کے بنیادی خد و خال اور بہت سی باتیں مشترک تھیں بلکہ اگر غور و فکر سے کام لیا جائے تو ان تمام تہذیبوں کی مشترکہ خصوصیات کی ایک لمبی فہرست تیار کی جا سکتی ھے جس میں رسم الخط ، گول پہیوں والی گاڑیاں ، کمہار کے چاک پر بنے ھوئے برتن ، اینٹوں کے بنے ھوئے مکانات ، کانسے اور تانبے کی ڈھلائی اور کاشتکاری وغیرہ شامل کی جاسکتی ھے ان مشترک خصوصیات سے کم از کم ان لوگوں کے خیالات کی یکسانیت اور ایجادات و اختراعات کی اس ھمہ گیری کا پتہ ضرور چلتا

Marfat.com

ہے جو اس سارے خطہ زمین پر جاری و ساری تھی لیکن اس اشتراک و مماثلت کے باوجود کچھ اختلافات بھی ہیں مثلاً وادیٔ سندھ کا رسم الخط سمیر اور مصر کے رسم الخط سے بالکل جدا ہے وادیٔ سندھ کی بیل گاڑیاں اسی علاقہ میں مخصوص ہیں یہاں کے چاک پر بنے ہوئے مٹی کے برتن اور ان کی نقاشی دوسرے مقامات پر بنے ہوئے برتنوں سے مختلف ہیں اینٹوں کے سائز بھی اتنے ہی مختلف ہیں جتنے کہ ان سے بنائے ہوئے مکانات کے نقشے وادیٔ سندھ کے تانبے اور کانسے کے بنے ہوئے سادہ سے سادہ اوزار بھی ایلام، میسوپٹامیہ، مصر اور قبرص کے اوزاروں سے بالکل مختلف ہیں ۔

ان تمام قدیم تہذیبوں میں اولیت کا شرف سمیر کی تہذیب کو حاصل ہے۔ دجلہ و فرات کی یہ تہذیب دریائے سندھ کی تہذیب پر سبقت رکھتی ہے کیونکہ برتن بنانے کے لئے کمہار کا چاک اور گاڑیوں کے ڈول پہلے سمیر میں تقریباً ۳۰۰۰ ق-م- میں دریافت ہوئے تھے اور ہو سکتا ہے کہ یہ فن وہاں سے ایران اور ایران سے وادیٔ سندھ آیا ہو- اسی طرح دھات کا کام سب سے پہلے سمیر میں شروع ہوا تھا اور ہوسکتا ہے کہ وہاں سے دوسری جگہوں میں پھیلا ہو- لیکن وادیٔ سندھ کے آفرید گاروں نے بھی قدیم انسانی تہذیب کی ترقی میں گرانمایہ خدمات انجام دی ہیں اور مشرقی ایشیا

Marfat.com

کی ساری تہذیبوں میں خواہ وہ میسو پٹامیہ کی تہذیب ہو یا مصر کی کہیں بھی اتنی نفیس ، خوبصورت اور اعلیٰ کندہ کاری کے نمونے نہیں ملتے جتنے کہ وادیٔ سندھ کی مہروں میں نظر آتے ھیں اسی طرح کسی دوسری تہذیب میں غسل خانے، حمام، پبلک کنویں، اور لوگوں کے رہنے سہنے کے مکانات، اتنی عمدہ منصوبہ بندی، پائداری اور افادی حیثیت کے نہیں بنائے گئے۔

وادیٔ سندھ کی تہذیب ایک ہزار میل سے زیادہ وسیع علاقے پر پھیلی ہوئی تھی بلکہ حقیقت تو یہ ھے کہ جتنی جتنی باقیاتی تفتیش آگے بڑھتی ھے اس کا دامن اتنا ھی وسیع تر ھوتا جاتا ھے۔ بہر حال یہ رقبہ میں بابل سے چار گنا اور مصر سے دو گنا ھے۔ اس وسیع علاقہ میں ایک ھی عرصہ میں ایک ھی تہذیب پھیلی ہوئی تھی۔ اس وسیع تہذیب کی دو راجدھانیاں تھیں۔ ھڑپہ اور موھنجوداڑو۔ ڈاکٹر وھیلر نے موھنجوداڑو اور ھڑپہ کی شہر پناھیں دریافت کی ھیں لیکن یہ کہنا مشکل ھے کہ ان فصیلوں کے اندر کوئی انسانی حاکم فروکش تھا یا کسی دیوتا کا اقتدار تھا جس کے پجاری دیوتا کے نام پر حکومت کرتے تھے۔ لیکن دیوتاوں کے شاندار مندر اور بادشاھوں کے عالیشان محل اور مقبروں کی غیر موجودگی اس قیاس کو بھی تقویت دیتی ھے کہ شاید یہاں تجارتی عددیہ بر سر اقتدار رھی ھو۔ بہر حال اس علاقہ

Marfat.com

کا سیاسی نظام کیسا بھی رہا ہو اتنا یقینی ہے کہ یہاں ثقافتی یکجہتی ضرور تھی۔ جس کے برقرار رکھنے میں دریائی شاہراہوں، بیل گاڑیوں اور کاروانی تجارت کا بڑا دخل تھا۔ یہاں دولت مند تاجر اور صناع اور نادار آجر سبھی موجود تھے ۔ یہ تاجر وسیع دو منزلہ عمارتوں میں رہا کرتے تھے جن میں مختلف کمرے، حمام ، غسلخانے، کنویں ، گودام اور دربانوں کے کمرے ہوتے تھے۔ اس کے بر عکس مزدوروں کے کوارٹر چھوٹے ہوتے تھے جن میں عموماً دو کمرے ہوتے تھے۔ قرب و جوار کے زرخیز علاقوں سے بیل گاڑیوں اور کشتیوں کے ذریعہ کاشتکاروں کی پیدا کی ہوئی روئی اور غلہ شہروں میں لایا جاتا تھا لیکن نہیں کہا جاسکتا کہ یہ غلہ شہروں میں کس طور پر اور کس نظام کے تحت فروخت کیا جاتا تھا بہر حال خرید و فروخت محنت و مزدوری کے قواعد و ضوابط کچھ بھی ہوں وادی سندھ کا نظام تقریباً ایک ہزار سال تک بڑی یکسانیت سے برقرار رہا اور حیرت انگیز طور پر اس پورے عرصہ میں معاشرہ کم و بیش ایک ہی نہج پر قائم رہا اور موجود نظام خوش اسلوبی سے تمام ضروریات پوری کرتا رہا ۔ لیکن کسی نظام یا کسی معاشرے کا ایک مقام پر آکر ٹھہر جانے کا نتیجہ جمود ہے ۔ اور جمود ہمیشہ قوموں کی بربادی کا سبب ہوا ہے ۔ چنانچہ ہمیں اس تہذیب کے انحطاط کے آثار اس کے

Marfat.com

آخری دور میں کافی واضح طور پر نظر آتے ہیں اور شاید اسی جمود کے باعث بلآخر اس تہذیب نے دم توڑ دیا ۔

جب ہم یہ غور کرتے ہیں کہ اس عظیم الشان تہذیب نے برصغیر ہند و پاکستان کی آنے والی نسلوں کے لئے کیا ورثہ چھوڑا تو ہمیں شدید مایوسی ہوتی ہے ۔ وادیٔ سندھ کی تہذیب کے برعکس سمیری تہذیب نے مغربی تہذیبوں کی ترقی میں جو زبردست کردار ادا کیا ہے اس کے اثرات ہماری نظروں سے پوشیدہ نہیں ۔ میسو پٹامیہ کی متاخر حجری دور کی تہذیب اور تاریخی دور کی تہذیب میں ایک تسلسل ہے جو انقلابات زمانہ سے متصادم ہونے کے باوجود متواتر اور مسلسل طریقہ سے جاری و ساری نظر آتا ہے لیکن وادیٔ سندھ کی تہذیب کا زوال کچھ اس قسم کا ہے کہ گویا یہ صفحہ ہستی سے یک قلم مٹ گئی اور اپنی بستیوں کے ساتھ ساتھ ہی دفن ہوگئی ۔ اس کی تعمیری فنی اور دوسری صلاحیتوں کے آثار اس تہذیب کے خاتمے کے بعد بمشکل ہی نظر آتے ہیں اور اس میں اور اس کے بعد کے آنے والے دور میں اس قدر بنیادی فرق ہے دونوں میں کسی قسم کا ربط قائم کرنا بڑا مشکل ہے ۔

وادیٔ سندھ کے آفرید گاروں کے خیالات اور فلسفے کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا کیونکہ خیالات اور فلسفے مادی نہیں ہوتے ۔ اور علم الا آثار کا حقائق پرست ذہن مجبوراً

Marfat.com

ایک خیالی محور کے گرد گھومنے لگتا ہے ۔ وہ دیکھتا ہے کہ اس تہذیب کی بربادی کے بعد یہاں آریوں کی عملداری ہوتی ہے جن کے ابتدائی معتقدات وادیٔ سندھ کے معتقدات سے بالکل جدا ہیں ۔ لیکن اس سر زمین میں چند صدیوں کے رہنے بسنے کے بعد ان معتقدات میں ایک زبردست انقلاب آتا ہے اور اندر کے پرستار بالاخر اسی شیو کی پرستش کرتے نظر آتے ہیں جس کو وادیٔ سندھ والے اپنا آقا مانتے تھے بلکہ کچھہ عرصہ بعد اس کی شادی پاربتی (جو ایک آریائی دیوی ہے) سے رچائی جاتی ہے اور اندر اور دوسرے دیوتا اس بیاہ کو آشیرباد دیتے ہیں اس طرح رفتہ رفتہ تمام غیر آریائی معتقدات پھر قبول عام کا درجہ پاتے ہیں اور ایک ایسا مذہب نشو و نما پاتا ہے جو آریائی اور غیر آریائی معتقدات کا گٹھ جوڑ معلوم ہوتا ہے اور جس کو ہندو مت کہا جاتا ہے اور ہم یہ سوچنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ آثاری شواہد ہوں یا نہ ہوں وادیٔ سندھ کے مادی اثرات اکارت گئے ہوں تو ہوں کم از کم اس کے معتقدات اور روحانی تصورات نے تو اس بر صغیر کو وہ ترکہ عطا کیا جس کا تصرف آج تک کسی نہ کسی صورت میں جاری ہے ۔

وادیٔ سندھ کی تہذیب نے جہاں اس برصغیر کی تاریخ میں ایک نئے اور روشن باب کا اضافہ کیا ہے وہاں چند پیچیدہ مسائل کا اضافہ بھی کر دیا ہے اس کا رسم الخط

Marfat.com

ابھی تک پڑھا نہیں جاسکا - اس کے آفرید گاروں کے طریق تدفین- نسلی کیفیت اور معتقدات کے بارے میں کوئی ٹھوس اور حتمی بات نہیں کہی جاسکتی نہ اس کی ابتدا کی خبر ہے- نہ اس کی انتہا معلوم ہے اس کی گہرائی ماہرین آثار کاوی کے تیشوں کی زد سے باہر ہے کیونکہ زیر زمین پانی کی تہ راستہ روکتی ہے- غرض لاتعداد مسائل ہنوز حل طلب ہیں- اور اس تہذیب کے بارے میں لا تعداد سوال پیدا ہوتے ہیں- ایسے سوال جن کے جواب ماہرین آثار نہیں جانتے، ایسے سوال جن کے بارے میں کسی ٹھوس دلیل کی غیر موجودگی میں قیاس آرائی گناہ ہے - لیکن تحقیق اور تجسس جاری ہے اور ہو سکتا ہے کہ جلد ہی ماہرین آثار اس قابل ہوجائیں کہ پوچھنے والوں کے تمام سوالوں کا تسلی بخش جواب دے سکیں اور وادیٔ سندھ کی تہذیب پر جتنے پردے پڑے ہیں سب کو ہٹادیں تاکہ دیکھنے والے تا حد نگاہ اپنے شاندار ماضی کو دیکھ سکیں -

Marfat.com

آج بروز جمعرات بتاریخ ۲۹ / جون سنہ ۱۹۷۲ء کتاب وادیٔ سندھ کی تہذیب مولفہ

ادریس صدیقی کا امتحان ایم اے تاریخ کی تیاری کے سلسلہ میں بالاستیعاب

مطالعہ کیا۔ احقر محمد اقبال مجددی ۲۹ / جون سنہ ۱۹۷۲ء لاہور۔ دارالمورخین۔

Marfat.com

Marfat.com

کتابیات

1.	Barua, Dr. B.M.	'Indus Script and Tantric Code,' Indo - Iranica — 1.
2.	Basham, A.L.	The Wonder that was India, London, 1954.
3.	Braid Wood, R.J.	Prehistoric Men, Chicago, 1951.
4.	Cardi, Miss B.de,	'On the borders of Pakistan - Recent Explorations' Art and Letters, Royal India, Pakistan and Ceylon Society, No. 2, 1950.
5.	Dikshit, K. N.	Prehistoric Civilization of the Indus Valley. Madras, 1939.
6.	Fairservis, Jr., W.A.	Excavations in the Quetta Valley, West Pakistan. (Anthropological papers of the American Museum of Natural History. Vol.45 pt. 2.) New York, 1956.
7.	Fleet, I.F.	Seals from Harappa, Journal Royal Asiatic Society, 1912.

Marfat.com

8.	Frankfort, H.	Cylinder Seals. London, 1939.
9.	Gadd, C.J.	Seals of Ancient Indian Style found at Ur, Proceedings of the British Academy, XVIII, 1932.
10.	Hargreaves, H.	Excavations in Baluchistan, Memoirs of the Archaeological Survey of India, No. 35, 1935.
11.	Heras, Rev, S.J.	Studies in Proto-Indo-Mediterranian Culture. Vol. I Indian Historical Research Institute, Bombay, 1953.
12.	Hevesy, W. Von.	Inselschrift and Indusschrift, Orientalist, Literaturzeitung, 1934.
13.	Hrozny, Bedrich.	Ancient History of Western Asia, India and Crete, Prague.
14.	Hunter, G R.	The Script of Harappa and Mohenjodaro and its connection with others scripts, London, 1934.
15.	Karmarkar, Dr A.P.	The Aryo.- Dravidian Character of the Mohenjodaro Inscriptions, Pracyavani I.
16.	Khan, F. A.	Fresh Sidelights on the Indus Valley and the Bronze Age Orient. Auunal report of the Institute of Archaeology, London, 1955.
17.	Khan, Dr. F.A.	Kot Diji, Preliminary report on Kot Diji Excavations, 19565-8, Karachi.
18.	Kohli, Sita Ram.	Indus Valley Civilization. Lahore, 1935.

Marfat.com

19. Mackay, E.J.H. Chanhu-Daro Excavations, 1935-36 American Oriental Society Vol. 20 Connecticut, 1943.

20. Mackay, E.J.H. Further Excavations at Mohenjo-daro. 2 Volumes, New Delhi, 1938.

21. Mackay, Ernest. Indus Civilization, London, 1935.

22. Majumdar, N.G. Explorations in Sind. Memoirs of the Archaeological Survey of India No. 48 Delhi, 1934.

23. Majumdar, R. C. and others. An advanced History of India. London, 1946.

24. Marshall, Sir John. Mohenjodaro and the Indus Civilization. 3 Volumes. London, 1931.

25. Meriggi, Herr P. 'Zur Indus Schrift' Zeitschrift der Deutschen Morgenlandischen Gesellschaft, XII.

26. Nath, Dr. Pran. 'The Script of the Indus Valley Seals' Journal Royal Asiatic Society - 1931.

27. Petrie, Sir W.M. Flinders 'Mohenjodaro' Anient Egypt - 1932.

28. Piggott, Stuart Prehistoric India (Pelican Series) Middlesex 1950.

29. Pusalkar, A.D. Vedic Age. London, 1952.

30. Ross, E.J. Journal Near Eastern Studies, V. Chicago, 1946.

31. Sankaranand. The Rigvedic Culture of Prehistoric Indus. II

Marfat.com

32. Smith, V.A. 'The Copper age and prehistoric bronze implements of India'. Indian Antiquary, Vol. XXXIV 1905.

33. Stein, Sir Aurel. Archaeological Reconnaissances in North-Western India & South-Eastern Iran. London, 1937.

34. Stein, Sir Aurel. Archaeological tour in Waziristan & Northern Baluchistan. Memoirs of the Archaeological Survey of India No. 37 Calcutta, 1929.

35. Stein, Sir Aurel. Archaeological tour in Gedrosia. Memoirs of the Archaeological Survey of India No. 43 Calcutta, 1931,

36. Terra, H. De & T. T. Paterson Studies on the Ice Age India and Associated Human Cultures, Washington, 1939.

37. Vats, Madho Sarup. Excavations at Harappa, 2 volumes, Calcutta, 1940.

38. Waddell, L. A. The Indo-Sumerian Seals Deciphered The Illustrated London News, Sept. 20, Oct 20, 1924.

39. Wheeler, R.E.M. Five Thousand Years of Pakistan. London 1950.

40. Wheeler, R.E.M. The Indus Civilization (Supplementary volume of Cambridge History of India) Cambridge, 1953.

Marfat.com

41. White Head. R.B. 'The River courses of the Punjab & Sind.' The Indian Antiquary, Vol. L XI, Bombay, 1932.

42. Wooley Sir Leonard. Digging up the Past, Pelican Series. 1954

43. ابن اثیر — الکامل جلد ۳، لیڈن

44. ابو جلال ندوی — رسالہ تاریخ و سیاسیات، انجمن ترقی اردو پاکستان، نومبر ۱۹۵۳

45. ایشورا ٹوپا — ہندوستانی تمدن، حیدرآباد دکن ۱۹۴۳

46. رسالہ 'نگار' لکھنؤ — خدا نمبر-۱۹۵۶

Marfat.com

Marfat.com

فرہنگ

آلپینی ...	... Alpinoid
آسٹریلوی ...	... Proto - Australoid
آشوری ...	... Cuneiform
آرتی تھالے ...	... Offering Stand
ابجدی ...	... Alphabetic
اثاثہ لحد ...	... Grave Furniture
اسٹیٹائٹ ...	... Steatite
اسطوانی ...	... Cylindrical
اسطوری ...	... Mythic
اشرافیہ ...	... Aristocracy
القلی ...	... Alkali
ایک سینگ والا بیل	... Unicorn
باقیات ...	Antiquities; remains
باقیاتی تفتیش ...	Archaeological Exploration

Marfat.com

Proto-mediterranian	بحر رومی
Harp	بربط
Hog deer	پاڑا ہرن
Dice	پانسہ
Terracotta Figurines	پکائی ہوئی مٹی کے مجسمے
Cuniform	پیکانی
Accents	تاکیدی علامتیں
Trefoil	تپتیا
Anthropomorphism	تجسیمیت
Hieroglyphic	ہروغلیفی
Ideograms	تصوری رسم الخط
Pictograph	تصویری تحریر
Mounds	ٹیلے
Stratum; layer	تہ
Binary	ثنوی
Fractional Burial	جزوی تدفین
Soldering	جھالنا
Potter's Wheel	چاک
Electronum	چاندی اور سونے کی مرکب دھات
Celts	چپٹی کلہاڑیاں
Chert implements	چقماق اوزار
Stone implements	حجری اوزار

Marfat.com

Stone Age	...	...	حجری دور
Plasma	...	...	حجر الصلب
Hitti	...	...	حتی
Excavations	...	...	حفریات
Post cremation burial		...	خاکستری مدفن
Trench	...	...	خندق
Cent	...	...	دسی
Bilingual	...	...	دو لغوی
Cattle-Fish	...	...	استخوان ماھی
Pilasters	...	...	دیواری ستون
Mythology	...	...	دیو مالا
Village Culture	...	...	دیہی ثقافت
Recessed Platforms		...	ڈھلوان چبوترے
Bitumen	...	...	رال (قیر)
Tamburine	...	...	رباب
Syllabic	...	...	رکنی
Conventional	...	...	رواجی
Facade	...	...	روبکار
Rivets	...	..	ریوٹ
Vitreous	...	...	زجاج
Faience	...	...	سچی چینی
Sexagonal	...	...	مسدسی

Marfat.com

Lyre	سرود
Sulphate	سلفیٹ
Alabaster	سنگ جراحت
Onyx	سنگ سلیمان
Soap Stone	سنگ صابون
Spindle-whorls	سوت کی تکلیاں
Orche	سیندور
Cinnabar	شنگرف
Citadel	شہر پناہ
Phonetic	صوتی
Pottery	ظروف گلی
Oligarchy	عدیدیہ
Deck	عرشہ
Cornelian	عقیق
Archaeology	علم الاثار
Mythology	علم الاصنام
Anthropology	علم الانسان
Turquoise	فیروزہ
Prehistoric	قبل تاریخ
Pre-Dynastic	قبل فراعنہ
Bitumen	قیر
Chalcholathic Period	کانسے کا عہد
Linen	کتان

Marfat.com

Polytheism ...	...	کثرت پرستی
Girdle ...	...	کردھنی
Frying Pan ...	...	کرچھا
Kalar ...	...	کلر
Gypsum ...	...	کھریا مٹی کی کھار
Castanets ...	...	کھڑتال
Gothic ...	...	گوتھی
Seals ...	...	مہریں
Mother-goddess	...	مادر ارض
Neolithic ...	...	متاخر حجری دور
Circumstantial evidence	...	محلاتی شواھد
Conical ...	...	مخروطی
Elongated drum ...	...	مردنگ
Composite animals	...	مرکب جانور
Cubic	...	مکعبی
Complete burial	...	مکمل تدفین
Painted glazed pottery	...	رنگین ظروف گلی
Beads ...	...	منکے
Mangoloid	...	منگولی
Fillet	...	موباف
Corbelled Arches	...	مورنیوں والا پٹاو

Marfat.com

۲۸۰

Geometrical Patterns	...	ہندسی اشکال
Lapis-Lazuli	...	لاجورد
Amephyst ...	...	یاقوت
Jasper ...	...	یشب

Marfat.com

Marfat.com

ے، ایران او

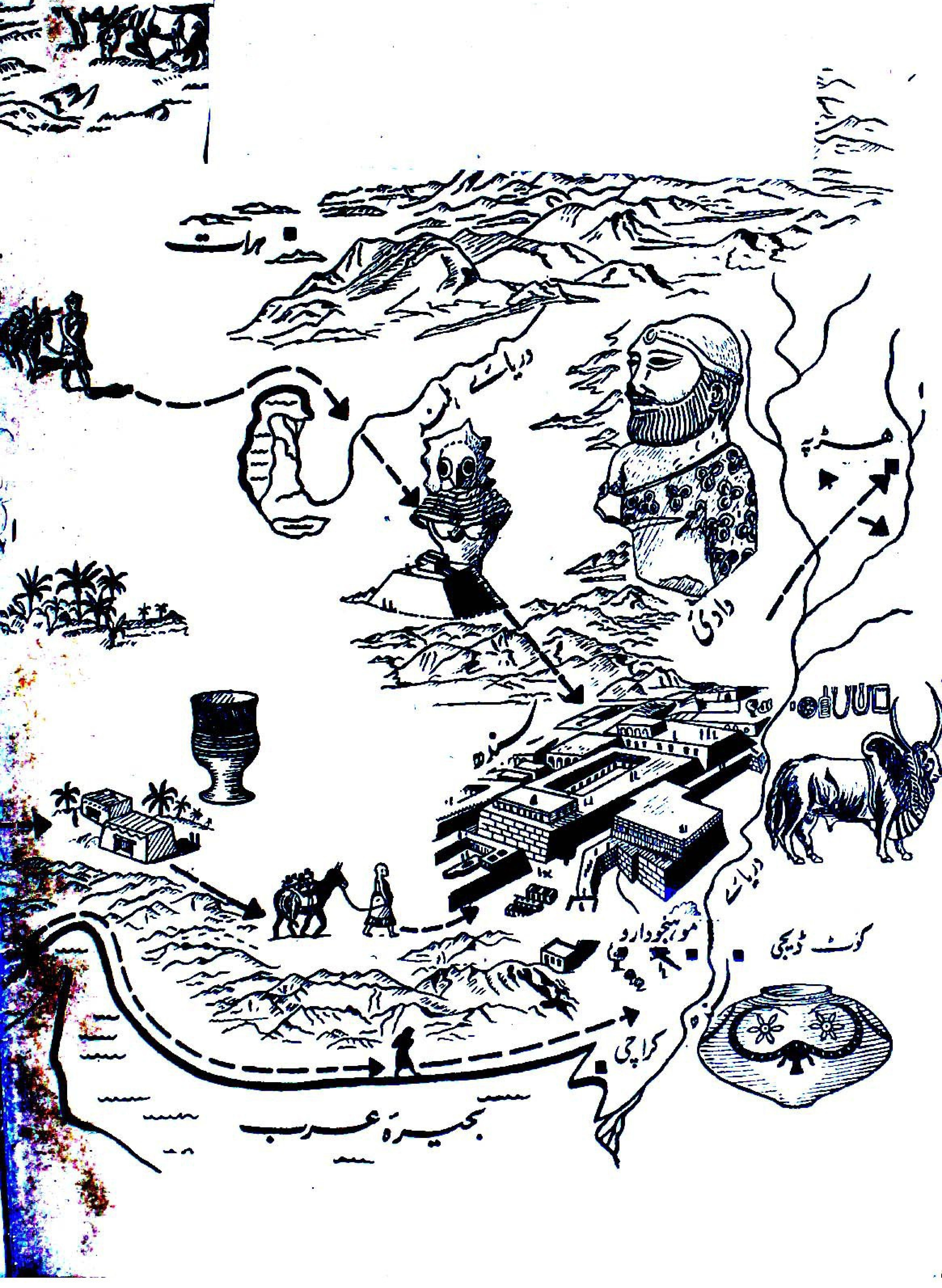

Marfat.com